(بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے میری قبر پر ایک ایسا فرشتہ مقرر کر رکھا ہے اور اسے تمام مخلوق کی باتیں سننے کی طاقت دی ہے جب کوئی تا قیامت مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ مجھے اس کا نام اور اس کے والد کا نام لے کر عرض کرتا ہے کہ فلاں نے آپ پر درود شریف پڑھا ہے)

۲۔ امام طبرانی نقل کرتے ہیں کہ ابن حمیری کا بیان ہے مجھے حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے بلا کر فرمایا، کیا میں تمہیں اپنے حبیب ﷺ کا فرمان سناؤں؟ میں نے عرض کیا ضرور سنائیں، تو بتایا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے عمار

إِنَّ لِلّٰهِ مَلَكًا أَعْطَاهُ إِسْمَاعَ الْخَلَائِقِ كُلِّهَا وَهُوَ قَائِمٌ عَلٰى قَبْرِيْ إِذَا مِتُّ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَيْسَ أَحَدٌ مِنْ أُمَّتِيْ يُصَلِّيْ عَلَيَّ صَلَاةً إِلَّا سَمَّاهُ بِاسْمِهٖ وَاسْمِ أَبِيْهِ قَالَ يَا مُحَمَّدُ ﷺ صَلّٰى عَلَيْكَ فُلَانٌ كَذَا يُصَلِّي الرَّبُّ عَلٰى ذٰلِكَ الرَّجُلِ بِكُلِّ وَاحِدٍ بِعَشْرٍ (۱)

(بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو تمام مخلوق کی آواز سننے کی طاقت دی اور جب میرا وصال ہو جائے گا قیامت تک وہ میری قبر انور پر مقرر رہے جو بھی مجھ پر درود شریف پڑھے گا وہ مجھے اس کا نام اور اس کے والد کا نام لے کر عرض کرے گا کہ یا محمد وہ آپ ﷺ پر درود پڑھ رہا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر ایک کے عوض دس سلام نازل فرماتا ہے)

یہ روایت حسن ہے

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے یہ مروی روایت ہر مسلک کے اہل علم کے ہاں معتبر اور حسن کا درجہ رکھتی ہے اس لیے ہم یہاں نجدی، دیوبندی اور اہل حدیث تمام کا ایک ایک حوالہ درج کیے دیتے ہیں تا کہ کسی کو کوئی شبہ نہ رہے۔

۱۔ نواب صدیق الحسن بھوپالی (ت، ۱۳۰۷) نے درود وسلام کے فوائد بیان کرتے ہوئے لکھا، یہ حدیث حسن ہے

مِنْهَا قِيَامُ مَلَكٍ عَلٰى قَبْرِهٖ ﷺ أَعْطَاهُ إِسْمَاعَ الْخَلَائِقِ يَبْلُغُهُ إِيَّاهُ كَمَا فِيْ حَدِيْثٍ وَثَّقَ إِبْنُ حَبَّانَ رُوَاتَهٗ وَوَرَدَتْ أَحَادِيْثُ بِمَعْنَاهُ ثَابِتَةٌ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَمِنْهَا أَنَّهَا سَبَبُ رَدِّ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى الْمُصَلِّي وَالْمُسَلِّمِ كَمَا وَرَدَ بِسَنَدٍ حَسَنٍ بَلْ صَحَّحَهُ النَّوَوِيُّ فِي الْأَذْكَارِ وَغَيْرِهٖ (۱)

(آپ ﷺ کی قبر انور پر فرشتہ مقرر ہے جسے تمام مخلوق کی باتیں سننے کی طاقت حاصل ہے وہ آپ ﷺ کو درود پہنچاتا ہے جیسے اس حدیث میں ہے جس کے راویوں کو امام ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے اور اس معنی میں احادیث صحیحہ بھی وارد ہیں اور حمد اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں درود وسلام اور آپ کے جواب کا یہی سبب ہے حدیث بسند حسن ہے بلکہ امام نووی نے اسے اذکار اور دیگر میں صحیح لکھا ہے)

۲۔ مفتی کفایت اللہ دیوبندی دہلوی (ت، ۱۳۷۲) نے بھی اس روایت کو معتبر قرار دیا ہے

صلوٰۃ وسلام کے ساتھ یا رسول اللہ ﷺ یا حبیب اللہ ندا کے الفاظ سے پکارنا اس خیال سے کہ صلوٰۃ وسلام آنحضرت ﷺ کو فرشتوں کے ذریعہ پہنچا دیا جاتا ہے کیونکہ بعض روایاتِ معتبرہ سے ثابت ہے کہ باری تعالیٰ وتقدس نے آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک پر ایک فرشتہ مقرر فرما دیا ہے اور اس کو ایسی قوت سامعہ عطا فرمائی ہے کہ وہ تمام مخلوق کے صلوٰۃ وسلام سن کر حضرت میں عرض کر دیتا ہے اور آنحضرت ﷺ جواب دیتے ہیں (۲)

۳۔ نَضْرَةُ النَّعِيْمِ (سعودی کمیٹی کی تیار کردہ کتاب) میں ایک عنوان قائم کیا سَبَبٌ لِعَرْضِ إِسْمِ الْمُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

(درود شریف پڑھنے والے کے نام کا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش ہونا)

(۱) نزل الابرار، ۱۸۶

اس کے تحت دو احادیث مبارکہ ذکر کیں

۱۔ فَعَنْ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ''اَکْثِرُوْا الصَّلَاۃَ عَلَیَّ، فَاِنَّ اللّٰہَ وَکَّلَ بِیْ مَلَکًا عِنْدَ قَبْرِیْ فَاِذَا صَلّٰی عَلَیَّ رَجُلٌ مِنْ اُمَّتِیْ قَالَ لِیْ ذٰلِکَ الْمَلَکُ یَا مُحَمَّدُ ﷺ اَنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ صَلّٰی عَلَیْکَ السَّاعَۃَ:

(حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ پر کثرت کے ساتھ درود شریف پڑھا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے میری قبر پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا ہے جب کوئی میرا اُمتی درود پڑھتا ہے تو وہ مجھے عرض کرتا ہے یا محمد ﷺ فلاں کا بیٹا فلاں اس وقت آپ ﷺ پر درود پڑھ رہا ہے)

اس کے تحت حاشیہ بھی دیا ہے

رَوَاہُ الدَّیْلَمِیْ فِیْ مُسْنَدِ الْفِرْدَوْسِ (۱، ۹۳)، وَحَسَّنَہُ الْاَلْبَانِیْ، اُنْظُرْ سِلْسِلَۃَ الْاَحَادِیْثِ الصَّحِیْحَۃِ بِرَقْمِ (۱۵۳۰) وَصَحِیْحُ الْجَامِعِ الصَّغِیْرِ بِرَقْمِ (۱۲۱۸)

(اسے دیلمی نے مسند فردوس (۱۔ ۹۳) میں نقل کیا، البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے دیکھیے سلسلۃ احادیث صحیحہ (۱۵۳۰) اور صحیح جامع صغیر (۱۲۱۸)

وَعَنْ عَمَّارِ بْنِ یَاسِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ''اِنَّ لِلّٰہِ تَعَالٰی مَلَکًا اَعْطَاہُ سَمْعَ الْعِبَادِ فَلَیْسَ مِنْ اَحَدٍ یُصَلِّیْ عَلَیَّ اِلَّا اَبْلَغَنِیْہَا وَاِنِّیْ سَاَلْتُ رَبِّیْ اَنْ لَّا یُصَلِّیَ عَلَیَّ عَبْدٌ صَلَاۃً اِلَّا صَلَّیْتَ عَلَیْہِ عَشْرَ اَمْثَالِہَا

(حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو تمام بندوں کی بات سننے کی قوت دی ہے جب

کوئی مجھ پر درود پڑھتا ہے تو وہ مجھے پہنچاتا ہے اور میں نے اپنے رب سے عرض کی ہے کہ جو بھی مجھ پر درود پڑھے آپ اس پر دس رحمتیں نازل فرمادیں)

اس پر یہ حاشیہ بھی لکھا ہے

رَوَاہُ الطَّبْرَانِیْ وَ الْبَزَّارُ وَ حَسَّنَہُ الْاَلْبَانِیْ، اُنْظُرْ سِلْسِلَۃَ الْاَحَادِیْثِ الصَّحِیْحَۃِ بِرَقْمِ (۱۵۳۰) وَاَیْضًا صَحِیْحُ الْجَامِعِ الصَّغِیْرِ بِرَقْمِ (۲۱۷۲)

(اسے امام طبرانی اور بزار نے روایت کیا البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے دیکھیے سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ج ۴، ۱۵۳۰ اور صحیح الجامع الصغیر (۲۱۷۲)

(نَضْرَۃُ النَّعِیْمِ فِیْ مَکَارِمِ اَخْلَاقِ الرَّسُوْلِ الْکَرِیْمِ (۱۔۵۶۸)

فرشتے کا روضۂ اقدس پر تقرر خاصہ نبوی

ایسے دلائل اور احادیث مبارکہ کے پیش نظر ائمہ اُمت نے یہ تصریح کی ہے کہ روضۂ اقدس پہ اُمت کا درود پہنچانے کے لیے فرشتے کا تقرر سرورِ عالم ﷺ کا خاصہ ہے، آیئے چند تصریحات ملاحظہ کیجیے

۱۔ حافظ ابن حجر مکی (ت، ۹۷۴) فوائد درود وشریف کے تحت لکھتے ہیں

اِنَّ مَلَکًا قَائِمًا عَلٰی قَبْرِہٖ یَبْلُغُہٗ اِیَّاہُ وَ اِنَّ لِلّٰہِ مَلَائِکَۃً اٰخَرِیْنَ یَبْلُغُوْنَہٗ اِیَّاہَا اَیْضًا وَاِنَّہٗ ﷺ یَرُدُّ سَلَامَ مَنْ یُّسَلِّمُ عَلَیْہِ اَخْرَجَ جَمْعٌ اَنَّہٗ ﷺ قَالَ اِنَّ لِلّٰہِ مَلَکًا اَعْطَاہُ اِسْمَاعَ الْخَلَائِقِ فَھُوَ قَائِمٌ عَلٰی قَبْرِیْ (۱)

(ایک فرشتہ آپ ﷺ کی قبر انور پر مقرر ہے جو آپ تک درود پہنچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے دیگر فرشتے بھی ہیں جو درود شریف پہنچاتے ہیں اور آپ ﷺ سلام کا جواب عنایت فرماتے ہیں ایک محدثین کی جماعت نے حدیث نقل کی کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جو مخلوق کی آواز سننے کی

طاقت رکھتا ہے وہ میری قبر انور پر مقرر ہے)

۲۔ شارح بخاری امام محمد قسطلانی (ت، ۹۲۳) آپ ﷺ کے خصائص کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں

وَمِنْهَا اَنَّهٗ وَكَّلَ بِقَبْرِهٖ ﷺ يَبْلُغُهٗ صَلَاةَ الْمُصَلِّيْنَ عَلَيْهِ (۱)

(آپ ﷺ کے خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ کی قبر انور پر فرشتہ مقرر ہے جو درود شریف پڑھنے والوں کا درود پہنچاتا ہے)

۳۔ امام جلال الدین سیوطی (ت، ۹۱۱) رسول اللہ ﷺ کے اس خاصہ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

بَابُ حَيَاتِهٖ ﷺ فِيْ قَبْرِهٖ وَ صَلَاتِهٖ فِيْهِ وَ تَوْكِيْلِ مَلَكٍ بِقَبْرِهٖ يَبْلُغُهٗ السَّلَامَ عَلَيْهِ وَرَدِّهٖ عَلٰى مَنْ سَلَّمَ عَلَيْهِ (۲)

(قبر انور میں آپ ﷺ کا زندہ ہونا وہاں نماز ادا کرنا اور فرشتہ کا تقرر جو آپ کی خدمت میں درود پہنچاتا ہے اور آپ ﷺ اس سلام کا جواب عنایت فرماتے ہیں)

۴۔ امام زرقانی (ت، ۱۱۲۲) ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام قسطلانی نے ملک سے مراد جنس ملائکہ لیا ہے۔

وَهُوَ نَوْعَانِ وَاحِدٌ وُكِّلَ بِالْقَبْرِ وَ آخَرُوْنَ سَيَّاحُوْنَ (۳)

(فرشتوں کی دو اقسام ہیں ایک فرشتہ آپ ﷺ کی قبر انور پر مقرر ہے اور دیگر زمین پر جاتے ہیں)

۵۔ امام محمد قسطلانی (ت، ۹۲۳) نے امام اصفہانی کے حوالہ سے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت نقل کی ہے۔

(۱) المواہب اللدنیہ، ۷، ۳۷۰
(۲) الخصائص الکبریٰ، ۲، ۴۸۹
(۳) زرقانی علی المواہب

اِنَّ لِلّٰهِ مَلَكًا اَعْطَاهُ الْاِجَابَةَ سَمْعَ الْعِبَادِ كُلِّهِمْ فَمَا مِنْ اَحَدٍ يُصَلِّيْ عَلَيَّ صَلَاةً اِلَّا اَبْلَغَنِيْهَا (۱)

(اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو تمام بندوں کی باتیں سننے کی طاقت دی ہے اور جو مجھ پر درود شریف پڑھے گا وہ مجھ تک پہنچاتا ہے)

۶۔ امام زرقانی (ت، ۱۱۲۲) اس کے تحت رقمطراز ہیں

اَبُو الشَّيْخِ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ فِيْ كِتَابِ الْعَظْمَةِ وَ اَبُو الْقَاسِمِ رَوَاهُ فِيْ كِتَابِ التَّرْغِيْبِ وَالتَّرْهِيْبِ لَهٗ وَ قَصَرَ الْمُصَنِّفُ فِي الْعَزْوِ فَقَدْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِيْ تَارِيْخِهٖ وَالطَّبْرَانِيُّ وَالْعُقَيْلِيُّ وَ اِبْنُ النَّجَّارِ كُلُّهُمْ عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

(امام ابوالشیخ نے اس حدیث کو کتاب العظمۃ، امام ابوالقاسم نے الترغیب والترھیب میں نقل کیا ماتن نے اس حوالہ پر اکتفاء کیا ہے، اسے امام بخاری نے تاریخ طبرانی، عقیلی اور ابن نجار تمام حضرات نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے نقل ہے)

اس کے بعد الفاظِ حدیث، اِنَّ لِلّٰهِ مَلَكًا اَعْطَاهُ الْاِجَابَةَ سَمْعَ الْعِبَادِ، کی تشریح یوں کرتے ہیں

اَيْ قُوَّةً يَّقْتَدِرُ بِهَا عَلٰى سِمَاعِ مَا يَنْطِقُ بِهٖ كُلُّ مَخْلُوْقٍ مِنْ اِنْسٍ وَ جِنٍّ وَ غَيْرِهَا (۲)

(یعنی اس فرشتہ کو ایسی قوت وقدرت دی ہے کہ وہ تمام جنات، انسانوں اور دیگر مخلوق کی آواز اور باتیں سنتا ہے)

امام عبدالرؤف مناوی (ت، ۱۰۰۳) کے الفاظِ شرح بھی بعینہ یہی ہیں (۳)

امام زرقانی (ت، ۱۱۲۲) نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ

(۱) المواہب، ۷، ۳۷۱
(۲) زرقانی علی المواہب، ۷، ۳۷۱

رسول اللہ ﷺ فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ وَ کَّلَ بِیْ مَلَکًا عِنْدَ قَبْرِیْ فَاِذَا صَلّٰی عَلَیَّ رَجُلٌ مِّنْ اُمَّتِیْ قَالَ لِیْ ذٰلِکَ الْمَلَکُ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ فُلَانًا بْنِ فُلَانٍ یُصَلِّیْ عَلَیْکَ السَّاعَۃَ (۱)

(اللہ تعالیٰ نے میری قبر انور پر فرشتہ مقرر کیا ہے جب میرا کوئی امتی درود شریف پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ مجھے عرض کرتا ہے اے محمد ﷺ فلاں بن فلاں آپ ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کر رہا ہے)

شارح بخاری امام محمد قسطلانی (ت، ۹۲۳) نے اسے امام دیلمی کے حوالہ سے نقل کیا (۲)

صاحب تبلیغی نصاب کی تفصیلی گفتگو

مخالفین کے ہاں تبلیغی نصاب کا جو مقام ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں اس کتاب میں مولانا زکریا سہارنپوری دیوبندی نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی روایت جو گفتگو کی ہے اسے پڑھیے اور غور کیجئے کہ لکھتے کیا ہیں اور کہتے کیا ہیں؟

عَنْ عَمَّارِ بْنِ یَاسِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ اللّٰہَ وَ کَّلَ بِقَبْرِیْ مَلَکًا اَعْطَاہُ اِسْمَاعَ الْخَلَائِقِ فَلَا یُصَلِّیْ عَلَیَّ اَحَدٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ اِلَّا بَلَّغَنِیْ بِاِسْمِہٖ وَ اِسْمِ اَبِیْہِ ھٰذَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ قَدْ صَلّٰی عَلَیْکَ رَوَاہُ الْبَزَّارُ کَذَا فِی التَّرْغِیْبِ وَ ذَکَرَ تَخْرِیْجَہُ السَّخَاوِیْ فِی الْقَوْلِ الْبَدِیْعِ

(حضرت عمار یاسر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ اللہ جل شانہ نے ایک فرشتہ میری قبر پر مقرر کر رکھا ہے جس کو ساری مخلوق کی باتیں سننے کی قدرت عطا فرمائی ہے پس جو شخص بھی مجھ پر قیامت تک درود بھیجتا رہے گا فرشتہ مجھ کو اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر درود پہنچاتا ہے

(۱) زرقانی علی المواھب، ۷، ۳۷۰

کہ فلاں شخص جو فلاں کا بیٹا ہے وہ آپ پر درود بھیجتا ہے)

ف۔ علامہ سخاوی نے قول بدیع میں بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے اور اس میں اتنا اضافہ ہے کہ فلاں شخص جو فلاں کا بیٹا ہے اس نے آپ پر درود بھیجا ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ پھر اللہ جل شانہ اس کے ہر درود کے بدلہ میں اس پر دس مرتبہ درود رحمت بھیجتے ہیں، ایک اور حدیث سے یہ مضمون نقل کیا ہے کہ اللہ جل شانہ نے فرشتوں میں سے ایک فرشتے کو ساری مخلوق کی بات سننے کی قوت عطا فرمائی ہے وہ قیامت تک میری قبر پر متعین رہے گا جب کوئی شخص مجھ پر درود بھیجے گا تو وہ فرشتہ اس شخص کا اور اس کے باپ کا نام لے کر مجھ سے کہتا ہے کہ فلاں نے جو فلاں کا بیٹا ہے آپ پر درود بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ جل شانہ نے مجھ سے یہ ذمہ لیا ہے کہ جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے گا۔ اللہ جل شانہ اس پر دس دفعہ درود بھیجیں گے ایک حدیث سے بھی یہی فرشتہ والا مضمون نقل کیا ہے اور اس کے آخر میں یہ مضمون ہے کہ میں نے اپنے رب سے یہ درخواست کی تھی کہ جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے اللہ جل شانہ اس پر دس دفعہ درود بھیجے حق تعالیٰ شانہ نے میری درخواست قبول فرمائی۔ حضرت امامہ کے واسطہ سے بھی حضور ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ بھیجتا ہے اللہ جل شانہ اس پر دس دفعہ درود و رحمت بھیجتے ہیں اور ایک فرشتہ اس پر مقرر ہوتا ہے جو اس درود کو مجھ تک پہنچاتا ہے۔ ایک جگہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص میرے اُوپر جمعہ کے دن یا جمعہ کی شب میں درود بھیجے اللہ جل شانہ اس کی سو حاجتیں پوری کرتے ہیں اور اس پر ایک فرشتہ مقرر کر دیتے ہیں جو اس کو میری قبر میں مجھ تک اسی طرح پہنچاتا ہے جیسے تم لوگوں کے پاس ہدایا بھیجے جاتے ہیں۔

اس حدیث پر یہ اشکال نہ کیا جائے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک فرشتہ ہے جو قبر اطہر پر متعین ہے جو ساری دنیا کے صلوٰۃ وسلام حضور ﷺ تک پہنچاتا ہے اور اس سے پہلی حدیث میں آیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے فرشتے زمین میں پھرتے

اطہر پر متعین ہے اس کا کام صرف یہی ہے کہ حضور ﷺ تک اُمت کا سلام پہنچاتا رہے اور یہ فرشتے جو سیاحین ہیں یہ ذکر کے حلقوں کو تلاش کرتے رہتے ہیں اور جہاں کہیں درود ملتا ہے اس کو حضور اقدس ﷺ تک پہنچاتے ہیں اور یہ عام مشاہدہ ہے کہ کسی بڑے کی خدمت میں اگر کوئی پیام بھیجا جاتا ہے اور مجمع میں اس کا ذکر کیا جاتا ہے تو ہر شخص اس میں فخر اور تقرب سمجھتا ہے کہ وہ پیام پہنچائے اپنے اکابر اور بزرگوں کے یہاں یہ منظر ہا را دیکھنے کی نوبت آئی۔ پھر سید الکونین فخر رسل ﷺ کی پاک بارگاہ کا تو پوچھنا ہی کیا۔ اس لیے جتنے بھی فرشتے پہنچائیں برمحل ہی ہے۔(۱)

فوائد از گفتگو

اس گفتگو سے یہ چند مسائل وفوائد از خود سامنے آجاتے ہیں

۱۔ روضہ اقدس پر ایک فرشتہ مقرر ہے۔

۲۔ اس فرشتے کو تمام مخلوق کی بات سننے کی قوت عطا ہوئی ہے۔

۳۔ کوئی کسی مقام پر بھی درود شریف پڑھے وہ فرشتہ اس شخص کا نام اور اس کے باپ کا نام بھی لے کر عرض کرتا ہے۔

۴۔ اس فرشتے کا کام صرف درود وسلام پہنچانا ہے

۵۔ دیگر زمین پر پھرنے والے فرشتے درود شریف کے علاوہ بھی اچھے اعمال کی تلاش میں رہتے ہیں۔

۶۔ جتنے بھی فرشتے پہنچائیں برمحل اور مناسب ہے

مزید شان واہتمام

اہل علم نے آپ ﷺ کے دو ارشادات عالیہ کہ

۱۔ جو میری قبر کے پاس درود وسلام پڑھے میں اسے خود سنتا ہوں

۲۔ اور مذکورہ روایت میں ہے کہ فرشتے پہنچاتے ہیں

تو ان دونوں روایتوں میں بظاہر تعارض وتخالف ہے تو ان میں تطبیق یوں دی ہے

امام زرقانی (ت، ۱۱۲۲) امام ابن حجر مکی (ت، ۹۷۴) کے حوالہ سے موافقت یوں بیان کرتے ہیں

اِنَّهٗ ﷺ يَسْمَعُ الصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ عِنْدَ قَبْرِهٖ بِلَا وَاسِطَةٍ وَ يَبْلُغُهُ الْمَلَكُ اَيْضًا اِشْعَارًا لِمَزِيْدِ خُصُوْصِيَةٍ وَالْاِعْتِنَاءُ بِشَانِهٖ وَالْاِسْتِمْدَادُ لَهٗ بِذٰلِكَ (۱)

(مزار عالی کے پاس درود سلام کو خود بلا واسطہ سنتے ہیں اور فرشتے بھی پہنچاتے ہیں تاکہ آپ ﷺ کی شان اقدس کا مزید اظہار واہتمام ہو اور اس کے ذریعے مدد طلب کی جائے)

جب خادم بارگاہ نبوی کو اللہ تعالیٰ نے یہ شان علمی دی ہے کہ وہ تمام کائنات کی آواز سن سکتا ہے تو پھر مخدومِ کائنات ﷺ کی شان علمی کا کیا عالم ہوگا؟

(۱) زرقانی المواہب، ۷/ ۳۷۲

فصل:

درود شریف پہنچنے کی دو صورتیں

آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں درود شریف پہنچنے کی دونوں صورتیں ممکن وجائز ہیں کہ آپ ﷺ خود درود شریف سنتے ہیں اور ملائکہ بھی یہ خدمت سرانجام دیتے ہیں

۱۔ حافظ ابن حجر مکی (ت، ۹۷۴) شرح مشکوۃ میں رسول اللہ ﷺ کی دائمی زندگی اور درود وسلام سننے کے بارے میں رقمطراز ہیں

يُؤْخَذُ مِنْ هٰذِهِ الْاَحَادِيْثِ اَنَّهٗ ﷺ حَيٌّ عَلَى الدَّوَامِ لِاَنَّهٗ يَسْتَحِيْلُ عَادَةً اَنْ يَّخْلُوَ الْوُجُوْدُ كُلُّهٗ مِنْ وَاحِدٍ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ فِيْ لَيْلٍ وَّنَهَارٍ وَ قَدْ اَجْمَعُوْا عَلٰى اَنَّهٗ ﷺ حَيٌّ يُرْزَقُ فِيْ قَبْرِهٖ وَاِنَّ جَسَدَهُ الشَّرِيْفَ لَا تَأْكُلُهُ الْاَرْضُ وَ اِنَّ رُوْحَهُ الْقُدْسِيَّةَ لَمَّا تَجَرَّدَتْ عَنِ الْعَلَائِقِ الدُّنْيَوِيَّةِ صَارَ لَهَا قُوَّةُ الْعُرُوْجِ وَالْاِتِّصَالِ بِالْمَلَاءِ الْاَعْلٰى فَارْتَفَعَتْ جَمِيْعُ حُجُبِهَا الْحِسِّيَّةِ فَتَرٰى جَمِيْعَ مَا يَصِلُ اِلَيْهَا مِنَ الْاُمَّةِ مِنْ صَلَاةٍ وَّسَلَامٍ وَغَيْرِهِمَا كَالْمُشَاهِدِ (۱)

(ان احادیث سے یہ مسئلہ سامنے آجاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ دائمی زندہ ہیں کیونکہ یہ محال ہے کہ دن رات میں کوئی لمحہ ہو جب کوئی آپ ﷺ کو سلام نہ عرض کر رہا ہو تو اُمت کا اس پر اجماع ہے کہ آپ ﷺ زندہ اور

قبرِ انور میں رزق دیا جاتا ہے اور آپ ﷺ کے جسم اقدس کو مٹی نہیں کھا سکتی اور آپ کا روح پاک تعلقاتِ بدنی سے جدا ہو گیا اور ملاء اعلیٰ سے اتصال اور عروج کی وجہ سے اس قدر قوی ہے کہ تمام حجابات ختم تو اب آپ ﷺ تمام اُمت کے صلاۃ وسلام کو مشاہدہ کرنے والے کی طرح دیکھتے اور جانتے ہیں)

رسول اللہ ﷺ کے ارشاد عالی

فَاِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِيْ حَيْثُ كُنْتُمْ

(تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے تم کہیں بھی ہو)

کے تحت شارح بخاری امام محمد قسطلانی (ت، ۹۲۳) امام بیضاوی سے نقل کرتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے

لِاَنَّ نُفُوْسَ الْقُدْسِيَةِ اِذَا تَجَرَّدَتْ عَنِ الْعَلَائِقِ الْبَدَنِيَّةِ عَرَجَتْ اَوْ اِتَّصَلَتْ بِالْمَلَاءِ الْاَعْلٰى فَلَمْ يَبْقَ لَهَا حِجَابٌ فَتَرَى الْكُلَّ كَالْمُشَاهِدِ بِنَفْسِهَا اَوْ بِاِخْبَارِ الْمَلَكِ لَهَا وَفِيْهِ سِرٌّ يَطَّلِعُ عَلَيْهِ مَنْ تَيَسَّرَ لَهٗ (۱)

(قدسی نفوس جب بدنی تعلقات سے جدا ہو کر بلند اور ملاء اعلی سے مل جاتے ہیں تو اب ان کے لئے پردہ باقی نہیں رہ جاتا وہ تمام کو مشاہدہ کرنے والے کی طرح خود دیکھتے ہیں یا ملائکہ آگاہ کر دیتے ہیں اور اس میں ایک ایسا راز ہے جس سے مطلع ہی آگاہ ہو سکتا ہے)

یہی تشریح امام شرف الدین حسن الطیبی (ت، ۷۴۳) نے قاضی بیضاوی سے نقل کی ہے (۲)

مولانا محمد انوار اللہ فاروقی (ت، ۱۳۳۵) خلیفہ مجاز حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی گفتگو نہایت ہی قابل توجہ ہے

روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ ایک فرشتہ تمام روئے زمین کے درود سنتا ہے اور

(۱) مسالک الحنفاء، ۲۴۳

خدمتِ آنحضرت ﷺ میں عرض کرتا ہے اور اس کو ویسی ہی سماعت دی گئی ہے جیسے ان دو فرشتوں کو دی گئی جو اس مقام پر مقرر ہیں کہ درود پڑھنے والوں کے حق میں دعائے خیر کیا کریں جن کا حال ابھی معلوم ہوا

بلا واسطہ درود شریف کا سماعت فرمانا

جب اتنی حدیثوں سے یہ بات ثابت ہے کہ بعض فرشتوں کے پاس قرب و بعد یکساں ہے اور آنِ واحد میں ہر شخص کی آواز برابر سنتے ہیں تو اب اہل ایمان کو آنحضرت ﷺ کے احاطۂ علمی میں شک کا کیا موقع ہوگا؟

اس لیے کہ مبنیٰ شک و انکار کا یہی تھا کہ اس میں شرک فی الصفت لازم آتا ہے پھر جب آنحضرت ﷺ کے خدام میں یہ صفت موجود ہے تو چاہیے کہ خود آنحضرت ﷺ میں بطریقِ اولیٰ اور بوجہِ اتم ہو چنانچہ خود آنحضرت ﷺ نے اس کی تصریح فرمادی

كَمَا فِي الطَّبْرَانِيْ لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يُصَلِّيْ عَلَيَّ اِلَّا بَلَغَنِيْ صَوْتُهٗ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ وَبَعْدَ وَفَاتِكَ قَالَ وَبَعْدَ وَفَاتِيْ اِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ ذَكَرَهُ ابْنُ حَجَرِ الْمَكِّيْ فِي الْجَوْهَرِ الْمُنَظَّمِ (۱)

(فرمایا جو کوئی مجھ پر درود بھیجتا ہے اس کی آواز میں سنتا ہوں تو صحابہ نے عرض کیا، کیا آپ کی وفات کے بعد بھی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم؟ فرمایا ہاں خدا تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد کو کھائے)

فرشتوں کا پہچانا مزید تعظیم ہے

تمام اہل علم نے صراحۃً لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے درود و سلام کو خود سننے اور ملائکہ کے پہچاننے میں کوئی منافات و تضاد نہیں، ان دونوں کا اجتماع ممکن ہے یعنی آپ ﷺ کے خود سننے کے باوجود فرشتے بھی اسے پیش کرتے ہیں تاکہ آپ ﷺ کی مزید تعظیم و اکرام کا اظہار ہو، آیئے چند تصریحات کا مطالعہ کرتے ہیں۔

جب خود سنتے ہیں تو ملائکہ کے پہنچانے کا کیا معنی؟ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں

وَتَبْلِيْغُ الْمَلَكِ لِذٰلِكَ اِنَّمَا هُوَ لِمَزِيْدِ التَّشْرِيْفِ وَالتَّكْرِيْمِ وَالْاِجْلَالِ وَالتَّعْظِيْمِ اَلَا تَرٰى اِلٰى مُلُوْكِ الدُّنْيَا تُعْرَضُ عَلَيْهِمُ الْهَدَايَا فِي الْمَلَاءِ وَاِنْ عَلِمُوْا بِهَا فِي السِّرِّ اِظْهَارًا لِعَظْمَتِهِمْ وَقَدْ يَكُوْنُ فِيْهِ اِظْهَارٌ لِعَظْمَةِ الْمُهْدِيْ فَكَذَا مَا نَحْنُ فِيْهِ (۱)

(فرشتوں کا درود پہچانا مزید عزت و شرف اور تعظیم و اکرام ہے جیسے دنیاوی بادشاہوں کو تحائف پیش کیے جاتے ہیں حالانکہ وہ انھیں جانتے ہوتے ہیں تاکہ ان کی عظمت کا اظہار ہو اور کبھی اس میں تحفہ دینے والے کی عظمت کا اظہار بھی مقصود ہوتا ہے جیسے زیر نظر مسئلہ کا معاملہ ہے)

۲۔ شرح قصیدۃ الھمزیہ میں مختلف روایات میں تطبیق و موافقت دیتے ہوئے رقمطراز ہیں

اِنَّهٗ ﷺ يُبْلَغُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِذَا صَدَرَ مِنْ بُعْدٍ وَيَسْمَعُهَا اِذَا كَانَ عِنْدَ قَبْرِهِ الشَّرِيْفِ وَمَعَ سِمَاعِهٖ لَهُمَا يُبْلَغُهَا اَيْضًا زِيَادَةً فِيْ اِكْرَامِ الزَّائِرِ وَالْاِعْتِنَاءِ بِشَانِهٖ وَالْاِسْتِمْدَادِ لَهٗ بِذٰلِكَ سَوَاءٌ لَيْلَةُ الْجُمُعَةِ اَوْ غَيْرُهَا (۲)

(صلاۃ و سلام رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچائے جاتے ہیں جبکہ ان کا صدور دور سے ہو اور آپ انہیں خود سنتے ہیں جب قبر انور کے قریب ہوں، دونوں کے خود سننے کے باوجود زائر کے اہتمام شان و راس کی استمداد کی وجہ سے پہچائے بھی جاتے ہیں خواہ جمعہ کی رات ہو یا کوئی اور وقت ہو)

(۱) الفتوحات الربانیہ۔ ۳، ۳۱۵
(۲) المنح المکیۃ، ۴۹۶

ان میں کوئی تضاد نہیں

مولانا محمد انوار اللہ فاروقی (ت، ۱۳۳۵) اسی حقیقت کو اِن الفاظ میں تعبیر کرتے ہیں۔

رہی یہ بات کہ جب آنحضرت ﷺ خود سنتے ہیں تو پھر درود سلام پہنچانے پر اتنے عظیم الشان وکثیر التعداد فرشتے مقرر ہیں جن کا حال کچھ معلوم ہوا اور کچھ معلوم ہوگا اس سے کیا فائدہ؟

سو اس کا جواب یہ ہے کہ آخر حق تعالیٰ کے حضور میں بھی اعمال بذریعہ ملائکہ پیش ہوا کرتے ہیں اور باوجود اس کے صفت علمیہ کا انکار ممکن نہیں۔ حاصل یہ کہ شے واحد کے حصول علم کے طریقے اگر متعدد ومختلف ہوں تو کچھ قباحت لازم نہیں آتی بلکہ اس سے کمال قدرت وعظمت الٰہی معلوم ہوتی ہے اسی طرح آنحضرت ﷺ کے علم کے بھی دو طریقے ٹھہرائے گئے ہیں۔

پہلا طریقہ

صفتِ علمیہ جو کمال نشاء انسانی ہے عطا کی گئی تا کہ اس کے حاصل کرنے میں افضل مخلوقات کی احتیاج ان ملائک کی طرف نہ ہو جو فی الحقیقت خدام آپ ﷺ کے ہیں۔

دوسرا طریقہ

یہ کہ عظیم الشان ملائک اس خدمت پر مامور کیے گئے جس سے شان مصطفائی اور تزک فرماں روائی اپنے حبیب ﷺ کی تمام انبیاء ملائک پر آشکار ہو جائے اور وہ خصوصیت وعظمت جو ازل سے سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ واسلام کی نسبت مرعی ہو رہی ہے جس کی وجہ سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نام مبارک کو اپنے انجاح مرام کا وسیلہ اور ذریعہ ٹھہرایا کہ بعد نشاء عنصری حضرت ﷺ کے بھی سب پر مشہود ومنکشف ہو جائے (۱)

اس موقعہ پر مولانا انور شاہ کشمیری (ت، ۱۳۵۲) کا حوالہ سامنے لانا ضروری ہے

(۱) انوار احمدی، ۹۴، ۹۵، مطبوعہ مظہر علم لاہور

ہیں کیونکہ یہ علماء دیوبند کے مسلمہ فاضل اور محدث ہیں، انہوں نے بھی صاف الفاظ میں لکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے درود شریف سننے اور فرشتوں کے پیش کرنے میں کوئی تضاد نہیں۔ دونوں صورتیں ہو سکتیں ہیں اور پھر مثال دی جیسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں لوگوں کے اعمال فرشتے پہنچاتے ہیں حالانکہ بلا شبہ رب العزت خود بھی کامل طور پر آگاہ ہیں، ان کی عبارت خود پڑھیے الفاظِ حدیث ''رَأَيْتُ بِضْعَةً وَّثَلَاثِيْنَ اَنْ يَكْتُبَهَا'' کے تحت لکھتے ہیں۔

وَاعْلَمْ اَنَّ حَدِيْثَ عَرْضِ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ لَايَقُوْمُ دَلِيْلاً عَلٰى نَفْيِ عِلْمِ الْغَيْبِ وَ اِنْ كَانَ الْمَسْئَلَةُ فِيْهِ اَنَّ نِسْبَةَ عِلْمِهٖ ﷺ وَعِلْمِ اللهِ تَعَالٰى كَنِسْبَةِ الْمُتَنَاهِيْ بِغَيْرِ الْمُتَنَاهِيْ لِاَنَّ الْمَقْصُوْدَ بِعَرْضِ الْمَلَائِكَةِ هُوَ تِلْكَ الْكَلِمَاتُ بِعَيْنِهَا فِيْ حَضْرَتِهِ الْعَالِيَةِ عَلِمَهَا مِنْ قَبْلُ اَوْ لَمْ يَعْلَمْ كَعَرْضِهَا عِنْدَ رَبِّ الْعِزَّةِ وَرُفِعَ الْاَعْمَالُ اِلَيْهِ فَاِنَّ تِلْكَ الْكَلِمَاتِ بِمَا يَحَيَّا بِهٖ وَجْهَ الرَّحْمٰنِ فَلَا يَنْفِي الْعَرْضُ الْعِلْمَ فَالْعَرْضُ قَدْ يَكُوْنُ لِلْعِلْمِ وَ اُخْرٰى لِمَعَانٍ اَخَرَ فَاعْرِفِ الْفَرْقَ (۱)

(واضح رہے کہ نبی اکرم ﷺ پر ملائکہ کے درود پیش کرنے والی حدیث، علم غیب کی نفی پہ دلیل نہیں بن سکتی، اگرچہ علم غیب کے بارے میں معاملہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے علم کی نسبت، اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ متناہی کی نسبت غیر متناہی کی طرح ہے کیونکہ فرشتوں کے پیش کرنے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ درود شریف کے بعینہ کلمات بارگاہِ عالیہ نبویہ میں پہنچا دیں خواہ رسول للہ ﷺ نے اِن کلمات کو پہلے جانا ہو یا نہ جانا ہو، دربار رسالت میں کلماتِ درود پیش کرنے کا معاملہ اس طرح سے ہے جیسے

(۱) فیض الباری، ۲، ۳۰۲

رب العزت کی بارگاہ میں یہ کلمات طیبات پیش کیے جاتے ہیں اور اس کی بارگاہ الوہیت میں اعمال بندگان لے جائے جاتے ہین کیونکہ ان کلماتِ طیبات سے ذات رحمٰن کی خدمت اقدس میں تحیہ وتحفہ پیش کیا جاتا ہے لہٰذا یہ پیش کرنا علم اور جاننے کے منافی نہیں لہٰذا کسی چیز کا پیش کرنا کبھی جاننے کے لیے ہوتا ہے اور کبھی اس سے دیگر مقاصد ومعانی مراد ہوتے ہیں، اِس فرق کو اچھی طرح جان لینا چاہیے)

تبلیغ بھی اور سماع بھی

یہاں ایک اور اہم حوالہ بھی ملاحظہ کر لیجیے، ڈاکٹر خالد محمود لکھتے ہیں

شیخ الاسلام حضرت مولانا السید حسین احمد مدنی کا یہ حوالہ یاد رکھنے کے قابل ہے آنحضرت ﷺ کا اس زائر کے سلام کا جواب دینا یقینی اور متفق علیہ ہے اور غیر زائر کو جواب دینا علماء کے نزدیک مختلف فیہ ہے، بعض روایات کی بنا پر علماء نے جمع کی یہ صورت بیان فرمائی ہے کہ سلامِ غائب کی صرف بذریعہ ملائکہ تبلیغ ہوتی ہے اور سلام حاضر کی تبلیغ بھی ہوتی ہے اور سماع بھی (۱)

عرض اور سماع میں منافات نہیں

یہاں پر واضح ہو رہا ہے کہ عرضِ ملائکہ اور سماع میں کوئی تعارض وتخالف نہیں یہ دونوں چیزیں اکٹھی ہو سکتی ہیں جیسے بارگاہِ الٰہی میں بندوں کے اعمال پیش بھی کیے جاتے ہیں اور وہ انہیں خود بھی جانتا ہے، رہا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش وعرض کی توجیہ تو لازم ہے کیونکہ اس کا خود علم رکھنا قطعی ہے مگر رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ توجیہ لازم نہیں کیونکہ آپ ﷺ کے علم کو یہ قطعی درجہ حاصل نہیں

ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ بارگاہ الٰہی میں عرضِ اعمال کی توجیہ لازم ہے اور حضور ﷺ کے حوالہ سے نہیں مانتے اور نہ ہی ہم اس کا دعوی کر رہے ہیں ہم تو اتنا کہہ رہے ہیں کہ عرضِ ملائکہ اور از خود سماع میں تعارض نہیں اور اسے تم بھی تسلیم کرتے ہوئے

(۱) مقام حیات، ۴۶۲، بحوالہ مکتوبات شیخ الاسلام، ۱، ۲۴۲

لازم قرار دے رہے ہو

تو ہم بھی اس سے یہی ثابت کرنا چاہ رہے ہیں کہ عرض وسماع میں تضاد نہیں جیسے اوپر شیخ انور شاہ کشمیری اور شیخ حسین احمد مدنی نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ تبلیغ ملائکہ اور سماع نبوی ﷺ میں ہرگز تضاد نہیں

امام احمد رضا قادری (ت، ۱۳۴۰) نے سوال وجواب ان الفاظ میں ذکر کیا کہ ہمارے مخالف نے لکھا ہے:

تَاوِيْلُ ذٰلِكَ فِيْ حَقِّ اللهِ تَعَالٰى وَاجِبٌ لِاِسْتِحَالَةِ عَدَمِ الْعِلْمِ بِشَئٍ فِيْ حَقِّهٖ اِجْمَاعًا وَ اَمَّا تَاوِيْلُ مَا يَتَعَلَّقُ بِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَلَا يُصَارُ اِلَيْهِ لِعَدَمِ الْاِسْتِحَالَةِ الْمَذْكُوْرَةِ فِيْ حَقِّهٖ بَلْ يَجِبُ اِلْقَاؤُهٗ عَلٰى ظَاهِرِهٖ لِعَدَمِ الضَّرُوْرَةِ دَاعِيَةٌ اِلٰى تَاْوِيْلِ كَمَا هِيَ الْقَاعِدَةُ الْمُقَرَّرَةُ فِيْ نُصُوْصِ الشَّرْعِ

(اللہ تعالیٰ کے حق میں یہ تاویل کرنا لازم ہے کیونکہ اس کے حق میں کسی شے کا علم نہ ہونا بالاتفاق محال ہے لیکن جن کا تعلق رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہے اس میں تاویل نہیں کی جائے گی کیونکہ آپ ﷺ کے حق میں محال مذکور لازم نہیں کیونکہ تاویل کا سبب ہی نہیں جیسے نصوص شرعیہ میں یہ ضابطہ مسلم ہے)

اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا کہ مخالف ہماری بات وجواب سمجھ ہی نہیں پایا! ہمارا کہنا ہرگز یہ نہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کے حق میں اس کی تاویل لازم ہے اس طرح ہم رسول اللہ ﷺ کے حق میں بھی لازم جانتے ہیں اگر ہم ایسا کہیں تو مخالف کو فرق بیان کرنے کا حق ہے۔

اِنَّمَا الْمُرَادُ اَنَّ الْعَرْضَ لَيْسَ مَقْصُوْدًا عَلٰى سَبْقَةِ عَدَمِ الْعِلْمِ بَلْ يَكُوْنُ مَعَ الْعِلْمِ اَيْضًا كَمَا فِيْ رَبِّنَا

الْعِلْمِ لِاسْتِحَالٍ فِيْ حَقِّهٖ تَعَالٰی لٰکِنَّهٗ غَیْرُ مُسْتَحِیْلٍ بَلْ وَاقِعٌ فَثَبَتَ اَنَّهٗ لَا یَدُلُّ عَلٰی عَدَمِ الْعِلْمِ الْمَعْرُوْضِ عَلَیْهِ فَبَطَلَ اِسْتِدْلَالُ الْمُسْتَدِلِّ بِاَحَادِیْثِ الْعَرْضِ لِاِحْتِمَالِ اَنْ یَّکُوْنَ وَ قَدْ عَلِمَ ﷺ هٰذَا مَعْنَی الْجَوَابِ (۱)

(ہمارا مقصد و مراد صرف اتنا ہے کہ عرض و پیش کرنے کی صورت فقط یہی نہیں ہوتی کہ پہلے علم نہ ہو بلکہ ہمارے رب تعالیٰ کے حق میں علم کے ساتھ ساتھ اعمال فرشتے پیش کرتے ہیں اگر عرض کے لیے عدم علم ضروری ہوتا تو یہ اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے لیکن یہاں محال نہیں بلکہ اس چیز کا وقوع ہے تو اس سے ثابت ہو گیا کہ پیش کیا جانا اس پر دلیل نہیں ہوتا کہ اس کا پہلے علم نہ ہو تو حدیث عرض سے مستدل کا استدلال باطل ٹھہرا کیونکہ ممکن ہے آپ ﷺ ملائکہ کی پیشگی سے پہلے اس کا علم رکھتے ہوں)

کہنا یہ ہے کہ ملائکہ کے پیش کرنے اور پہلے اس کا علم ہونے میں کوئی تضاد نہیں جیسے بادشاہ ہوں کو بہت سے واقعات سنائے جاتے ہیں حالانکہ وہ اس کا پہلے علم رکھتے ہوتے ہیں

پیشگی کا متعدد دفعہ ہونا

پھر احادیث کا مجموعی مطالعہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں بندوں کے اعمال ہر روز صبح و شام، ہر جمعہ، ہر جمعرات اور شب برات میں پیش کیے جاتے ہیں اس طرح رسالتماب ﷺ کی خدمت اقدس میں ملائکہ سیاحین، قبر پر مقرر فرشتہ درود پڑھنے والے کے ساتھ مقرر فرشتہ، ہر جمعہ کے روز پھر قیامت کے روز اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔

اس پر احادیث مبارکہ نقل کرنے کے بعد امام احمد رضا قادری (ت، ۱۳۴۰) رقمطراز ہیں:

(۱) انباء الحی ء، ۲۸۶

فَاِذَا ثَبَتَ تَکْرَارُ الْعَرْضِ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مِرَارًا اَوْلَا وَجَبَ الْقَوْلُ بِاَنَّهٗ ﷺ تُعْرَضُ عَلَیْهِ کُلَّ صَلٰوةٍ مَعَ تَقَدُّمِ عِلْمِهٖ ﷺ بِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ اَوْ اَکْثَرَ کَانَ الْاِحْتِجَاجُ بِالْعَرْضِ عَلٰی عَدَمِ عِلْمِهٖ ﷺ مُجْتَثًّا مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَالَهٗ مِنْ قَرَارٍ وَ اِذَا جَازَ اَنْ تَکُوْنَ خَمْسُ مَرَّاتٍ بَعْدَ الْعِلْمِ فَمَا الَّذِیْ مَنَعَ اَنْ یَّکُوْنَ سَادِسُهَا السَّابِقُ عَلَیْهَا اَیْضًا بَعْدَهٗ وَاَیُّ عَقْلٍ اَوْ نَقْلٍ حَدَّ فِیْ ذٰلِكَ حَدًّا اَنْ لَّا یُعْرَضَ بَعْدَ الْعِلْمِ اِلَّا خَمْسَ مِرَارٍ مَثَلًا لَا اَکْثَرَ بَلْ اِذَا جَازَ فِیْ خَمْسٍ جَازَ عَشَرًا وَ جَازَ مِائَةً (۱)

(جب یہ احادیث بتا رہی ہے کہ سرور عالم ﷺ پر متعدد دفعہ درود و سلام پیش کیا جاتا ہے تو یہ ماننا لازم ہوگا کہ حبیب خدا ﷺ پر صلوٰۃ سلام پیش ہونے سے پہلے آپ اسے پانچ بار سے زیادہ دفعہ جانتے ہیں تو ملائکہ کی پیشگی جائز ہے تو اس میں کون مانع ہے کہ ان سے پہلے بھی آپ ﷺ کو علم ہو یہاں کون سی عقلی و نقلی دلیل ہے جو یہ حد بندی کرتی ہے کہ بعد از علم پانچ دفعہ پیشگی ہو سکتی ہے البتہ اس سے زائد کے بعد نہیں ہو سکتی بلکہ جب پانچ دفعہ علم کے بعد جائز ہے تو پھر دس اور سو دفعہ بھی جائز ہو سکتا ہے)

(۱) انباء الحی، ۲۹۳

فصل:

بارگاہ اقدس میں
دُرود شریف کا پیش ہونا سماع کے منافی نہیں

اِسی روایت کے مفہوم کو واضح کرتے ہوئے علامہ سید احمد سعید کاظمی لکھتے ہیں:

امر اول سے فراغت پا کر امر دوم کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ حضور ﷺ پر درود شریف پیش ہونے کا مضمون ناظرین کرام اس سے پہلے ہمارے بیان میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ جو اس دعوی کی روشن دلیل ہے۔ کہ حضور ﷺ قبر انور میں زندہ ہیں ورنہ درود شریف پیش ہونے کے معنی متحقق نہیں ہو سکتے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو درود کا علم کس طرح ہوتا ہے۔ حضور خود سنتے ہیں یا حضور ﷺ کو پہنچایا جاتا ہے۔ تو بعض لوگ کہتے ہیں کہ قبر انور پر درود پڑھا جائے تو حضور سنتے ہیں اور دور سے پڑھنے والوں کا درود حضور نہیں سنتے۔ بلکہ فرشتے حضور ﷺ کو پہنچا دیتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے قول کی دلیل میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پیش کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا اُبْلِغْتُهٗ

(یعنی جس شخص نے میری قبر کے پاس آ کر مجھ پر درود پڑھا میں اسے سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر دور سے درود پڑھا تو وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے)

حضور ﷺ کا سننا اسی وقت ہوتا ہے۔ جب قبر شریف کے پاس درود پڑھا جائے۔ اور جو درود دور سے پڑھا جائے۔ اسے حضور ﷺ نہیں سنتے وہ فرشتوں کے ذریعے حضور کو پہنچا دیا جاتا ہے۔

لیکن ہمارے نزدیک ہر شخص کا درود و سلام حضور ﷺ سنتے ہیں۔ درود و سلام پڑھنے والا خواہ قبر انور کے پاس حاضر ہو یا کہیں دور ہو قریب اور دور کا فرق رسول اللہ ﷺ کے لیے نہیں بلکہ درود و سلام پڑھنے والے کے لئے ہے۔ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ نزدیک اور دور کی قید عالمِ خلق کے لئے ہے۔ عالم امر کے لئے نہیں اس لیے روح زمان و مکان کی قید سے آزاد ہے۔ جب عام ارواح اس قید میں مقید نہیں تو روح اقدس جو روح الارواح ہے قرب و بعد کی قید میں کیوں کر مقید ہو سکتی ہے؟ علاوہ ازیں اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے یہ کہاں ارشاد فرمایا ہے۔ کہ دور سے درود پڑھنے والے کا درود صرف فرشتوں کے ذریعہ مجھے پہنچتا ہے میں اسے مطلقاً نہیں سنتا حضور ﷺ کے درود و سلام سننے اور آپ کی خدمت میں پہنچائے جانے سے متعلق متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں۔ اگر ان سب کو سامنے رکھ کر فکر سلیم سے کام لیا جائے تو یہ مسئلہ بڑی آسانی کے ساتھ سمجھ میں آ سکتا ہے۔ اس باب میں ایک حدیث ناظرین پڑھ چکے ہیں۔ کہ جس نے میری قبر انور پر آ کر درود پڑھا تو میں اسے سنتا ہوں اور جس نے دور سے پڑھا وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے دوسری حدیث میں وارد ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ وَ کَّلَ اللّٰهُ بِهٖ مَلَکًا یُبَلِّغُنِیْ وَ کُفِیَ اَمْرُ دُنْیَاهُ وَاٰخِرَهٖ وَ کُنْتُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ شَهِیْدًا اَوْ شَفِیْعًا

(حضرت ابو ہریرہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص میری قبر کے پاس آ کر مجھ پر درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہوا ہوتا ہے جو اس کا درود مجھے پہنچا دیتا ہے۔ اور وہ اپنے امر دنیا اور آخرت کی کفالت کیا جاتا ہے اور میں اُسکے لئے قیامت کے دن شہید یا شفیع ہوں گا)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قبر شریف پر جو درود پڑھا جاتا ہے۔ اسے بھی حضور ﷺ کے سامنے فرشتہ پیش کرتا ہے اب اگر فرشتہ کا حضور ﷺ کی بارگاہ میں درود پیش کرنا حضور ﷺ کے سننے کے منافی ہو تو اس حدیث کا واضح مطلب یہ ہوگا کہ میری

قبر پر جو درود پڑھا جائے ۔ میں اسے بھی نہیں سنتا۔ ایسی صورت میں یہ حدیث اس حدیث کے معارض (مخالف) ہوگی جس میں صاف موجود ہے۔

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ

(جو میری قبر پر درود پڑھتا ہے میں اسے سنتا ہوں)

علاوہ ازیں جس طرح اس حدیث سے قبر انور کے پاس درود پڑھنے والے درود کا حضور ﷺ کے پاس پہنچایا جانا ثابت ہوا۔ اسی طرح بعض دیگر احادیث درود شریف سننا حضور ﷺ کے لئے ثابت ہے۔ جیسا کہ احادیث کے ذیل میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰہُ اِلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْہِ السَّلَامَ (۱)

(نہیں کوئی جو سلام پڑھے مجھ پر لیکن اللہ تعالیٰ میری طرف میری روح لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں)

حدیث میں عموم

اس حدیث میں مانافیہ ہے احد نکرہ ہے سب جانتے ہیں کہ نکرہ حیز نفی میں عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ پھر من استغراقیہ عموم و استغراق پر نص ہے یعنی مجھ پر سلام بھیجنے والا کوئی شخص ایسا نہیں جس کے سلام کی طرف میری توجہ مبذول نہ ہوتی ہو خواہ وہ قبر انور کے پاس ہو یا دور ہو ہر ایک کے سلام کی طرف میں متوجہ ہوتا ہوں اور ہر ایک کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

یہ حدیث اس امر کی روشن دلیل ہے ۔ کہ درود پڑھنے والے ہر فرد کا درود حضور ﷺ خود سنتے ہیں اور سن کر جواب بھی دیتے ہیں خواہ وہ شخص قبر انور کے پاس ہو یا دور ہو۔

دیکھئے امام جلال الدین سیوطیؒ اسی حدیث ''اِلَّا رَدَّ اللّٰہُ اِلَیَّ رُوْحِیْ''

(۱) رواہ احمد وابوداؤد وبیہقی فی شعب الایمان

کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں

وَ یَتَوَلَّدُ مِنْ ھٰذَا الْجَوَابِ جَوَابٌ آخَرُ وَ ھُوَ اَنْ یَّکُوْنَ الرُّوْحُ کِنَایَۃً عَنِ السَّمْعِ وَ کَوْنُ الْمُرَادِ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَرُدُّ عَلَیْہِ سَمْعَہُ الْخَارِقَ لِلْعَادَۃِ بِحَیْثُ یَسْمَعُ الْمُسَلِّمَ وَ اِنْ بَعُدَ قُطْرُہٗ (۱)

(اور اس جواب سے ایک اور جواب پیدا ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ ردروح سے یہ مراد ہو کہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ پر آپ کی سمع خارق للعادۃ کو لوٹا دیتا ہے۔ اس طرح کہ حضور ﷺ سلام بھیجنے والے کے سلام کو سنتے ہیں خواہ وہ کتنا ہی دور کیوں نہ ہو)

حدیث سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ دور سے پڑھنے والے کا درود بھی سنتے ہیں۔ اسی باب میں اور بھی احادیث وارد ہیں۔ لیکن ہم نے قدر ضرورت پر اکتفا کیا۔ اور ہماری پیش کردہ حدیثوں سے ثابت ہو گیا۔ کہ جس طرح قبر انور کے پاس درود پڑھنے والے کا درود حضور ﷺ سنتے ہیں۔ اسی طرح دور والے کا درود بھی حضور ﷺ اپنے سمع سے سنتے ہیں اور جس طرح دور کا درود حضور کو پہنچایا جاتا ہے۔ اسی طرح قبر انور پر جو درود پڑھا جائے اسے بھی ایک فرشتہ حضور ﷺ پر پہنچاتا ہے

ثابت ہوا کہ پہنچانا سننے کے منافی نہیں اور سننا پہنچانے کے معارض نہیں۔ یعنی قریب اور دور کا درود حضور ﷺ سنتے بھی ہیں اور یہی دور اور نزدیک کا درود حضور کو پہنچایا بھی جاتا ہے۔ اس تقریر پر یہ شبہ وارد ہوگا کہ پہلی حدیث

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ وَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا اُبْلِغْتُہٗ

اس اُبْلِغْتُہٗ اور سَمِعْتُہٗ باہم متقابل معلوم ہوتے ہیں اور تقابل کی صورت میں سمع کا ابلاغ کیساتھ جمع ہونا محال ہے لہٰذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ جب فرشتے درود پہنچاتے ہیں تو اس وقت حضور ﷺ نہیں سنتے

(۱) انباء الازکیاء فی حیاۃ الانبیاء

جس کے جواب میں ہم یہ عرض کریں گے ۔ کہ جب ہم نے احادیث کی روشنی میں ثابت کر دیا کہ جو درود قبرِ انور کے پاس پڑھا جائے ۔ اسے بھی فرشتے پہنچاتے ہیں نیز یہ کہ نزدیک و دور سے ہر ایک درود پڑھنے والا جب درود پڑھتا ہے تو وہ اس حال میں پڑھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی طرف حضور کی روح مقدس اور جسم مبارک لوٹائی ہوئی ہوتی ہے اور حضور ﷺ ہر ایک کا درود سن کر خود جواب دیتے ہیں تو اس کے بعد اس شبہ کے لئے کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی ۔

رہا تقابل تو اس کے لئے مطلق سمع ضروری نہیں بلکہ سمع مخصوص بھی تقابل کے لئے کافی ہے ۔ اور وہ التفات خصوصی ہے ۔ اور بر تقدیرِ صحتِ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قبرِ انور پر آ کر درود پڑھنے والا چونکہ حاضری کی خصوصیت کا حامل ہے اس لئے اس کا درود اس قابل ہے کہ اسے التفات خاص کے ساتھ سنا جائے ۔

بلکہ قبرِ انور پر حاضری کی خصوصیت پر کیا منحصر ہے ۔ دور کے لوگ بھی اگر اس قسم کی کوئی خصوصیت رکھتے ہوں ۔ مثلاً کمال محبت و اشتیاق سے درود پڑھیں تو ان کے درود و سلام کے لئے بھی سمع خصوصی اور مخصوص التفات و توجہ کے ساتھ سمع اقدس کا جانا کچھ بعید نہیں بلکہ دلائل الخیرات کی ایک حدیث اس دعوی کی مثبت ہے ۔ صاحب دلائل الخیرات نے حضور ﷺ کا ارشاد بایں الفاظ وارد کیا اَسْمَعُ صَلٰوۃَ اَھْلِ مَحَبَّتِیْ وَ اَعْرِفُھُمْ ۔ مختصر یہ کہ ابلاغ اور سمع خصوصی کا تقابل مراد لینے کے بعد حدیث کا مطلب یہ ہوگا ۔ کہ جو شخص خصوصیت کے ساتھ میری قبر انور پر حاضر ہو کر (یا مثلاً کمال محبت و اشتیاق کی خصوصیت کا حامل ہو کر) مجھ پر درود پڑھتا ہے ۔ میں اس کے درود کو خاص توجہ کے ساتھ سنتا ہوں ۔ اور جو شخص دور سے (ان خصوصیات کے بغیر مجھ پر درود پڑھتا ہے (سماع معتاد کے باوجود) میں اس کی طرف خاص توجہ نہیں فرماتا صرف ملائکہ میری بارگاہ میں پہنچا دیتے ہیں ۔

ابلاغِ ملائکہ

ہے ۔ دراصل وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں ۔ کہ ابلاغ اور تبلیغ ملائکہ کا سبب حضور ﷺ کی لاعلمی ہے ۔ حالانکہ یہ محض غلط ہے ۔ کیونکہ اس سے پہلے بھی ہم ثابت کر چکے ہیں ۔ کہ قبر انور پر جو درود پڑھا جائے ۔ اسے حضور ﷺ سنتے بھی ہیں اور اسے ملائکہ بھی حضور ﷺ کے دربار میں پہنچاتے ہیں اگر فرشتوں کا پہنچانا لاعلمی کی وجہ سے ہوتا تو مزارِ مبارک پر جس درود کو حضور ﷺ خود سن رہے ہیں اس کے ابلاغ کی کیا ضرورت تھی ۔

فرشتوں کے درود پہنچانے کی حکمت

درود کے الفاظ درحقیقت ایک تحفہ اور ہدیہ ہیں تحفہ اور ہدیہ کے معنی کی تکمیل (مہدی لہ) کے محض سننے اور جاننے سے نہیں ہوتی بلکہ انہیں الفاظ کی پیش کش سے ہوتی ہے جو درود شریف کے لئے استعمال کئے گئے ہیں ۔

معلوم ہوا کہ فرشتوں کے درود پہنچانے کو مہدی لہ کے جاننے یا نہ جاننے سے کوئی تعلق نہیں یہ پہنچانا تو صرف اس لیے ہے کہ ہدیہ اور تحفہ کے معنی متحقق ہو جائیں اور اس ۔ ہم اپنے اس بیان کی تائید کے لئے فیض الباری کی ایک عبارت ہدیہ ناظرین کرتے ہیں ۔

وَ اعْلَمْ اَنَّ حَدِیْثَ عَرْضِ الصَّلٰوۃِ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ لَایَقُوْمُ دَلِیْلًا عَلٰی نَفْیِ عِلْمِ الْغَیْبِ وَ اِنْ کَانَتِ الْمَسْئَلَۃُ فِیْہِ اَنَّ نِسْبَۃَ عِلْمِہٖ ﷺ وَ عِلْمِہٖ تَعَالٰی کِنِسْبَۃِ الْمُتَنَاھِیْ بِغَیْرِ الْمُتَنَاھِیْ لِاَنَّ الْمَقْصُوْدَ بِعَرْضِ الْمَلَائِکَۃِ کَعَرْضِھَا عِنْدَ رَبِّ الْعِزَّتِ وَ رُفِعَ الْاَعْمَالُ اِلَیْہِ فَاِنَّ تِلْکَ الْکَلِمَاتِ مِمَّا یَحْیَا بِہٖ وَجْہَ الرَّحْمٰنِ فَلَا یُنَافِی الْعَرْضُ الْعِلْمَ فَالْعَرْضُ قَدْ یَکُوْنُ لِلْعِلْمِ وَاُخْرٰی لِمَعَانٍ اَخَرَ اِعْرِفِ الْفَرْقَ (اِنْتَھٰی) (۱)

(جاننا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ پر درود پیش کرنے کی حدیث علم غیب کی نفی پر دلیل نہیں بن سکتی ۔ اگرچہ علم غیب کے بارہ میں مسئلہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ متناہی کی نسبت غیر متناہی کی طرح ہے کیونکہ فرشتوں کی پیشکش کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ درود شریف کے کلمات بعینہا بارگاہ عالیہ نبویہ میں پہنچ جائیں ۔ حضور ﷺ نے ان کلمات کو پہلے جانا ہو یا نہ جانا ہو بارگاہ رسالت میں کلمات درود کی پیش کش بالکل ایسی ہے جیسے رب العزت کی بارگاہ میں یہ کلمات پیش کئے جاتے ہیں اور اس کی بارگاہ الوہیت میں اعمال اٹھائے جاتے ہیں کیونکہ یہ کلمات ان چیزوں میں سے ہیں جن کے ساتھ ذات رحمن جل مجدہ کو تحفہ پیش کیا جاتا ہے اس لئے یہ پیش کش علم کے منافی نہیں ۔ لہٰذا کسی چیز کا پیش کرنا کبھی علم کے لئے بھی ہوتا ہے ۔ اور بسا اوقات دوسرے معانی کے لئے بھی اس فرق کو خوب پہچان لیا جائے ۔ انتہی)

سماع کا تعلق صرف آواز سے ہے اور فرشتوں کی پیشکش صلوۃ وسلام کے کلمات بعینہا سے متعلق ہے ۔ رہا یہ امر کہ وہ کلمات بعینہا فرشتے کیوں کر پیش کرتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ صلوۃ وسلام کے بعینہا اصل کلمات کا پیش کئے جانے کے قابل ہونا امر محال نہیں لہذا تحت قدرت داخل ہوگا ''وَاللّٰهُ عَلٰى مَا يَشَاءُ قَدِيْرٌ''

فیض الباری کی منقولہ بالا عبارت سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ بارگاہ رسالت میں فرشتوں کا درود شریف پیش کرنا حضور ﷺ کی لاعلمی پر مبنی نہیں ہے کیونکہ یہ کلمات ان چیزوں میں سے ہیں بلکہ یہ کلمات درود بعینہا کو بطور تحفہ و ہدیہ پیش کرنا مقصود ہوتا ہے ۔ سننے اور جاننے کو اس پیش کش سے کوئی تعلق نہیں ۔

اس لئے قبر انور پر جو درود پڑھا جائے حضور ﷺ اسے سنتے بھی ہیں اور فرشتے بھی اسے پیش کرتا ہے علی ہذا دور سے جو لوگ درود شریف پڑھتے ہیں اسے فرشتے پیش کرتے ہیں ۔ اور سمع خارق للعادۃ سے حضور ﷺ سماع بھی فرماتے ہیں ۔

خلاصہ یہ کہ سَمِعْتُهٗ اور اُبْلِغْتُهٗ کے مابین پر زور دیکر جس سماع کی نفی

جاتی ہے ۔ وہ مطلق سماع نہیں بلکہ سماع مقید (بقید التفات خصوصی) ہے ۔ جس کے نظائر قرآن وحدیث میں بکثرت پائے جاتے ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

﴿ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ﴾

(ان کفار جن وانس کی آنکھیں ہیں ان سے دیکھتے نہیں اور کان ہیں ان سے سنتے نہیں)(۱)

یہاں مطلقاً سمع و بصر کی نفی مراد نہیں بلکہ سمع مخصوص اور بصر مخصوص کی نفی مراد ہے نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

﴿ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴾ (۲)

(اور نہ دیکھے گا اللہ تعالیٰ ان کی طرف قیامت کے دن)

یہاں بھی مطلقاً دیکھنے کی نفی فرمائی گئی ہے جو نظر رحمت کے ساتھ دیکھنا ہے

حدیث شریف میں وارد ہے کہ 'قُلْ تُسْمَعْ' (آپ فرمایئے کہ سنے جائیں گے) (بخاری شریف) یہاں بھی مطلقاً سمع مراد نہیں بلکہ سماع خاص مراد ہے

ایسے ہی سَمِعْتُهٗ سے سماع خصوصی یعنی توجہ اور التفات خاص کے ساتھ سننا مراد ہے اور اگر بر بنائے تقابل اُبْلِغْتُهٗ کو نفی سماع پر محمول کیا جائے تو نفی اسی کی ہوگی جس کا سَمِعْتُهٗ سے ثبوت ہوا تھا ۔ اور ثابت کر چکے ہیں کہ ثبوت سماع خصوصی کا ہے لہٰذا نفی بھی اسی سماع خاص کی ہوگی ۔

ایک شبہ کا ازالہ

اگر ابلاغ ملائکہ کے باعث سماع خاص کی نفی مراد لی جائے تو جو درود قبر انور پر پڑھا جاتا ہے ۔ اس کو بھی ملائکہ پہنچاتے ہیں ۔ ایسی صورت میں قبر انور پر پڑھے جانے والے درود کا بھی سماع خصوصی کے ساتھ سننا منفی قرار پائے گا ۔

جواب

ہم نے جس ابلاغ کو سماع خصوصی کا مقابل مانا ہے وہ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ نَائِيًا

(۱) الاعراف: ۱۷۹ (۲) آل عمران: ۷۷

کی شرط سے مشروط ہے مطلق ابلاغ ہمارے نزدیک سماع خصوصی کے منافی نہیں پھر نا بینا سے محض ظاہری دوری والے مراد نہیں بلکہ وہ تمام افراد مراد ہیں جو قرب ظاہری و معنوی کی خصوصیت سے محروم ہوں جیسا کہ مَنْ صَلّٰی عِنْدَ قَبْرِیْ کے عموم میں وہ تمام اشخاص شامل ہیں جو عندیت ظاہری یا باطنی کی خصوصیت کے حامل ہوں۔

یہ گفتگو اس تقدیر پر ہے کہ اس حدیث کو صحیح مان لیا جائے۔ اور اگر صحیح نہ ہو تو ہم کہ ان شاء اللہ آگے چل کر معلوم ہوگا تو نفی سماع کی بنیاد ہی باقی نہیں رہتی (۱)

غزالی زماں کی تائید

حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی (ت ۱۴۰۶) کی بات کہ سَمِعْتُهٗ سے مراد خصوصی سماعت ہے کی تائید اسی روایتِ مبارکہ کے یہ الفاظ بھی کر رہے ہیں جو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے

ڈاکٹر خالد محمود شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے حوالے سے لکھتے ہیں

نیز ابن عمر آمدہ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ زِدْتُّ عَلَیْهِ وَمَنْ صَلّٰی فِیْ مَکَانٍ آخِرٍ بَلَّغُوْنِیْهِ (۲)

(حضرت ابن عمر سے مروی ہے حضور نے فرمایا جو شخص مجھ پر میری قبر پر آکر درود پڑھتا ہے میں اس کا جواب اس سے بڑھ کر دیتا ہوں اور جو کوئی دوسری جگہ پڑھتا ہے وہ فرشتے پہنچاتے ہیں)

یہاں زِدْتُّ عَلَیْهِ (میں اس کا بڑھ کر جواب دیتا ہوں) کے الفاظ نہایت ہی واضح کر رہے ہیں کہ قریبی کے سلام کا جواب خصوصیت کا حامل ہے جو دوسرے کے سلام کو حاصل نہیں۔

(۱) حیات النبی، ۶۳

(۲) مقام حیات، ۵۳۶، بحوالہ جذب القلوب

فصل:

ایک روایت کا معنی و مفہوم

کتاب و سنت میں بڑی تفصیل کے ساتھ آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام امتوں اور انبیاء علیہم السلام پر عینی گواہ بنایا، آپ ﷺ تمام کائنات و مخلوق پر شاہد کا درجہ رکھتے ہیں۔

احادیث صحیحہ میں موجود ہے کہ آپ ﷺ اُمت کے اعمال سے تفصیلاً آگاہ رہتے ہیں۔

پھر اس حدیثِ حسن پر گفتگو گزری کہ

آپ ﷺ نے فرمایا کہ کائنات میں کہیں بھی کوئی مجھ پر سلام کہتا ہے تو میں سن کر اس کا جواب دیتا ہوں۔

یہاں تک حدیث آئی ہے کہ

میں دور و شریف پڑھنے والوں کی آواز تک کو سن لیتا ہوں

الغرض ان تمام دلائل و شواھد میں کہیں کوئی تقسیم موجود نہیں کہ میں صرف قریب سے سنتا ہوں اور دور سے نہیں سن سکتا فقط ملائکہ ہی پہنچاتے ہیں

تقسیم والی روایت

مگر ایک ایسی روایت کتب میں ہے کہ جس میں بظاہر تقسیم نظر آتی ہے کہ مزار اقدس کے پاس پڑھا جانے والا درود شریف آپ ﷺ خود سنتے ہیں اور دور سے پڑھا جانے والا درود شریف ملائکہ پہنچاتے ہیں، ہم یہاں اس پر گفتگو کرنا چاہ رہے ہیں تا

اس روایت کے مبارک الفاظ یہ ہیں۔

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ فَسَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا اُعْلِمْتُهٗ

(جو مجھ پر میری قبر کے پاس درود پڑھے میں اسے سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھے میرے علم میں لایا جاتا ہے)

یہ روایت موضوع ہے

پہلی بات یہ ہے کہ متعدد ائمۂ محدثین اور اہلِ علم نے اس روایت کو موضوع اور گھڑت قرار دیا ہے مخالفین کے گھر کے لوگ، شیخ ابنِ تیمیہ، ابنِ قیم، ابنِ عبدالہادی اور البانی نے اسے ضعیف وموضوع کہا ہے مثلاً

۱۔ شیخ ابنِ قیم (ت، ۷۵۱) یہی روایت نقل کر کے کہتے ہیں

هٰذَا الْحَدِیْثُ غَرِیْبٌ جِدًّا (۱)

(یہ حدیث نہایت ہی غریب ہے)

۲۔ اس کے راویوں میں سدی صغیر ہیں جنہیں محدثین نے کذاب قرار دیتے ہوئے واضح کیا کہ یہ روایت موضوع ہے، اس حقیقت کو متعدد اہلِ علم نے آشکار کیا ہے شیخ ابنِ عبدالہادی نے اسے موضوع قرار دیتے ہوئے کہا

هٰذَا الْحَدِیْثُ مَوْضُوْعٌ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَیْسَ لَهٗ اَصْلٌ وَ لَمْ یُحَدِّثْ اَبُوْهُرَیْرَةَ وَ لَا اَبُوْ صَالِحٍ وَ لَا الْاَعْمَشُ وَ مُحَمَّدُ بْنُ مَرْوَانَ السُّدِّیُ مُتَّهَمٌ بِالْکِذْبِ وَالْوَضْعِ (۲)

(یہ روایت رسول اللہ ﷺ کے حوالہ سے گھڑی گئی ہے اس کی کوئی اصل ہی نہیں اسے نہ حضرت ابوہریرہ نے نہ ابوصالح نے اور نہ ہی اعمش نے روایت کیا، اس کا راوی محمد بن مروان سدی کذاب اور احادیث گھڑنے والا ہے)

(۱) جلاء الافہام، ۱۹

(۲) الصارم المنکی، ۲۸۳

غزالی زماں کی علمی گفتگو

ہم یہاں غزالی زمان حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی (ت، ۱۴۰۶) کی گفتگو نقل کیے دیتے ہیں لکھتے ہیں۔

رہی حدیثِ بیہقی بروایتِ ابوھریرہ جسے تھانوی صاحب نے مشکوۃ شریف سے نقل فرمایا ہے۔ تو درحقیقت اس مسئلہ میں تھانوی صاحب کے استدلال کی جان یہی حدیث ہے

تھانوی صاحب کی پیش کردہ حدیث پر کلام

جس طرح تھانوی صاحب نے ہماری پیش کردہ حدیث کی سند پر اور متن پر کلام کیا ہے۔ ہمیں بھی حق ہے۔ کہ تھانوی صاحب کے دعوی کی بنیادی حدیث کے متن و اسناد پر ہم بھی کلام کریں۔ متنِ حدیث پر ہمارا کلام گذشتہ صفحات پر ناظرین کرام نے ملاحظہ فرمالیا ہوگا۔ اب اس کی اسناد پر کلام کرتے ہیں۔

تھانوی صاحب نے بیہقی کی اس حدیث کو بروایت ابوھریرہ مشکوۃ سے نقل کیا ہے جس میں سند مذکور نہیں ہم اس حدیث کو خود امام بیہقی کی تصنیف رسالہ "حیاۃ الانبیاء" سے مع سند نقل کرتے ہیں۔ اور امام بیہقی نے نیز ان کے رسالہ حیاۃ الانبیاء کے شارح نے اس کی سند پر جو کلام کیا ہے۔ اسے بھی لفظ بلفظ نقل کرتے ہیں

اَخْبَرَنَا عَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بِشْرَانَ اَنْبَاَ اَبُوْ جَعْفَرِ الرَّزَازِ ثَنَا عِیْسٰی بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الطَّیَالِسِیُ ثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ عَمْرٍو الْحَنَفِیُ ثَنَا اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ "مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُهٗ وَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا اُبْلِغْتُهٗ" اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ هٰذَا هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ مَرْوَانَ السُّدِّیُ فِیْمَا اَرٰی وَفِیْهِ نَظْرٌ (۱)

(۱) رسالہ حیات الانبیاء للبیہقی، ۱۲

حدیث حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر امام بیہقی کی جرح

دیکھئے امام بیہقی نے اس حدیث کے راوی ابوعبدالرحمن کی تشریح کرتے ہوئے بتایا کہ میرے نزدیک ابوعبدالرحمن ہی محمد بن مروان سدی ہے۔ اور اس میں نظر ہے وَفِیْہِ نَظَرٌ، الفاظ جرح میں سے ہے(۱)

حدیث ابوھریرہ رضی اللہ عنہ پر شارح حیات الانبیاء کی جرح

اس حدیث کے تحت محمد بن الخانجی البوسنوی شارح حیاۃ الانبیاء فرماتے ہیں

حَدِیْثُ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ ھٰذَا نَسَبَہُ السَّیُوْطِیُّ فِی الْخَصَائِصِ الْکُبْرٰی اِلٰی اَصْبَھَانِیْ فِی التَّرْغِیْبِ وَالتَّرْھِیْبِ وَنَسَبَہٗ فِی الْجَامِعِ الصَّغِیْرِ اِلَی الْبَیْھَقِیْ وَ مُحَمَّدُ بْنُ مَرْوَانَ السُّدِّی الصَّغِیْرِ ضَعِیْفٌ اُتُّھِمَ بِالْکِذْبِ وَ قَدْ ذَکَرَ الْحَافِظُ الذَّھَبِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ فِیْ مِیْزَانِ الْاِعْتِدَالِ فِیْ تَرْجَمَۃِ السُّدِّیِ الْمَذْکُوْرِ (۱)

(ابوھریرہ کی حدیث کو سیوطی نے خصائص الکبریٰ میں اصبہانی کی طرف منسوب کیا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب ''الترغیب والترھیب'' میں اس کی روایت کی ہے اور جامع صغیر میں بیہقی کی طرف منسوب کیا ہے اور (ابوعبدالرحمن محمد بن مروان السدی الصغیر ضعیف ہے متہم بالکذب ہے اور حافظ ذہبی نے اس حدیث ابو ھریرہ کو میزان الاعتدال میں اسی سدی مذکور کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے)

ناظرین ذرا غور فرمایئے تھانوی صاحب کے دعوے کی سب سے بڑی دلیل حدیث ابوھریرۃ تھی۔ جس کی سند کا یہ حال ہے کہ اس کے راوی ابوعبدالرحمن محمد بن مروان السدی الصغیر پر خود امام بیہقی نے وفیہ نظر کہہ کر جرح کی پھر ان کے رسالہ حیاۃ الانبیاء کے شارح نے اسے ضعیف اور متہم بالکذب کہا اور امام ذہبی کے حوالہ سے یہ بتایا کہ انہوں نے میزان الاعتدال میں اسی کے تذکرہ میں تھانوی صاحب کی پیش کردہ

(۱) دیکھئے میزان الاعتدال جلد اول، ۳ طبع مصر

حدیث کو ذکر کیا ہے۔

حدیث ابوہریرہ پر امام ذہبی کی جرح

اب میزان الاعتدال اصل کتاب کو ملاحظہ فرمایئے امام ذہبی فرماتے ہیں

(مُحَمَّدُ بْنُ مَرْوَانَ)اَلسُّدِیُّ الْکُوْفِیُّ وَ ھُوَ السُّدِیُّ الصَّغِیْرُ یَرْوِیْ عَنْ ھِشَامِ بْنِ عُرْوَۃَ وَ الْاَعْمَشِ تَرَکُوْہُ وَاتَّھَمَہٗ بَعْضُھُمْ بِالْکِذْبِ وَ ھُوَ صَاحِبُ الْکَلْبِیِّ قَالَ الْبُخَارِیُّ سَکَتُوْا عَنْہُ وَ ھُوَ مَوْلَی الْخَطَائِیْنَ لَا یُکْتَبُ حَدِیْثُہُ الْبَتَّۃَ وَقَالَ اِبْنُ مَعِیْنٍ لَیْسَ بِثِقَۃٍ وَقَالَ اَحْمَدُ اَدْرَکْتُہُ قَدْ کَبُرَ فَتَرَکْتُہُ، اَلْعَلَاءُ بْنُ عَمْرٍو الْحَنَفِیُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَرْوَانَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ مَرْفُوْعًا مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ وَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا اُبْلِغْتُہٗ'' اِنْتَھٰی (۱)

(محمد بن مروان سدی کوفی ہیں اور وہ سدی صغیر ہے وہ ہشام بن عروہ اور اعمش سے روایت کرتا ہے محدثین نے اسے ترک کر دیا ہے بعض نے اسے متہم بالکذب کہا اور وہ صاحب کلبی ہے بخاری نے کہا سکتوا عنہ اور وہ مولائے خطائین سے ہے اس کی حدیث یقیناً نہیں لکھی جاتی اور ابن معین نے کہا کہ وہ ثقہ نہیں ہے امام احمد نے کہا میں نے اسے پایا وہ بوڑھا ہو گیا تھا میں نے اسے ترک کر دیا علاء بن عمرو الحنفی نے کہا ہم سے محمد بن مروان نے حدیث بیان کی اس نے اعمش سے روایت کی اعمش نے ابوصالح سے ابوصالح نے ابوہریرہ سے مرفوعاً روایت کی جس نے میری قبر کے پاس آکر مجھ پر درود پڑھا میں اسے سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر دور سے درود پڑھا وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے'' انتہیٰ)

میزان الاعتدال سے علامہ ذہبی کا جو بیان ہم نے نقل کیا اس سے یہ شبہ بھی دور ہو

ہوگیا کہ امام بیہقی نے فیما اری فرمایا ہے جو تردد کا مظہر ہے۔

میں عرض کروں گا کہ اگر فی الواقع یہ محل تردّد ہوتا تو امام ذہبی اسے ظاہر فرما دیتے۔ لیکن انہوں نے اس کے ترجمے میں بعینہا اسی روایت کو نقل کر کے اس شبہ کی جڑ کاٹ دی اور حقیقت حال کو بے نقاب کر دیا۔

ہمارے ناظرین نے تھانوی صاحب کی جرح بھی دیکھی اب ان کی پیش کردہ روایت پر ہماری جرح بھی ملاحظہ فرمائیں۔

ہماری پیش کردہ حدیث (بَلَغَنِیْ صَوْتُهٗ) کی سند میں کسی راوی کو تھانوی صاحب متہم بالکذب ثابت نہیں کر سکے مگر ان کی پیش کردہ حدیث کی سند میں محمد بن مروان کو ہم نے متہم بالکذب ثابت کر دیا اگرچہ جرح کے باب میں صحت روایت کا معیار اپنے مسلک کی روشنی میں ہم نے یہاں بیان نہیں کیا لیکن تھانوی صاحب کے پیش کردہ معیار پر تو یقیناً محلِ گفتگو باقی نہیں رہا اور یہ بات صاف ہوگئی کہ تھانوی صاحب نے سَمِعْتُهٗ کا اُبْلِغْتُهٗ سے تقابل کر کے ابو ہریرہ کی جس حدیث کو صحیح قرار دیا تھا وہ حدیث صحیح نہیں اور اس کی صحت پر انہوں نے اپنے احتمالات اور تاویلات کی جتنی عمارت قائم کی تھی وہ سب منہدم ہو کر رہ گئی (۱)

سند جید سے ثابت ہونا

البتہ کچھ محدثین نے لکھا کہ یہ روایت اگرچہ سُدی والی سند کے اعتبار سے موضوع ہے مگر اسے ایک اور سند سے امام ابو الشیخ نے نقل کیا ہے جس کے اعتبار سے یہ جید ہے نہ کہ موضوع

۱۔ حافظ ابن حجر عسقلانی (ت، ۸۵۲) لکھتے ہیں

اَخْرَجَ اَبُو الشَّیْخِ فِیْ کِتَابِ الثَّوَابِ بِسَنَدٍ جَیِّدٍ بِلَفْظِ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُهٗ (۲)

(امام ابو الشیخ نے سند جید کے ساتھ کتاب ثواب الاعمال میں یہ روایت

(۱) حیات النبی، ۶۷

(۲) فتح الباری ۶، ۳۷۹

ان الفاظ میں نقل کی ہے کہ جو میرے مزار کے پاس درود پڑھتے ہیں اسے سنتا ہوں)

۱۔ حضرت ملا علی قاری (ت، ۱۰۱۴) نے بھی یہ روایت نقل کر کے لکھا

رَوَاهُ اَبُو الشَّیْخِ وَابْنُ حَبَّانَ فِیْ کِتَابِ ثَوَابِ الْاَعْمَالِ بِسَنَدٍ جَیِّدٍ (۱)

(اسے امام ابو الشیخ اور ابن حبان نے کتاب ثواب الاعمال میں سند عمدہ کے ساتھ نقل کیا)

اور ہمارا بھی یہی موقف ہے کہ مذکورہ روایت اس سند کے اعتبار سے جید اور عمدہ ہے۔

روایات میں تطبیق وموافقت

پہلے یہ باتیں آشکار ہو چکی ہیں

۱۔ آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ اور اقوال اُمت آشکار کر رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جیسے قریب سے سنتے ہیں اسی طرح دور سے بھی سننے کی طاقت رکھتے ہیں

۲۔ پھر یہ ثابت ہے کہ قریب مزار درود کو جیسے رسول اللہ ﷺ خود سنتے ہیں اسے ملائکہ بھی پہنچاتے ہیں

۳۔ ملائکہ کا پہنچانا، سماعت کے منافی نہیں

۴۔ سماع فرمانا، ابلاغ ملائکہ کے منافی نہیں

لہٰذا دیگر نصوص وروایات اور اس روایت کے درمیان تطبیق موافقت پیدا کرنا ضروری ہے۔

روایت کے الفاظ مبارکہ

تطبیق دینے سے پہلے اس کے الفاظ مبارکہ اگر سامنے لے آئیں تو معاملہ خوب آشکار ہو جائے گا اس روایت کے امام ابو الشیخ کے حوالہ سے جو الفاظ منقول ہیں وہ اہلِ علم کی زبانی سنیے

۱۔ شیخ ابن قیم (ت، ۷۵۱) امام ابو الشیخ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ مِنْ

(۱) مرقاۃ المفاتیح، ۳، ۲۲

بَعِيْدٍ أُعْلِمْتُهٗ (۱)

(جو مجھ پر مزار کے پاس درود پڑھے میں اسے سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھے وہ میرے علم میں لایا جاتا ہے)

۲۔ امام محمد عبدالرحمن سخاوی (ت، ۹۰۳) نے بھی یہی الفاظ نقل کیے ہیں

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ مِنْ بَعِيْدٍ أُعْلِمْتُهٗ (۲)

(جو میرے مزار کے پاس درود پڑھے وہ میں سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھے وہ میرے علم میں لایا جاتا ہے)

آپس میں تضاد ہی نہیں

جب صحیح سند والے الفاظ سامنے آگئے تو اس سے واضح ہو رہا ہے کہ دیگر احادیثِ مبارکہ اور اس میں کوئی تضاد و تعارض ہی نہیں کیونکہ اس میں الفاظ ہیں

أُعْلِمْتُهٗ (درود میرے علم میں لایا جاتا ہے)

اس میں ملائکہ کا ہونا کہاں ضروری ہے اللہ تعالیٰ براہ راست تمام کائنات کے درود و سلام بلا واسطہ ملائکہ آپ ﷺ کے علم میں لے آتے ہیں، جیسے اُوپر فرمان نبوی گزرا

مَا مِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ رُوْحِيْ حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ

(جو بھی مجھ پر سلام پڑھے اللہ تعالیٰ میری روح پاک کو مجھ پر لوٹا دیتا ہے حتی کہ میں اس سلام کا جواب دیتا ہوں)

ائمہ اُمت نے ردِ روح کی وضاحت کر دی ہے کہ آپ ﷺ درود سنتے ہیں اور اس پر مطلع بھی ہوتے ہیں اور اس روایت

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ مِنْ بَعِيْدٍ أُعْلِمْتُهٗ

(جو دور سے درود پڑھے وہ میرے علم میں لایا جاتا ہے)

(۱) جلاء الافہام، ۱۹

نے بھی اسی حقیقت کو آشکار کر دیا ہے

تو رسول اللہ کے ارشادات میں کوئی تضاد نہیں گویا یہ روایت دیگر احادیث کی تائید کر رہی ہے

ملائکہ کا واسطہ ضروری نہیں

باقی أُعْلِمْتُهٗ (میرے علم میں لایا جاتا ہے)

میں ملائکہ کا واسطہ بننا ضروری نہیں اس پر اس موقف کے مخالف کی تصریح بھی ملاحظہ کر لیجیے

ڈاکٹر خالد محمود مذکورہ روایت کی غرابت اور اس کی وضاحت کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں

اس حدیث کی اکثر روایات میں ''أُبْلِغْتُهٗ'' ''يَا بُلِغْتُهٗ'' کے الفاظ ہیں متنِ مشکوٰۃ اور اس کے حاشیہ میں بیہقی کی روایت میں نسخہ کے اختلاف کا نشان موجود ہے لیکن ابوالشیخ کی روایت میں أُعْلِمْتُهٗ (مجھے اس کا علم دیا جاتا ہے) کے الفاظ ہیں

أُبْلِغْتُهٗ میں ملائکہ واسطہ بنتے ہیں اور أُعْلِمْتُهٗ میں ضروری نہیں

ہم عرض کرتے ہیں جب مروی روایات میں أُبْلِغْتُهٗ کے الفاظ موجود ہیں تو وہاں أَعْلِمْتُهٗ کے الفاظ کو بھی اسی معنی میں لیا جائے گا اور یہ غرابت کوئی مضر نہیں حدیث صحیح اور غریب میں کوئی تباین نہیں (۱)

گویا مخالفین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ أُعْلِمْتُهٗ (مجھے درود و سلام کا علم دیا جاتا ہے) میں واسطہ ملائکہ کا ہونا ضروری نہیں یہ بلا واسطہ بھی ہو سکتا ہے۔

أُبْلِغْتُهٗ 'أُعْلِمْتُهٗ' کے معنی میں ہے

ہماری گزارش یہ ہے کہ جب دیگر احادیث صحیحہ کا تقاضا ہے کہ دور سے پڑھا گیا درود شریف آپ ﷺ بلا واسطہ ملائکہ سن سکتے ہیں بلکہ فرمان نبوی ﷺ ہے جب کوئی درود شریف پڑھتا ہے تو مجھے اس کی آواز پہنچ جاتی ہے۔

اس سے یہ بھی آشکار ہو رہا ہے کہ اگر أُبْلِغْتُهٗ کو أُعْلِمْتُهٗ کے معنی میں کر لیا جائے تو معاملہ نہایت ہی آسان ہو جاتا ہے کیونکہ جب ہم أُعْلِمْتُهٗ کو أُبْلِغْتُهٗ کے معنی میں کرتے ہیں تو پھر روایات میں تضاد سامنے آجاتا ہے اور اگر اسے أُعْلِمْتُهٗ کے معنی

میں لے جائیں تو تضاد باقی نہیں رہ جاتا تو روایت کا معنی اور مفہوم ایسا کرنا چاہیے
سے تضاد رفع ہو جائے نہ یہ کہ تضاد لاحق و قائم رہے۔
باقی روایت کے الفاظ میں تقابل کے حوالہ سے دوسرے مقام پر تفصیلی گفتگو آئے گی۔

فصل:

سمع کی دو اقسام

بعض اہل علم نے روایت کا مفہوم یوں واضح کیا کہ سمع (سننا) دو طرح سے ہوتا ہے

حاسہ (معمول و عادت) کیساتھ سننا

خلاف معمول و عادت، اللہ تعالیٰ کی خصوصی عطا سے سننا

پہلی قسم کو سمع عرفی و عادی جبکہ دوسری قسم کو سمع علوی و الٰہی کہا جاتا ہے

اس ارشاد عالی میں آپ ﷺ نے سمع عرفی و عادی کا ذکر کیا ہے نہ کہ سمعِ علوی کا اس لیے

اہل علم نے اس کا مفہوم یہی بیان کیا ہے کہ یہاں قرب سے مراد عرفی قرب ہے مثلاً

امام ابن حجر مکی (ت، ۹۷۴) فتاوی میں لفظ عند کی تشریح میں لکھتے ہیں

اَلَّذِیْ یَظْهَرُ اَنَّ الْمُرَادَ بِالْعِنْدِیَّةِ اَنْ یَّكُوْنَ فِیْ مَحَلٍّ قَرِیْبٍ مِّنَ الْقَبْرِ (۱)

(لفظ عند یہی بتا رہا ہے کہ انسان عرفاً قبر کے قریب ہو)

امام محمد عبد الرحمن سخاوی (ت، ۹۰۲) فوائد باب رابع میں لکھتے ہیں

بعض خطباء کرام اور دیگر اہلِ علم جو بیان کرتے ہیں

اِنَّهٗ ﷺ یَسْمَعُ بِاُذُنِهٖ فِیْ هٰذَا الْیَوْمِ مَنْ یُّصَلِّیْ عَلَیْهِ فَهُوَ مَعَ حَمْلِهٖ عَلَی الْقَرِیْبِ لَا مَفْهُوْمَ لَهٗ (۱)

(آپ ﷺ جمعہ کے دن اپنے کانوں سے درود سنتے ہیں اسے قریب پڑھنے

(۱) فتاوی الکبریٰ

والے پر ہی محمول کیا جا سکتا ہے ورنہ اس کا مفہوم نہیں ہو سکتا)

۳۔ انہوں نے ہی امام نووی (ت ۶۷۷ھ) سے اس شخص کے بارے میں فتوی نقل کیا جس نے حلفاً کہا کہ رسول اللہ ﷺ درود خود سنتے ہیں ورنہ میری بیوی کو طلاق تو جواب میں فرمایا

لَا يُحْكَمُ عَلَيْهِ بِالْحَنْثِ لِلشَّكِّ فِي ذٰلِكَ وَالْوَرَعُ اَنْ يَّلْتَزِمَ الْحَنْثَ (۱)

(چونکہ اس معاملہ میں شک ہے لہٰذا اس پر حانث ہونے کا حکم جاری نہیں ہو سکتا البتہ بہتر یہ ہے کہ وہ حانث ہونے کا التزام کرے)

ان کے تحت امام احمد رضا قادری (ت ۱۳۴۰ھ) رقمطراز ہیں

وَ ذٰلِكَ لِاَنَّهُ مَبْنَى الْاَيْمَانِ عِنْدَهُ عَلَى الْحَقِيْقَةِ اللُّغَوِيَّةِ وَعِنْدَنَا عَلَى الْعُرْفِ، وَقَدْ اِتَّفَقَاهَا هُنَا اَنَّ السَّمْعَ هُوَ الْاِدْرَاكُ بِحَاسَّةِ الْاُذُنِ وَكَوْنُ ذٰلِكَ فِيْهِ ﷺ عَلٰى خَرْقِ الْعَادَةِ دَائِمًا مَشْكُوْكٌ وَبِالشَّكِّ لَا يَثْبُتُ الْحَنْثُ وَلٰكِنْ حَيْثُ تَطْرُقُ اِلَيْهِ الشُّبْهَةُ فَالْوَرَعُ اَلتَّنَزُّهُ (۲)

(کہ ان کے ہاں اقسام کا مدار حقیقتِ لغویہ پر اور احناف کے ہاں عرف پر ہے اس پر دونوں کا اتفاق ہے کہ یہاں سمع بمعنی حاسہ کے ساتھ ادراک ہے اور اس میں معمول خلافِ عادت ہونا مشکوک ہے لھذا حنث ثابت نہیں ہوتا ہاں شبہ ہو جانے کی وجہ سے بہتر یہی ہے کہ اسے حانث مان لیا جائے)

الغرض ان تمام عبارات میں سمع عرفی مراد ہے

پست سے پست آواز کا سننا

یہاں مخالف رائے رکھنے والوں کا بھی ایک اقتباس ملاحظہ کیجیے شیخ سرفراز خاں

(۱) القول البدیع، ۳۳۰

صفدر تذکرۃ الخلیل (۳۷) کے حوالہ سے لکھتے ہیں

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری سے منقول ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ حیات ہیں لہٰذا پست آواز سے سلام عرض کرنا چاہیے مسجد نبوی کی حد میں کتنی ہی پست آواز سے سلام عرض کیا جائے اس کو حضور ﷺ سنتے ہیں۔ (تسکین الصدور، ۳۴۶)

اگر مسجد صنعاء تک بڑھ گئی

پہلے مسجد نبوی ﷺ چھوٹی تھی اب خوب بڑھ گئی ہے مخالفین کے ہاں اب کشادہ ہونے کے باوجود وہاں پڑھا جانے والا درود وسلام آپ ﷺ خود سنتے ہیں اگر مسجد بڑھتے بڑھتے شہر صنعاء یمن تک چلی گئی تو پھر کیا فتویٰ ہوگا؟ اگر اس پر قائم رہے کہ مسجد نبوی ﷺ میں پڑھا جانے والا درود وسلام آپ ﷺ خود سنتے ہیں تو بحمد اللہ یہی ہمارا موقف ہے کہ درود وسلام کتنی ہی دور سے پڑھا جائے آپ ﷺ خود سنتے ہیں البتہ عزت کی خاطر ملائکہ بھی پیش کرتے ہیں۔

سمع کی دوسری قسم

سمع کی دوسری قسم پٹھہ کان اور ہوا کے واسطہ سے نہیں ہوتی بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے جیسے حدیثِ ولی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کی قوت بن جاتا ہے۔

حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب کوئی میرا ہو جاتا ہے تو

بِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یُبْصِرُ وَبِیْ یَمْشِیْ وَبِیْ یَبْطِشُ (۱)

(میری طاقت سے وہ سنتا ہے میری طاقت سے وہ دیکھتا ہے اور میری طاقت سے وہ گرفت کرتا ہے اور چلتا ہے)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ (۲)

(۱) فتح الباری، ۱۱، ۲۸۹

(مومن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے)

۱۔ اس کے تحت امام ابن الحاج (ت، ۷۳۷) کے الفاظ پڑھیے

اَلْمُؤْمِنُ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللهِ وَنُوْرُ اللهِ لَا يَحْجُبُهُ شَيْءٌ فِيْ حَقِّ الْاَحْيَاءِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَكَيْفَ مَنْ كَانَ مِنْهُمْ فِي الدَّارِ الْاٰخِرَةِ (۱)

(مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نور کے سامنے کوئی پردہ حائل نہیں ہوسکتا یہ ان اہل ایمان کا معاملہ ہے جو دنیا میں ہیں تو دارِ آخرت والوں کا مقام کیا ہوگا؟)

۲۔ قاضی عیاض مالکی (ت، ۵۴۴) نے لکھا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اجسام کے اعتبار سے کامل انسان اور اپنے ارواح اور بواطن کے اعتبار سے ملائکہ کے ساتھ ہوتے ہیں

۳۔ اس کی تشریح میں امام احمد خفاجی (ت، ۱۰۶۹) رقمطراز ہیں

اَلْحَاصِلُ اَنَّ بَوَاطِنَهُمْ وَقُوَاهُمُ الرُّوْحَانِيَّةَ مَلَكِيَّةٌ وَلِهٰذَا تَرٰى مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا وَيَسْمَعُ اَطِيْطَ السَّمَاءِ وَيَشُمُّ رَائِحَةَ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اِذَا اَرَادَ النُّزُوْلَ اِلَيْهِمْ (۲)

(حضرات انبیاء علیہم السلام کے باطن اور ان کے قوائے روحانی ملائکہ کی طرح ہیں اس وجہ سے وہ زمین کے مشارق اور مغارب کو دیکھ لیتے ہیں آسمانوں کی آواز سن لیتے ہیں اور جب جبریل ان کے پاس آنے کا ارادہ کرتا ہے تو یہ ان کی مہک پالیتے ہیں)

۴۔ امام عبدالرؤف مناوی (ت، ۱۰۳۱) اس ارشاد نبوی ﷺ

حَيْثُمَا كُنْتُمْ فَصَلُّوْا عَلَيَّ فَاِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِيْ

(تم جہاں سے بھی مجھ پر درود پڑھو تمہارا درود مجھ تک پہنچ جاتا ہے)

(۱) المدخل، ۲/۲۵۹

کے تحت لکھتے ہیں

لِاَنَّ النُّفُوْسَ الْقُدْسِيَّةَ اِذَا تَجَرَّدَتْ مِنَ الْعَلَائِقِ الْبَدَنِيَّةِ اِتَّصَلَتْ بِالْمَلَاءِ الْاَعْلٰى وَلَمْ تَبْقَ لَهَا حِجَابٌ فَيَرٰى وَيَسْمَعُ الْكُلَّ كَالْمُشَاهِدِ (۱)

(نفوسِ قدسی جب تعلقاتِ بدنیہ سے آزاد ہو کر ملاء اعلیٰ سے متصل ہوتے ہیں تو پھر کوئی پردہ نہیں رہ جاتا وہ تمام کو دیکھتے اور سنتے ہیں جیسے کوئی مشاہدہ کرنے والا ہے

۵۔ امام فخر الدین رازی (ت، ۶۰۶) سورۃ الکہف کی تفسیر میں کرامات اولیاء کی صحت پر دلائل دیتے ہوئے چھٹی دلیل یوں ذکر کرتے ہیں

وَ لِهٰذَا الْمَعْنٰى نَرٰى اَنَّ كُلَّ مَنْ كَانَ اَكْثَرُ عِلْمًا بِاَحْوَالِ عَالَمِ الْغَيْبِ كَانَ اَقْوٰى قَلْبًا وَاَقَلَّ ضُعْفًا وَ لِهٰذَا قَالَ عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهٗ: وَاللهِ مَا قَلَعْتُ بَابَ خَيْبَرَ بِقُوَّةٍ جَسَدَانِيَّةٍ وَلٰكِنْ بِقُوَّةٍ رَبَّانِيَّةٍ ۔ وَذٰلِكَ لِاَنَّ عَلِيًّا كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهٗ فِيْ ذٰلِكَ الْوَقْتِ اِنْقَطَعَ نَظَرُهٗ عَنْ عَالَمِ الْاَجْسَادِ وَاَشْرَقَتِ الْمَلَائِكَةُ بِاَنْوَارِ عَالَمِ الْكِبْرِيَاءِ فَتَقْوٰى رُوْحُهٗ وَ تَشَبَّهَ بِجَوَاهِرِ الْاَرْوَاحِ الْمَلَكِيَّةِ وَتَلَاْلَاَتْ فِيْهِ اَضْوَاءُ عَالَمِ الْقُدْسِ وَالْعَظَمَةِ فَلَا جَرَمَ حَصَلَ لَهٗ مِنَ الْقُدْرَةِ مَا قَدَرَ بِهَا عَلٰى مَا لَمْ يَقْدِرْ عَلَيْهِ غَيْرُهٗ هٰكَذَا الْعَبْدُ اِذَا وَاظَبَ عَلَى الطَّاعَاتِ بَلَغَ اِلَى الْمَقَامِ الَّذِيْ يَقُوْلُ اللهُ كُنْتُ لَهٗ سَمْعًا وَبَصَرًا فَاِذَا صَارَ نُوْرُ جَلَالِ اللهِ سَمْعَهٗ سَمِعَ الْقَرِيْبَ وَالْبَعِيْدَ وَ اِذَا صَارَ ذٰلِكَ النُّوْرُ بَصَرًا لَهٗ

رَاَی الْقَرِیْبَ وَالْبَعِیْدَ وَاِذَا صَارَ ذٰلِكَ النُّوْرُ یَدًا لَهٗ قَدَرَ عَلَی التَّصَرُّفِ فِی الصَّعْبِ وَ السَّهْلِ وَالْبَعِیْدِ وَالْقَرِیْبِ ۔ (۱)

(افعال و دل پہ قادر روح ہوتی ہے نہ کہ اجسام، بلاشبہ روح کے لیے اللہ تعالیٰ کی معرفت بدن کے لیے روح کی طرح ہے اس وجہ سے تم دیکھتے ہو کہ جو عالم غیب کے احوال کا زیادہ علم رکھتا ہوگا اس قدر اس کا دل قوی ہوگا اس لیے حضرت علی کرم اللہ وجھہ نے فرمایا اللہ کی قسم میں نے خیبر کا دروازہ اپنی جسمانی قوت سے نہیں ربانی راللہ تعالیٰ کی عطا کردہ روحانی قوت سے اکھاڑ پھینکا تھا کیونکہ اس وقت ان کی نظر عالمِ اجسام سے منقطع اور عالم ملائکہ اور عالم کبریاء سے متصل ہو کر جواہرِ ارواح ملکیہ کے مشابہ ہو چکی تھی اور عالمِ قدسی وعظمت کے انوار چمک اٹھے تھے تو اب انہیں ایسی قوت حاصل ہوگئی تھی جو کسی دوسرے میں نہیں تو اس طرح بندہ جب طاعتِ الٰہی پر پختگی اختیار کر لیتا ہے تو اس مقام تک جا پہنچتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تو میں اس کے سننے دیکھنے کی قوت بن جاتا ہوں جب نورِ جلالِ الٰہی اس بندے کی قوتِ سماع بن جاتا ہے تو وہ قریب و دور سے سنتا ہے اور جب اُس کی قوتِ بصر بن جاتا ہے تو قریب و دور سے دیکھتا ہے اور جب وہ نور اس کا ہاتھ بنتا ہے تو اُس نور کی برکت سے مشکل آسان، قریب و دور معاملات میں تصرف کرتا ہے)

(۱) التفسیر الکبیر، جز ۲۱۔ ص ۴۳۶

فصل:

المدد یا رسول اللہ ﷺ پر مستقل کتب

رسول اللہ سے مدد مانگنے پر علماء کی مستقل کتابیں

آج کچھ لوگ اپنی جہالت اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے یا رسول اللہ کہنے اور آپ ﷺ سے مدد مانگنے کو کفر و شرک قرار دے کر اپنی دنیا اور آخرت برباد کر رہے ہیں حالانکہ اُمت کے مسلمہ بزرگوں اور ائمہ کرام نے اس مسئلہ پر مستقل کتابیں لکھیں اور ان میں قرآن سنت کے دلائل سے ثابت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کہنا اور رسول اللہ ﷺ سے استغاثہ کرنا، مدد مانگنا اُمت کے ائمہ، محدثین اور مفسرین وصوفیہ کا یہ وظیفہ رہا، انہیں اس سے جو جو برکات و شفقتیں نصیب ہوئیں ان کا تفصیل سے ذکر کیا، اگرچہ سینکڑوں کتب میں اس کے جواز و ثبوت پر دلائل موجود ہیں مگر ہم یہاں ان چند کتب کا تذکرہ چاہ رہے ہیں جو مستقل اول تا آخر اسی موضوع پر ہیں۔

۱۔ زَوَالُ الظَّمَأِ فِیْ ذِکْرِ مَنِ اسْتَغَاثَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ مِنَ الشِّدَّةِ وَالْعَمٰی (۱)

(ان لوگوں کا تذکرہ جنہوں نے تکلیف و شدت میں رسول اللہ ﷺ سے فریاد کی تو ان کی تکلیف دور ہوگئی)

یہ کتاب اُمت کے محدث امام حافظ الحدیث شیخ زکی الدین عبدالعظیم بن القوی المنذری (ولادت ۵۸۱، وفات ۶۵۶ھ) کی ہے

۲۔ مِصْبَاحُ الظَّلَامِ فِی الْمُسْتَغِیْثِیْنَ بِخَیْرِ الْاَنَامِ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِی الْیَقْظَةِ وَالْمَنَامِ

(تمام مخلوق سے افضل ذات ﷺ سے بیداری اور خواب میں مدد مانگنے

(۱) ایضاح المکنون، ۱۔ ۶۱۴

والوں کی تفصیل میں تاریکیوں کو دور کرنے والا چراغ)

یہ امام محدث مجتہد ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن موسی بن النعمان المراکشی کی کتاب ہے بحمداللہ یہ کتاب چھپ گئی ہے اور ہمارے سامنے ہے

کتاب ومصنف کا تعارف

یہ عالم حافظ منذری کے تلامذہ میں سے ہیں ان کی ولادت (۶۰۶ھ) اور وفات (۶۸۳ ہجری) ہے یعنی ساتویں صدی ہجری کے عظیم محدث ہیں

وجہ تصنیف

انہوں نے اس کتاب کی جو وجہ تصنیف تحریر کی ہے خود ان کی زبانی والفاظ میں پڑھئے

فَإِنَّهُ سَبَقَ جَمَاعَةٌ مِّنَ الْعُلَمَاءِ الْأَعْلَامِ إِلَى جَمْعِ أَخْبَارِ مَنِ اسْتَغَاثَ بِاللهِ فِي الْأَزْمَاتِ، وَ لَجَأَ إِلَيْهِ عِنْدَ الطَّلَبَاتِ، فَبَلَّغَهُ اللهُ تَعَالَى طَلْبَتَهُ وَأُمْنِيَّتَهُ وَفَرَّجَ عَنْهُ كُرْبَتَهُ وَشِدَّتَهُ فَجَمَعَ فِي ذَالِكَ ،الْإِمَامُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي الدُّنْيَا كِتَابًا سَمَّاهُ الْفَرَجَ بَعْدَ الشِّدَّةِ وَكِتَابًا سَمَّاهُ (مُجَابِي الدَّعْوَةِ)، وَالْإِمَامُ التَّنُوخِيُّ كُنْيَتُهُ أَبُو الْقَاسِمِ فِي ذَالِكَ كِتَابٌ كَبِيرٌ سَمَّاهُ (اَلْفَرَجَ بَعْدَ الشِّدَّةِ) أَيْضًا وَنَسَجَ عَلَى مِنْوَالِهِمَا جَمَاعَةٌ، مِّنْهُمُ الْإِمَامُ أَبُو الْوَلِيدِ يُونُسُ بْنُ عَبْدِاللهِ بْنِ مُغِيثٍ، مُحَدِّثُ قُرْطُبَةٍ وَالْقَاضِي بِهِمَا أَلَّفَ فِي ذَلِكَ كِتَاباً سَمَّاهُ كِتَابَ : (الْمُسْتَصْرِخِينَ بِاللهِ عِنْدَ نُزُولِ الْبَلَاءِ)، وَبَلَدِيِّهِ الْإِمَامُ أَبُو الْقَاسِمِ خَلَفُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ بَشْكُوَالٍ، وَأَلَّفَ بِذَلِكَ كِتَابًا سَمَّاهُ (اَلْمُسْتَغِيثِينَ بِاللهِ) وَهٰذَا بَابٌ وَاسِعٌ: فَقَصَدْتُ أَنْ أَذْكُرَ مَا وَقَعَ لِي مِمَّنِ اسْتَغَاثَ بِالنَّبِيِّ ﷺ وَ لَا ذَبَهُ فِي شِدَّتِهِ، وَ تَوَسَّلَ إِلَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ؛ إِذْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْ خَلِيقَتِهِ، وَلَمْ أَرَ فِيمَا عَلِمْتُ مَنْ جَمَعَ شَيْئًا مِنْ ذَالِكَ فَاسْتَخَرْتُ اللهَ تَعَالَى ، وَذَكَرْتُ مَا وَقَعَ لِي مِنْ ذٰلِكَ (۱)

(متعدد بڑے اہل علم نے اس موضوع پر مواد جمع کیا کہ وہ لوگ جنھوں نے مشکلات وحاجات میں اللہ تعالیٰ سے استغاثہ ومدد چاہی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی آرزوئیں اور تمنائیں پورا کر کے ان کی تکلیف و پریشانی کا ازالہ فرما دیا اس سلسلہ میں امام ابو بکر بن ابی الدنیا نے الفرج بعد الشدۃ اور مجابی الدعوۃ لکھیں اس طرح امام تنوخی نے بڑی کتاب الفرج بعد الشدۃ تحریر کی اُنہی کے طریقہ پر ایک جماعت نے کام کیا ان میں قرطبہ کے محدث وقاضی امام ابوالولید یونس نے اس مسئلہ پر کتاب لکھی اس کا نام اَلْمُسْتَصْرِخِينَ بِاللهِ عِنْدَ نُزُولِ الْبَلَاءِ (بوقت مصیبت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فریاد کرنے والے) اسی شہر کے امام ابوالقاسم خلف بن عبد الملک بن بشکوال نے المستغیثین باللہ (اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنے والے) لکھی اور یہ باب نہایت وسیع ہے۔۔۔۔تو میں نے چاہا کہ میں ان لوگوں کے واقعات جمع کروں جنھوں نے بوقت مصیبت و پریشانی رسول اللہ ﷺ سے مدد مانگی، آپ کی پناہ لی اور آپ ﷺ کو بارگاہ الٰہی میں وسیلہ بنایا کیونکہ رسول اللہ ﷺ، اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں سب سے افضل واعلیٰ ہیں، میرے علم کے مطابق ایسے واقعات پہلے کسی نے جمع نہیں کیے، میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا واستغاثہ کر کے یہ واقعات جمع کیے ہیں پہلے میں نے وہ واقعات جمع کیے ہیں جو میرے مشاہدہ میں آئے اور وہ سنے سنائے نہیں ہیں)

اس کتاب کا ترجمہ محسن ملتِ اسلامیہ امام العلماء حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری (ت، ۱۴۲۸) نے ''پکارو یارسول اللہ ﷺ'' کے نام سے کیا جو ۲۰۰۵ میں

(۱) مصباح الظلام، ۱۵:۱۶

مکتبہ قادریہ لاہور نے شائع کیا۔

ائمہ اُمت کی رائے وثنا

اس کتاب اور اس کے مصنف کے بارے میں ائمہ امت کی آراء ملاحظہ کریں کہ ان کے ہاں ان کا یہ کام وعمل کس قدر پسندیدہ ہے اگر آپ ﷺ سے استغاثہ ومدد اور آپ کو پکارنا حرام وشرک ہوتا جیسے ہمارے دور کے کچھ ناداں وکم مطالعہ لوگ کہہ رہے ہیں تو یہ ائمۂ امت کبھی بھی ان کے عمل کو نہ سراہتے بلکہ ان کا رد کرتے تاکہ اُمت گمراہ نہ ہو۔

کوئی ایک مسلمہ عالم بتائیں جس نے ان کے خلاف لکھا، بلکہ ان کی تائید بتا رہی ہے کہ اس مسئلہ پر اُمت کا اتفاق واجماع ہے آیئے چند اہل علم کی آراء کا مطالعہ کرتے ہیں۔

۱۔ امام محمد بن یوسف صالحی (ت، ۹۴۲) رسول اللہ ﷺ سے بعد از وصال توسل پر گفتگو کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

قُلْتُ، وَ قَدْ اَلَّفَ الْاِمَامُ الْعَلَّامَةُ سَيِّدِیْ اَبُوْ عَبْدِاللهِ بْنِ نُعْمَانَ فِیْ ذٰلِكَ كِتَابًا سَمَّاهُ مِصْبَاحَ الظُّلَامِ فِی الْمُسْتَغِيْثِيْنَ بِخَيْرِ الْاَنَامِ فِی الْيَقْظَةِ وَالْمَنَامِ، اَتٰی فِيْهِ بِالْعَجِيْبِ الْعَجَابِ الَّذِیْ لَا يَشُكُّ فِيْهِ مَنْ لَهٗ اَدْنٰی مِنْ تَمْيِيْزٍ فَعَلَيْكَ بِهٖ فَاِنَّهٗ جَامِعٌ فِیْ بَابِهٖ (۱)

(اس مسئلہ پر امام علامہ سیدی ابوعبداللہ بن نعمان نے مستقل کتاب لکھی جس کا نام 'مِصْبَاحُ الظَّلَامِ فِی الْمُسْتَغِيْثِيْنَ بِخَيْرِ الْاَنَامِ فِی الْيَقْظَةِ وَالْمَنَامِ' ہے اس میں انہوں نے نہایت ہی اعلیٰ واقعات ذکر کیے، ادنیٰ شعور رکھنے والا بھی ان کا انکار نہیں کرسکتا اس کا مطالعہ کیجئے کیونکہ اس بارے میں جامع کتاب ہے)

۲۔ امام محمد عبدالرحمٰن سخاوی (ت، ۹۰۳) اس کتاب کے حوالہ سے روایت بیان کرتے ہیں۔

(۱) سبل الھدیٰ والرشاد، ۱۲، ۴۰۸

وَذَكَرَ اَبُوْ عَبْدِاللهِ بْنِ النُّعْمَانِ اَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَا الرَّحِيْمِ بْنَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَحْمَدَ يَقُوْلُ اَصَابَنِیْ وَجَعٌ فِیْ يَدِیْ مِنْ وَقْعَةٍ وَقَعْتُهَا فِی الْحَمَّامِ فَوَرِمَتْ يَدِیْ فَبِتُّ لَيْلَةً مُتَوَجِّعًا فَرَاَيْتُ النَّبِیَّ ﷺ فِی الْمَنَامِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَقَالَ لِیْ اَوْحَشَتْنِیْ صَلَاتُكَ عَلَیَّ يَا وَلَدِیْ فَاَصْبَحْتُ وَقَدْ زَالَ الْوَرَمُ وَالْوَجَعُ بِبَرَكَتِهٖ ﷺ (۱)

(امام ابوعبداللہ بن نعمان کہتے ہیں انھیں عبدالرحیم بن عبدالرحمن بن احمد نے بتایا، حمام میں گرنے کی وجہ سے میرے ہاتھ میں چوٹ آگئی، ورم کی وجہ سے پوری رات پریشانی رہی، مجھے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی تو فرمایا اے بیٹے مجھے تیرے درود نے پریشان کردیا جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کی برکت سے میرا ورم ازخود دور ہوگیا)

آگے چل کر امام عتبی کا تفصیلی واقعہ نقل کرتے ہیں اور جن کتب کا حوالہ دیا ان کے بارے میں فرماتے ہیں۔

وَنَحْوُهٗ عِنْدَ الْبَيْهَقِیْ فِیْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَفِیْ تَوْثِيْقِ عَرَی الْاِيْمَانِ لِلْبَارِزِیْ وَغَيْرِهٖ كَالْمُسْتَغِيْثِيْنَ بِخَيْرِ الْاَنَامِ لِابْنِ نُعْمَانَ (۲)

(اسی طرح یہ واقعہ امام بیہقی نے شعب الایمان میں، امام بارزی نے توثیق عری الایمان اور امام ابن نعمان نے المستغیثین بخیر الانام میں نقل کیا)

۳۔ مولانا عبدالحی لکھنوی (ت، ۱۳۰۴) حدیث ضریر اور نماز حاجت کی تشریح میں رقمطراز ہیں

وَفِیْ كِتَابِ مِصْبَاحِ الظَّلَامِ فِی الْمُسْتَغِيْثِ بِخَيْرِ

(۱) القول البدیع، ۳۲۸

(۲) ایضاً، ۳۲۹

الْاَنَامِ لِشَيْخِ اِبْنِ عَبْدِاللهِ بْنِ نُعْمَانَ طَرَفٌ مِنْ ذٰلِكَ (۱)

(امام ابن عبد اللہ بن نعمان کی کتاب مِصْبَاحُ الظَّلَامِ فِي الْمُسْتَغِيْثِيْنَ میں اس پر مواد موجود ہے)

۴۔ امام شمس الدین محمد عثمان ذہبی (ت، ۷۴۸) نے ان کا تعارف ان الفاظ میں لکھا

اِبْنُ النُّعْمَانِ الْقُدْوَةُ الزَّاهِدُ اَبُوْ عَبْدِاللهِ مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسٰى بْنِ النُّعْمَانِ التِّلِمْسَانِيُّ قَدِمَ الْاِسْكَنْدَرِيَّةَ شَابًّا فَسَمِعَ بِهَا مُحَمَّدَ بْنَ عَبَّادٍ وَالصَّفْرَاوِيَّ وَكَانَ عَارِفًا بِمَذْهَبِ مَالِكٍ رَاسِخَ الْقَدَمِ فِي الْعِبَادَةِ وَالنُّسُكِ اَشْعَرِيًّا (۲)

(شیخ ابن نعمان، مقتدا، زاہد ابوعبداللہ محمد بن موسی بن نعمان تلمسانی، جوانی میں سکندریہ آئے وہاں شیخ محمد بن عباد اور صفراوی سے پڑھا مذہب مالکی کے ماہر وتقویٰ میں کامل اور اشعری تھے)

۵۔ امام جلال الدین سیوطی (ت، ۹۱۰) اس کتاب اور مصنف کا حوالہ یوں دیتے ہیں۔

وَفِيْ كِتَابِ مِصْبَاحُ الظَّلَامِ فِي الْمُسْتَغِيْثِيْنَ بِخَيْرِ الْاَنَامِ لِلْاِمَامِ شَمْسُ الدِّيْنِ مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسٰى بْنِ النُّعْمَانِ (۳)

(امام شمس الدین محمد بن موسی بن نعمان کی کتاب مِصْبَاحُ الظَّلَامِ فِي الْمُسْتَغِيْثِيْنَ بِخَيْرِ الْاَنَامِ میں یہ ہے)

۶۔ امام احمد قسطلانی (ت، ۹۲۳) رسول اللہ ﷺ سے بعد از وصال توسل اور استغاثہ کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

اَمَّا التَّوَسُّلُ بِهٖ ﷺ بَعْدَ فَوْتِهٖ فِي الْبَرْزَخِ هُوَ اَكْثَرُ

(۱) حاشیہ الحصن، ۱۵۱
(۲) العبر، ۲۔۳۱۹
(۳) تنویر الحلک فی امکان رؤیۃ النبی والملک، ۴۱۳

مِنْ اَنْ يُّحْصٰى اَوْ يُدْرَكَ بِاسْتِقْصَاءٍ وَفِيْ كِتَابِ مِصْبَاحُ الظَّلَامِ فِي الْمُسْتَغِيْثِيْنَ بِخَيْرِ الْاَنَامِ لِلشَّيْخِ اَبِيْ عَبْدِاللهِ بْنِ النُّعْمَانِ طَرَفٌ مِنْ ذٰلِكَ

(وصال کے بعد رسول اللہ ﷺ سے برزخ میں توسل کرنا اسقدر ہے کہ اسے شمار وگنا نہیں جاسکتا شیخ ابوعبداللہ بن نعمان کی کتاب مِصْبَاحُ الظَّلَامِ فِي الْمُسْتَغِيْثِيْنَ بِخَيْرِ الْاَنَامِ میں اس پر مواد موجود ہے)

اس کے بعد امام قسطلانی اپنا حضور ﷺ سے استغاثہ یوں نقل کرتے ہیں

وَلَقَدْ كَانَ حَصَلَ لِيْ دَاءٌ اَعْيَا دَوَاءُهُ الْاَطِبَّاءُ وَاَقَمْتُ بِهٖ سِنِيْنَ فَاسْتَغَثْتُ بِهٖ لَيْلَةَ الثَّامِنِ وَالْعِشْرِيْنَ مِنْ جُمَادَى الْاُوْلٰى سَنَةَ ثَلَاثٍ وَتِسْعِيْنَ وَثَمَانِ مِائَةٍ بِمَكَّةَ زَادَهَا اللهُ شَرَفًا وَمَنَّ عَلَيَّ بِالْعَوْدِ فِيْ عَافِيَةٍ بِلَا مِحْنَةٍ بَيْنَنَا اَنَا نَائِمٌ اِذْ جَاءَ رَجُلٌ مَعَهٗ قِرْطَاسٌ يُكْتَبُ فِيْهِ هٰذَا دَوَاءُ لِدَاءِ اَحْمَدَ بْنِ الْقُسْطَلَانِيْ مِنَ الْحَضْرَةِ الشَّرِيْفَةِ بَعْدَ الْاِذْنِ الشَّرِيْفِ النَّبَوِيِّ ثُمَّ اِسْتَيْقَظْتُ فَلَمْ اَجِدْ بِيْ وَاللهِ شَيْئًا مِمَّا كُنْتُ اَجِدُهٗ وَحَصَلَ الشِّفَاءُ بِبَرَكَةِ النَّبِيِّ ﷺ (۱)

(مجھے ایسی بیماری عارض ہوگئی کہ اطبا اس کے علاج سے عاجز آ گئے تو میں نے مکہ شریف میں جمادی الاولیٰ آٹھ سو ترانوے میں رسول اللہ ﷺ سے استغاثہ کیا تو مجھے بلا مشقت صحت نصیب ہوگئی ہوا یوں کہ میں سویا تھا ایک آدمی آیا اس کے ہاتھ میں کاغذ تھا جس پر تحریر تھا کہ یہ بارگاہ نبوی ﷺ کی طرف سے احمد بن قسطلانی کی بیماری کا علاج ودوا ہے میں بیدار ہوا تو اللہ کی قسم بیماری کا نام ونشان تک نہ تھا تو رسول اللہ ﷺ کی برکت سے مجھے شفا نصیب ہوگئی)

(۱) المواہب اللدنیہ، ۴۔۵۹۵

بحث توسل کی ابتدا میں لکھتے ہیں

ثُمَّ اِنَّ کُلًّا مِّنَ الْاِسْتِغَاثَةِ وَ التَّوَسُّلِ وَ التَّشَفُّعِ وَ التَّوَجُّهِ بِالنَّبِیِّ ﷺ کَمَا ذَکَرَهٗ فِیْ تَحْقِیْقِ النُّصْرَةِ وَ مِصْبَاحِ الظُّلَامِ وَاقِعٌ فِیْ کُلِّ حَالٍ قَبْلَ خَلْقِهٖ وَبَعْدَ خَلْقِهٖ فِیْ مُدَّةِ حَیَاتِهٖ فِی الدُّنْیَا وَبَعْدَ مَوْتِهٖ فِیْ مُدَّةِ الْبَرْزَخِ وَبَعْدَ الْبَعْثِ فِیْ عَرَصَاتِ الْقِیَامَةِ (۱)

(یہ تمام خواہ رسول اللہ ﷺ سے استغاثہ ہو یا توسل، شفاعت ہو یا توجہ جیسے تحقیق النصرۃ اور مِصبَاحُ الظُّلَامِ میں مذکور ہے کہ یہ ہر حال میں ہوا ہے آپ ﷺ کی تخلیق سے پہلے اور خلقت کے بعد خواہ وہ دنیاوی زندگی ہے یا آپ کی برزخی زندگی اور میدانِ قیامت میں بھی)

۷۔ امام ابو محمد عبداللہ یافعی (ت، ۷۶۸) نے اِس امام کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے

اَلسَّیِّدُ الْاِمَامُ الْکَبِیْرُ الشَّانُ الْقُدْوَةُ الْمَشْکُوْرُ الشَّیْخُ مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسَی بْنِ النُّعْمَانِ التِّلِمْسَانِیُّ قَدِمَ الْاَسْکَنْدَرِیَّةَ شَابًّا فَسَمِعَ بِهَا مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارٍ وَالصَّفْرَاوِیِّ کَانَ عَارِفًا بِمَذْهَبِ مَالِكٍ رَاسِخَ الْقَدَمِ فِی الْعِبَادَةِ وَ النُّسُكِ سَالِکًا فِیْ مَحَاسِنِ الْمَسَالِكِ

(سید، امام، بڑی شان والے، پیشوا قدر و منزلت والے شیخ محمد بن موسیٰ بن نعمان تلمسانی، جوانی میں سکندریہ آئے اور محمد بن عمار اور صفراوی سے پڑھا، یہ مالکی مذہب کے کامل عالم، عبادت میں سبقت لے جانے والے اور اعلیٰ قدروں کے سالک تھے)

اس کے بعد ان کے بارے میں امام ذہبی کا ۔۔ کَانَ اَشْعَرِیًّا مُنْحَرِفًا عَلَی الْحَنَابِلَةِ نقل کر کے فرماتے ہیں

هٰذِهٖ عِبَارَةٌ فِیْهَا مِنَ الْغَضِّ لَهٗ مَا فِیْهَا کَمَا عُرِفَ عَادَتُهٗ

(۱) المواہب، ۱۲، ۲۲۲

مِنَ التَّنْقِیْصِ مِنْ اَئِمَّةِ مَنْهَجِ الْحَقِّ وَ سَادَتِهٖ قُلْتُ وَلَهٗ مَنَاقِبُ مَشْهُوْرَةٌ وَمَشْکُوْرَةٌ (۱)

(اس عبارت میں ان کی تنقیص ہے جیسے ذہبی کی عادت ہے کہ وہ اہل حق اور ائمہ کی تنقیص کرتے ہیں میں کہتا ہوں یہ امام بڑے معروف اور بڑی قدر و منزلت والے ہیں)

۸۔ امام نور الدین علی بن احمد سمھودی (ت، ۹۱۱) رسول اللہ ﷺ سے استغاثہ اور توسل پر دلائل فراہم کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ جب کسی بھی صالح کو وسیلہ بنانا جائز ہے تو رسول اللہ ﷺ کو بطریق اولیٰ وسیلہ بنایا جا سکتا ہے

وَقَدْ رَوَی ابْنُ النُّعْمَانِ فِیْ مِصْبَاحِ الظُّلَامِ قِصَّةَ اِسْتِقَاءِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی بِالْعَبَّاسِ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَهُوَ مَا فِی الصَّحِیْحِ (۲)

(شیخ ابن نعمان نے مصباح الظلام میں یہ واقعہ نقل کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قحط کے موقعہ پر بارش کے لئے عم رسول حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنایا اور یہ صحیح میں موجود ہے)

زیارت نبوی ﷺ کے حوالہ سے امام عتبی کا واقعہ نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں

قُلْتُ بَلْ کَانَ الْحَافِظُ اَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسَی بْنِ النُّعْمَانِ فِیْ کِتَابِهٖ مِصْبَاحِ الظُّلَامِ اَنَّ الْحَافِظَ اَبَا سَعِیْدِ السَّمْعَانِیَّ ذَکَرَ فِیْهَا رَوَیْنَا عَنْهُ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَدِمَ عَلَیْنَا اَعْرَابِیٌّ بَعْدَ مَا دَفَنَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ (۳)

(میں کہتا ہوں بلکہ حافظ ابو عبداللہ محمد بن موسیٰ بن نعمان نے اپنی کتاب مصباح الظلام میں لکھا کہ حافظ ابو سعید سمعانی نے ذکر کیا کہ ہمیں حضرت

(۱) مرآۃ الجنان، ۴، ۱۵۱

(۲) وفاء الوفاء ۴۔ ۱۳۷۵

(۳) وفاء الوفاء، ۴، ۱۳۶۱

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی تدفین سے فارغ ہوئے تو ایک اعرابی نے آکر استغاثہ کیا)

۹۔ اس کتاب کے بارے میں مشہور محقق شیخ محمد علی شکری نے جو کچھ لکھا ہے وہ بھی قابل مطالعہ ہے ہم انکی عبارت مع ترجمہ از مخدوم العلماء علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری (ت، ۱۴۲۸) ذکر کیے دیتے ہیں۔

هٰذَا كِتَابٌ عَظِيمٌ جَلِيلٌ مُفِيدٌ لِكُلِّ مُحِبٍّ لِجَنَابِ الْمُصْطَفٰى ﷺ يَزِيْدُ مُحِبِّيْهِ اِيْمَانًا بِمَزِيْدِ الْمَحَبَّةِ وَيَغِيْظُ قَوْمًا آخَرِيْنَ لَمْ يَرَوْا مَا اَعْطٰى وَوَهَبَ اللهُ الْخَالِقُ الْوَاحِدُ الْمُتَفَرِّدُ بِالْعُبُوْدِيَّةِ وَالْوَحْدَانِيَّةِ، لِهٰذَا النَّبِيِّ الْعَظِيْمِ الْكَرِيْمِ ﷺ فَكُلُّ مَا يَحْصُلُ وَيَجْرِىْ عَلٰى يَدَيْهِ ﷺ، فَهُوَ مِنْ مِّنَّةِ اللهِ عَلَيْهِ، وَمَزِيْدِ اِفْضَالِهٖ عَلَيْهِ، وَ فِيْهِ تَنْبِيْهٌ لَنَا وَ اِشَارَةٌ وَاضِحَةٌ لِبَصَائِرِنَا لِمَا اَعْطٰى وَ وَهَبَ هٰذَا النَّبِيَّ الَّذِىْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَىُّ اِنْسَانٍ وَصْفَ مَكَانَتِهٖ، وَعَظِيْمَ قَدْرِهٖ عِنْدَهٗ هٰذَا الْكِتَابُ فِيْهِ مَا تُنْكِرُهُ عُقُوْلُ مَنْ عَمِيَتْ بَصَائِرُهُمْ عَنْ اَنْ يُّصَدِّقُوْا اَوْ اَنْ يَّتَقَبَّلُوْا مَا فِيْهِ مَعَ اَنَّهٗ لَيْسَ شَيْئًا خَرَافِيًا وَغَيْرَ مُمْكِنِ الْحُدُوْثِ اِلَّا فِىْ عَقْلِ مَنْ نَظَرَ اِلَى الْقُدْرَةِ الْبَشَرِيَّةِ الْمُجَرَّدَةِ وَلَمْ يُوْقِفْ فِكْرَهٗ وَ عَقْلَهٗ عَلٰى سِعَةٍ وَ عَدَمِ مَحْدُوْدِيَةِ الْقُدْرَةِ الْاِلٰهِيَةِ الَّتِىْ تَفْعَلُ الْمُمْكِنَ فِىْ تَصَوُّرِ الْفِعْلِ الْبَشَرِىْ، فَحَصَلَ النَّكِيْرُ وَالتَّطَاوُلُ عَلٰى مَنِ اعْتَقَدَ اَنَّ الْقُدْرَةَ الْاِلٰهِيَةَ الَّتِىْ اَمْكَنَتْ فِعْلَ الشَّىْءِ الْمُسْتَحِيْلِ عَلٰى يَدِ مَنْ اَعْطَاهُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ ذٰلِكَ تَكْرِيْمًا وَ اِظْهَارًا لِلْفَضْلِ وَالْمَكَانَةِ

لِمَنْ اَعْطٰى ذٰلِكَ ۔ فَنَحْنُ بِحَمْدِ اللهِ نُؤْمِنُ وَ نَعْتَقِدُ وَنُجْزِمُ اَنَّ مَا وَرَدَ ذِكْرُهٗ فِىْ ثَنَا يَا هٰذَا الْكِتَابِ مِنْ قِصَصٍ وَحَوَادِثٍ جَرَتْ لِمَنِ اسْتَغَاثَ وَ تَوَسَّلَ وَتَوَجَّهَ بِالنَّبِيِّ ﷺ صَحِيْحَةٌ، لَا شَكَّ ۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَلٰى ذٰلِكَ فِىْ صِدْقِهَا وَاِمْكَانِ وُقُوْعِهَا لِمَنْ اَخْلَصَ النِّيَّةَ، وَحُسْنَ الْاِعْتِقَادِ فِىْ اَنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ اَعْطٰى بِمَشِيَّتِهٖ وَقُدْرَتِهٖ حُصُوْلَ ذٰلِكَ بِوَاسِطَةِ النَّبِىِّ ﷺ وَبَيَانًا لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى: (وَ كَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا) (النساء:۱۱۳) وَلَا نَسْتَطِيْعُ حَصْرَ هٰذَا الْفَضْلِ الْحَاصِلِ مِنَ اللهِ لِنَبِيِّهٖ ﷺ وَالْكَلَامَ فِى الْاِيْمَانِ بِذٰلِكَ اَوْ رَدَّهٗ يَطُوْلُ وَ يَقْصُرُ مَعَ الْمُنْكِرِ وَلَا يَزِيْدُ ذٰلِكَ الْكَلَامُ وَالْبَحْثُ فَائِدَةً لِمَنْ اَعْمَى اللهُ بَصِيْرَتَهٗ وَجَعَلَ هَمَّهُ الْاِنْكَارَ وَالتَّشْرِيْكَ وَ الْقَذْفَ، فَاخْتَصَرَ الْكَلَامُ مَعَهٗ بِقَوْلِنَا؛ فِىْ هٰذَا الْكِتَابِ اَحَادِيْثُ وَآثَارٌ مَرْوِيَّةٌ فِىْ كُتُبٍ وَ دَوَاوِيْنِ السُّنَّةِ الْمُطَهَّرَةِ وَحَوَادِثٍ حَصَلَتْ لِاَئِمَّةٍ عِظَامٍ مِمَّنْ يَرْجِعُ لِقَوْلِهِمْ وَكُتُبِهِمْ وَكَذَالِكَ نَجِدُ كَثِيْرًا مِنْ هٰذَا الْاَخْبَارِ وَالْآثَارِ وَالْقِصَصِ مَنْقُوْلَةً فِىْ كُتُبِ اَئِمَّةٍ آخَرِيْنَ، وَمُشَاهَدَةً فِىْ صَفَحَاتِ مُؤَلَّفَاتِهِمْ وَ سَنَذْكُرُهُمْ عَلٰى سَبِيْلِ الْمِثَالِ لَا الْحَصْرِ فَمَنْ شَاءَ رَدَّ شَيْءٍ فَلْيَرُدَّ عَلٰى هٰؤُلَاءِ الْاَئِمَّةِ وَيَطْعَنْ فِيْهِمْ كَمَا هُوَ دَابُّ كَثِيْرٍ مِّنْهُمْ فَيَنْطَبِقُ عَلَيْهِمْ قَوْلُهٗ تَعَالٰى: (وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ) (۱) (نوح:۲۴)

(۱) مقدمہ ۵ تا ۶

(یہ عظیم وجلیل کتاب حضرت محمد ﷺ کے ہر محب اور نیاز مند کے لئے مفید ہے آپ کے محبین کے ایمان کو مضبوط اور محبت کو مستحکم اور دوسرے لوگوں کے غیظ وغضب کو دو آتشہ کر دے گی جو ان عطاؤں کے قائل نہیں ہیں جو اللہ خالق وواحد اور عبودیت ووحدانیت میں منفرد ہستی نے اس نبی عظیم وکریم ﷺ کو عطا فرمائی ہیں، کے مقدس ہاتھوں سے جس کسی کو کوئی عطیہ ملے گا تو وہ اللہ تعالیٰ ہی کا آپ پر احسان اور مزید کرم ہے اور اس میں ہماری بصیرتوں کیلئے واضح اشارہ ہے ان نوازشوں کی طرف جو اس نبی عظیم ﷺ کو عطا فرمائی ہیں حقیقت یہ ہے کہ کوئی انسان سرکار دوعالم ﷺ کا وہ مقام ومرتبہ بیان نہیں کرسکتا جو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو عطا فرمایا ہے جن لوگوں کی بصیرتیں اندھی ہو چکی ہیں انھیں اس کتاب میں ایسی باتیں نظر آئیں گی جنہیں وہ ماننے اور قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں گے حالانکہ یہ باتیں نہ تو از قبیلۂ خرافات ہیں اور نہ ہی ناممکن ہیں۔ ہاں جو لوگ محض انسانی قدرت کو سامنے رکھتے ہیں اور اپنی عقل اور فکر کو اللہ تعالیٰ کی لامحدود اور وسیع قدرت کی طرف متوجہ ہی نہیں کرتے۔ وہ ضرور ان باتوں کو ناممکن قرار دیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت ایسے کام کر جاتی ہے جو انسانی عقل کے تصور میں ناممکن ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ ان خوش عقیدہ لوگوں پر رد کرتے ہیں اور ان پر ظلم کرتے ہیں جن کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت نے ایک (عادی) محال شے کا کرنا اس ہی کے ہاتھوں پر ممکن بنا دیا ہے جس کی عزت وکرامت اور فضیلت کے اظہار کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ فعل اس کے ہاتھوں پر ظاہر کیا ہے ارشاد الٰہی ہے (اور اے حبیب ﷺ آپ پر اللہ کا عظیم فضل ہے) الحمد للہ! ہمارا ایمان اور عقیدہ ہے اور ہمیں وثوق ہے کہ اس کتاب میں نبی کریم ﷺ سے استغاثہ اور توسل کرنے والوں اور آپ کی طرف متوجہ ہونے والوں کے جو واقعات اور حوادث بیان کیے گئے ہیں وہ صحیح ہیں۔ اور الحمد للہ!

امکان میں بھی اس شخص کے لیے شک نہیں ہے جس کی نیت خالص ہو اور وہ خوش عقیدگی کا حامل ہو۔ اس کا عقیدہ یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حیثیت اور قدرت سے ان واقعات کو نبی کریم ﷺ کے طفیل وجود عطا فرمایا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا اظہار ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو جو فضل عظیم عطا فرمایا ہے ہم اسے محدود نہیں کر سکتے اسے جاننے یا نہ جاننے کے سلسلے میں منکر کے ساتھ گفتگو اور بحث اس شخص کو فائدہ بھی نہیں دے گی جس کے دل کی بصیرت کو اللہ تعالیٰ نے زائل کر دیا ہو اور اس نے اپنا مطمعِ نظر اس کا مشرک قرار دینا اور گالی دینا قرار دیا ہے، ہم اس کے ساتھ درج ذیل مختصر سی گفتگو کرتے ہیں اس کتاب میں وہ احادیث اور آثار مندرج ہیں جو سنت مطہرہ کی کتب اور دفاتر میں مروی ہیں نیز اس میں ان عظیم ائمہ کو پیش آنے والے واقعات بیان کیے گئے ہیں جن کے اقوال اور جن کی تصانیف کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اس طرح ہم ان خبروں، آثار اور واقعات کو دوسرے ائمہ کی کتابوں میں بھی نقل کیے ہوئے دیکھتے ہیں یہ واقعات ان کی تصانیف کے صفحات میں بکھرے ہوئے ہیں ہم آئندہ سطور میں ان ائمہ کا ذکر بطور حصر نہیں بلکہ بطور مثال کر رہے ہیں اب جو شخص کسی چیز کو رد کرنا چاہتا ہے تو وہ ان ائمہ پر رد کر کے اور ان پر طعن کرے جیسے کہ ان میں سے بہت سے لوگوں کا وطیرہ ہے ان پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان منطبق ہوگا کہ ظالموں کی ہلاکت میں ہی اضافہ ہوگا)

۱۰۔ امام یوسف بن اسماعیل نبھانی (ت ۱۳۵۰) مصنف اور کتاب کا تعارف ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں۔

اِخْتَصَرْتُ فِيْ هٰذَا الْبَابِ مَعَ زِيَادَاتٍ كَثِيْرَةٍ كِتَابَ مِصْبَاحِ الظَّلَامِ فِي الْمُسْتَغِيْثِيْنَ بِخَيْرِ الْأَنَامِ فِي

الْاِسْلَامِ شَمْسِ الدِّيْنِ مُحَمَّدِ بْنِ مُوْسٰى بْنِ النُّعْمَانَ الْمَزَالِي الْفَاسِيْ رَحِمَهُ اللهُ وَ هُوَ مِنْ اَكَابِرِ الْعُلَمَاءِ الْمُحَدِّثِيْنَ اَخَذَ عَنْ سُلْطَانِ الْعُلَمَاءِ الْعَزِّ بْنِ عَبْدِ السَّلَامِ وَ اِمَامِ الْمُحَدِّثِيْنَ فِيْ عَصْرِهِ الْحَافِظِ الْمُنْذِرِيْ وَغَيْرِهِمَا مِنَ الْاَئِمَّةِ وَ كِتَابُهُ هٰذَا مِنْ اَنْفَسِ الْكُتُبِ الْمُؤَلَّفَةِ فِي الْاِسْتِغَاثَةِ بِسَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ ﷺ نَقَلَ عَنْهُ مِرَارًا الْقُسْطَلَانِيُّ فِيْ كِتَابِهِ الْمَوَاهِبِ اللَّدُنِيَّةِ وَ قَدْ وَقَعَ لِيْ مِنْهُ نُسْخَتَانِ صَحِيْحَتَانِ اَحَدُهُمَا كُتِبَتْ فِيْ عَصْرِ الْمُؤَلِّفِ يَوْمَ الْخَمِيْسِ الْخَامِسِ وَ الْعِشْرِيْنَ مِنْ رَمَضَانَ الْمُبَارَكِ سَنَةَ سَبْعٍ وَّ سَبْعِيْنَ وَ سِتَّ مِائَةٍ وَ وَفَاتُهُ سَنَةَ ٦٨٣ وَلَمْ اَتْرُكْ مِنْهُ شَيْئًا سِوٰى فَوَائِدَ خَارِجَةٍ عَنْ مَوْضُوْعِ الْكِتَابِ وَحَتّٰى نَقَلْتُ شَيْئًا فِيْ هٰذَا الْبَابِ غَيْرَهُ اَعْزُوْهُ اِلٰى مَحَلِّهِ وَمَا كَانَ غَيْرُ مَعْزُوٍّ فَهُوَ مِنْهُ وَلْيَعْلَمْ اَنَّهُ رَحِمَهُ اللهُ سَمِعَ الْكَثِيْرَ مِنْهُ هٰذَا الْاَخْبَارَ عَمَّنْ وَقَعَتْ لَهُمْ بِلَا وَاسِطَةٍ وَرَوٰى قِسْمًا مِنْهَا بِوَ سَائِطِ قَلِيْلَةٍ وَاَلْحَقْتُ بِهٖ مَا لَمْ يَكُنْ فِيْهِ مِنْ كِتَابٍ فِيْ هٰذَا الشَّانِ تَالِيْفُ الشَّيْخِ الْعَلَّامَةِ نُوْرُ الدِّيْنِ عَلِيِّ الْحَلَبِيْ صَاحِبُ السِّيْرَةِ (١)

(میں نے اضافات کثیرہ کیساتھ اس بارے میں امام علامہ شیخ الاسلام شمس الدین محمد بن موسیٰ بن نعمان المزالی الفاسی رحمہ اللہ کی کتاب مِصْبَاحُ الظُّلَامِ فِي الْمُسْتَغِيْثِيْنَ بِخَيْرِ الْاَنَامِ فِي الْيَقْظَةِ وَ الْمَنَامِ کا اختصار کیا ہے یہ عالم اکابر علماء محدثین میں سے ہیں اور یہ

(١) حجۃ اللہ علی العالمین: ٧٨٥

سلطان العلماء العز بن عبدالسلام اور اپنے دور کے امام المحدثین حافظ منذری اور دیگر آئمہ کے شاگرد ہیں، سید المرسلین ﷺ سے استغاثہ وفریاد رسی کے حوالہ سے نہایت ہی نفیس وقیمتی کتاب ہے اس سے امام قسطلانی نے المواھب اللدنیہ میں کئی جگہ نقل کیا ہے میرے پاس اس کے دو صحیح نسخے ہیں ان میں سے ایک مصنف کے دور کا ہی تحریر کردہ ہے اس پر تاریخ ٦٧٧ بروز جمعرات پچیس رمضان المبارک ہے ان کا وصال ٦٨٣ ہجری میں ہوا میں نے موضوع کتاب سے خارج فوائد کے علاوہ ان کی کوئی شے ترک نہیں کی، جو چیز دوسرے سے نقل کی ہے میں نے اس کا حوالہ دے دیا ہے اور یہاں حوالہ نہیں دیا وہ اُنہی سے منقول ہے انہوں نے یہ کثیر واقعات بلا واسطہ سنے ہیں اور کچھ یہ بالواسطہ ہیں، میں نے اس کے ساتھ اس موضوع کی عظیم کتاب بھی متصل کر دی ہے جو صاحب سیرت شیخ علامہ نورالدین علی حلبی کی تالیف ہے)

تیسری کتاب کا نام وتعارف

یہ "بُغْيَةُ الْاَحْلَامِ بِاَخْبَارِ مَنْ فَرَّجَ كُرْبَهُ بِرُؤْيَا الْمُصْطَفٰى فِي الْمَنَامِ" ہے۔ یہ صاحب سیرت حلبیہ امام نورالدین علی بن برہان الدین شافعی رحمہ اللہ علیہ (ت، ١٠٤٤) کی تصنیف ہے، امام یوسف بن اسماعیل نبہانی (ت، ١٣٥٠) نے حُجَّةُ اللهِ عَلَى الْعَالَمِيْنَ میں اس کی تلخیص کی ہے۔

امام نبہانی کہتے ہیں

وَقَدْ اَلَّفَ فِيْ هٰذَا الشَّانِ الْعَلَّامَةُ الشَّيْخُ عَلِيُّ الْحَلَبِيُّ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى كِتَابًا سَمَّاهُ بُغْيَةُ الْاَحْلَامِ بِاَخْبَارِ مَنْ فَرَّجَ كُرْبَهُ بِرُؤْيَا الْمُصْطَفٰى فِي الْمَنَامِ وَهَا اَنَا اَنْقُلُ عَنْهُ مَا لَمْ يَذْكُرْهُ صَاحِبُ مِصْبَاحِ الظُّلَامِ (١)

(١) حجۃ اللہ علی العالمین، ٨٠٨

(اس موضوع پر علامہ شیخ علی حلبی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب لکھی اس کا نام "بُغْيَةُ الْاَحْلَامِ بِاَخْبَارِ مَنْ فَرَّجَ كُرْبَهٗ بِرُؤْيَا الْمُصْطَفٰى فِي الْمَنَامِ" تو اب میں اس سے وہ چیزیں یہاں نقل کر رہا ہوں جنھیں صاحب مصباح الظلام نے ذکر نہیں کیا)

ص ۸۰۸ سے ۸۱۴ تک اس کا خلاصہ نقل کیا اور لکھا

اِنْتَهٰى مَا نَقَلْتُهٗ مِنْ كِتَابِ بُغْيَةِ الْاَحْلَامِ لِلْعَلَّامَةِ الشَّيْخِ الْحَلَبِيِّ صَاحِبِ السِّيْرَةِ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى (۱)

(کتاب بغیۃ الاحلام از شیخ حلبی صاحب السیرۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کا خلاصہ یہاں مکمل ہو گیا)

امام موصوف اپنی کتاب شواھد الحق میں چھٹے باب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس میں صالحین وعلماء کی وہ حکایات وآثار نقل کی ہیں جن میں سید المرسلین ﷺ سے استغاثہ اور فریاد کے فوائد حاصل ہوئے۔

اَخَذْتُ ذٰلِكَ مِمَّا نَقَلَهُ الثِّقَاتُ وَ ذَكَرَهُ الْاَئِمَّةُ الثَّلَاثَةُ الْاِثْبَاتُ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ النُّعْمَانِ الْفَاسِيْ فِيْ كِتَابِهٖ مِصْبَاحُ الظَّلَامِ وَالْقُسْطَلَانِيْ فِيْ كِتَابِهٖ، اَلْمَوَاهِبُ اللُّدُنِيَّةِ وَنُوْرُ الدِّيْنِ الْحَلَبِيْ فِيْ كِتَابِهٖ بُغْيَةُ الْاَحْلَامِ وَغَيْرُهُمْ (۲)

(میں نے یہ چیزیں ثقہ لوگوں اور ان تین مستند ائمہ سے نقل کیں ہیں جو امام ابو عبد اللہ بن نعمان نے اپنی کتاب مصباح الظلام میں، امام قسطلانی نے المواہب اللدنیۃ اور امام نور الدین حلبی نے بغیۃ الاحلام میں ذکر کی ہیں)

۴۔ التوسل و احکامہ

اس موضوع پر ایک اور اہم کتاب "التوسل و احکامہ" از عظیم محدث امام محمد [illegible]

(۱) ایضاً، ۸۱۴

(۲) شواھد الحق، ۲۲۳

سندھی (ت، ۱۲۵۷) ہے جس میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور اولیاء کرام سے مدد و استغاثہ کے بارے میں سوال کا جواب قرآن سنت کی روشنی میں بڑی تحقیق سے دیا ہے یہ کتاب مفتی محمد جان نعیمی حفظ اللہ تعالیٰ کی کاوش و تحقیق سے منظر عام پر آ چکی ہے ہم وہ سوال اور اس کے متعلقہ جواب کے حصص مع ترجمہ نقل کیے دیتے ہیں خطبہ مسنونہ کے بعد کتاب کی وجہ تالیف کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

فَقَدْ وَرَدَ سُؤَالٌ فِيْ جَوَازِ الْاِسْتِغَاثَةِ وَالْخِطَابِ بِاَغِثْنِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَعَ اَنَّ الْمُتَكَلِّمَ بِهَا فِي الْمَدِيْنَةِ الْمُشَرَّفَةِ اَوْ خَارِجِهَا؟

فَاِنْ قِيْلَ بِالْجَوَازِ فَهَلْ هٰذَا يُخْتَصُّ بِحَضْرَةِ الرِّسَالَةِ، اَمْ يَعُمُّ كُلَّ وَلِيٍّ فِيْ اَقْطَارِ الْاَرْضِ؟ كَاَنْ يُقَالُ: يَا سَيِّدِيْ عَبْدَ الْقَادِرِ اَغِثْنِيْ، وَ يَا مَوْلَائِيْ خَوَاجَه نَقْشَبَنْدَ اَدْرِكْنِيْ وَ مَا يُقَالُ: مِنْ اَنَّ التَّخْلِيْصَ مِنَ الْمَكْرُوْهِ وَ نَحْوِهٖ اِنَّمَا هُوَ بِيَدِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَيْسَ الْاَمْرُ فِيْ ذٰلِكَ اِلٰى وَلِيٍّ بِوَجْهٍ مِّنَ الْوُجُوْهِ نَعَمْ اَلْاَوْلِيَاءُ وَالْاَنْبِيَاءُ يَشْفَعُوْنَ فِي الْعَرَصَاتِ الْحَشْرِيَّةِ لٰكِنَّ ذٰلِكَ خَاصٌّ بِذٰلِكَ الْوَقْتِ بِشَرْطِ الْاِذْنِ وَالْاَمْرِ وَ حَيْثُ لَا اِذْنَ وَ لَا اَمْرَ فَسُؤَالُ الشَّفَاعَةِ مِنْهُمْ وَالْاِسْتِغَاثَةِ بِهِمْ فِي الْمُهِمَّاتِ اَمْرٌ يَكَادُ لَا يَنْفَعُ بَلْ لَا يَصِحُّ فَهَلْ هٰذَا الْكَلَامُ وَاَضْرَابُهٗ مَقْبُوْلٌ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ الْاَعْلَامِ كَثَّرَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى؟ (۱)

(ہم سے رسول اللہ ﷺ کو پکارنے اور مدد مانگنے کے حوالے سے سوال ہوا کیا یا رسول اللہ میری مدد کیجیے کہنا جائز ہے کہنے والا شہر مدینہ میں ہو یا اس سے باہر؟ اگر یہ جائز ہے تو کیا یہ صرف سرور عالم ﷺ کے ساتھ ہی

(۱) التوسل واحکامہ، ۲۷

مختص ہوگا یا ہر ولی کو پکارا جا سکتا ہے مثلاً سیدی عبدالقادر اغثنی، یا مولائے خواجہ نقشبند ادرکنی اور پھر یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مصیبت وغیرہ سے نجات دینا اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے یہ درجہ کسی طرح بھی کسی نبی و ولی کو حاصل نہیں ہاں بروز قیامت حضور ﷺ انبیاء علیہم السلام، اولیاء شفاعت کریں گے لیکن وہ بھی وہاں اذن و اجازت الٰہی سے ہوگی، جب یہاں اجازت و اذن ہی نہیں تو ان مشکلات میں ان سے شفاعت و سفارش نفع مند نہیں ہوسکتی اور نہ ہی یہ درست ہوگی کیا ایسی گفتگو اہل علم کے ہاں مقبول و پسند ہے؟ اللہ تعالیٰ اہل علم کی اور کثرت فرمائے تا کہ وہ دین کی خدمت کرتے رہیں)

اس کے جواب میں امام موصوف نے مستقل کتاب لکھی اور واضح کیا کہ ایسی مدد چاہنا جائز اور قرآن وسنت سے ثابت ہے۔

پہلے اس پر دلائل ذکر کرتے ہیں کہ میت مرنے کے بعد بھی شعور رکھتی ہے اور اس میں سننے دیکھنے کی قوت پائی جاتی ہے یہ بحث ص ۳۰ تا ۵۴ تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس کے بعد ندا و پکارنے کو ناجائز کہنے والے کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وَاَمَّا اَنْ يُّنْكِرَ نِدَاءَ غَيْرِ اللهِ تَعَالٰى فَيَقُوْلُ اِنَّهٗ لَا يَجُوْزُ فَيُجَابُ عَلَيْهِ بِاَنَّ هٰذَا مَرْدُوْدٌ بِمَا اَخْرَجَهُ "اِبْنُ السُّنِيِّ" فِيْ "عَمَلِ الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ" فِيْ "بَابِ مَا يَقُوْلُ اِذَا خَدَرَتْ رِجْلُهٗ" عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ: كُنْتُ اَمْشِيْ مَعَ ابْنِ عُمَرَ، فَخَدَرَتْ رِجْلُهٗ، فَجَلَسَ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ اُذْكُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَيْكَ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدَاهُ، فَقَامَ وَ مَشٰى، وَ اَخْرَجَ اَيْضًا: عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَخَدَرَتْ رِجْلُهٗ، فَقُلْتُ يَا اَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ مَالِرِجْلِكَ قَالَ اِجْتَمَعَ

عَصَبُهَا مِنْ هٰهُنَا، فَقُلْتُ اُدْعُ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَيْكَ: فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، فَانْبَسَطَتْ، وَ اَخْرَجَ اَيْضًا: عَنِ الْهَيْثَمِ ابْنِ جَحْشٍ، قَالَ كُنَّا عِنْدَ عَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَعْنِيْ اِبْنَ الْعَاصِ فَخَدَرَتْ رِجْلُهٗ، فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ اُذْكُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَيْكَ، فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ ﷺ قَالَ: فَكَاَنَّمَا نَشَطَ مِنْ عُقَالٍ۔

(جو غیر اللہ کی ندا کو جائز نہیں مانتا اس کا رد یوں ہے کہ تیری بات مردود اور غلط ہے کیونکہ امام ابن السنی نے اپنی کتاب "عمل الیوم واللیلۃ" کے باب ما یقول اذا خدرت رجلہ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ چل رہا تھا تو ان کا پاؤں سن ہو گیا تو وہ بیٹھ گئے کسی آدمی نے ان سے کہا کہ تم اپنے سب سے پیارے کو پکارو تو انہوں نے یوں کہا "یا محمداہ" اور اس وقت اٹھے اور چل پڑے اور انہوں نے ہی حضرت عبدالرحمن بن سعد کے حوالہ سے نقل کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس تھا ان کا پاؤں سن ہو گیا میں نے کہا اے ابوعبدالرحمن تمہارے پاؤں کو کیا ہوا؟ فرمایا اس کے پٹھے جمع ہو گئے ہیں میں نے عرض کیا کہ تم اپنے سب سے پیارے کو پکارو تو انہوں نے "یا محمد" کہا تو صحت مند ہو گئے۔ انہوں نے ہی ہیثم بن جحش سے نقل کیا ہم حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص کے ہاں تھے ان کا پاؤں سن ہو گیا تو ایک آدمی نے ان سے کہا کہ تم اپنے سب سے زیادہ محبوب کو پکارو تو انہوں نے یوں پکارا "یا محمد ﷺ" تو وہ اس طرح درست ہو گئے کہ جیسے رسی کھول دی گئی ہو)

ان تمام روایات سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وَيُسْتَفَادُ مِنْ هٰذِهِ الْاٰثَارِ جَوَازُ نِدَاءِ لِلْمَيِّتِ بَعْدَ مَوْتِهٖ قَرِيْبًا كَانَ مِنْهَا وَ بَعِيْدًا عَنْهُ

(یہ تمام آثار آگاہ کر رہے ہیں کہ میت کو نداء کرنا جائز ہے خواہ آدمی اس سے قریب ہو یا اس سے دور ہو)

الفاظ تشہد سے تائید

اس کے بعد الفاظِ تشہد سے تائید یوں ذکر کرتے ہیں۔

وَيُؤَيِّدُ ذٰلِكَ مَاثَبَتَ فِيْ اَلْفَاظِ التَّشَهُّدِ "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ" فَاِنَّ "اَيْ" مِنْ حَرْفِ النِّدَاءِ عَلٰى اَنَّ فِيْهِ مُخَاطَبَةَ الْمَيِّتِ بَعْدَ مَوْتِهٖ، وَ يُسْتَفَادُ مِنْهُ: اِنَّهٗ لَا يَقْتَصِرُ فِيْ جَوَازِهٖ عَلٰى اِشْتِرَاطِ قُرْبَةٍ مِّنَ الْمَيِّتِ بَلِ الْقُرْبُ وَ الْبُعْدُ سَوَاءٌ فِيْ هٰذَا الْحُكْمِ، وَ ذٰلِكَ لِاَنَّ الْمُصَلِّيَ كَانَ مَامُوْرًا بِهٰذِهِ الْقَوْلِ فِيْ تَشَهُّدِهٖ اَيْنَ كَانَ

(کہ الفاظ تشہد "السلام علیك ایها النبی و رحمة الله و برکاته" سے بھی ہمارے موقف کی تائید ہوتی ہے کیونکہ "ای" حرف نداء ہے اور اس میں وصال کے بعد خطاب ہے۔ اور اس سے یہ بھی مسئلہ سامنے آرہا ہے کہ نداء کے لیے فوت شدہ کے قریب ہونا ضروری نہیں بلکہ قرب و بعد دونوں اس حکم میں برابر ہیں اس لیے کہ نمازی تشہد میں الفاظ کہنے کا پابند ہے خواہ وہ کہیں بھی ہو)

اس کے بعد غیر اللہ سے استعانت و مدد نہ ماننے والے کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وَاَمَّا: اَنْ يُّنْكِرَ جَوَازَ الْاِسْتِغَاثَةِ بِغَيْرِ اللهِ تَعَالٰى فَيُجَابُ عَلَيْهِ: بِاَنَّهٗ مَرْدُوْدٌ بِمَا اَخْرَجَهُ "الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ" بِاِسْنَادٍ رِجَالُهٗ ثِقَاتٌ عَنْ عُتْبَةَ بْنِ غَزْوَانَ عَنْ نَبِيِّ اللهِ ﷺ قَالَ: "اِذَا اَضَلَّ اَحَدُكُمْ شَيْئًا، اَوْاَرَادَ عَوْنًا وَ هُوَ بِاَرْضٍ لَيْسَ بِهَا اَنِيْسٌ

فَلْيَقُلْ: يَا عِبَادَ اللهِ اَعِيْنُوْنِيْ فَاِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا لَا تَرَوْنَهُمْ" وَقَدْ جُرِّبَ ذٰلِكَ اِنْتَهٰى لَفْظُ الطَّبْرَانِيِّ

(غیر اللہ سے مدد مانگنے کو ناجائز کہنا بھی مردود ہے کہ امام طبرانی نے ثقہ راویوں کی سند سے حضرت عقبہ بن غزوان سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی شے گم ہو جائے یا تم ایسی جگہ ہو کہ وہاں کوئی غمخوار نہ ہو تو مدد کا ارادہ ہو تو یوں پکارو اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسے بندے بھی ہوتے ہیں جنہیں تم نہیں دیکھتے اور یہ نہایت ہی مجرب و آزمودہ چیز ہے)

وَقَدْ اَخْرَجَ اِبْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ فِيْ "مُصَنَّفِهٖ" عَنِ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مَوْقُوْفًا اَنَّهٗ قَالَ "اِذَا انْفَلَتَتْ دَابَّةُ اَحَدِكُمْ فَلْيُنَادِ اَعِيْنُوْنِيْ عِبَادَ اللهِ رَحِمَكُمُ اللهُ" وَ قَدْ جَاءَ فِي الْاِسْتِعَاذِ بِالْمَيِّتِ مِنَ الْمَكْرُوْهِ، مَا اَخْرَجَهُ "اِبْنُ السُّنِيِّ" فِيْ "عَمَلِ الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ" عَنْ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: اِذَا كُنْتَ بِوَادٍ تَخَافُ فِيْهِ السَّبَاعَ فَقُلْ: اَعُوْذُ بِدَانِيَالَ وَ بِالْجُبِّ مِنْ شَرِّ الْاَسَدِ (۱)

(امام ابن ابی شیبہ نے مصنف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا جب تم میں سے کسی کا چوپایہ گم ہو جائے تو یوں پکارو اے اللہ کے بندو! تمہیں اللہ تعالیٰ جزا دے میری مدد کو پہنچو امام ابن السنی نے اپنی کتاب "عمل الیوم واللیلة" میں مشکل کے وقت فوت شدہ کو پکارنے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا جب تمہیں کسی وادی میں درندے کا خوف ہو تو یوں کہو میں حضرت دانیال کی پناہ لیتا ہوں)

(۱) التوسل واحکامہ، ۵۵ تا ۵۸

۵۔ شَوَاهِدُ الْحَقِّ فِي الْاِسْتِغَاثَةِ بِسَيِّدِ الْخَلْقِ ﷺ

اس مسئلہ پر پانچویں مستقل کتاب معروف بزرگ امام یوسف بن اسماعیل نبہانی (م ۱۳۵۰) کی ''شَوَاهِدُ الْحَقِّ فِي الْاِسْتِغَاثَةِ بِسَيِّدِ الْخَلْقِ ﷺ (مخلوق کے سردار ﷺ سے مدد مانگنے پر دلائل حقہ) ہے یہ عظیم کتاب مسلسل شائع ہو رہی ہے۔ ہمارے سامنے اس کا دارالکتب العلمیہ بیروت کا نسخہ ہے جو ۱۹۹۶ء میں پہلی دفعہ شیخ عبدالوارث محمد علی کی تحقیق سے شائع ہوا۔ اس کے بڑے سائز کے صفحات ۳۴۳ ہیں۔

دوسرا باب جو کہ جواز استغاثہ واستعانت پر ہے اس کے چند عنوانات ملاحظہ کیجئے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ فِيْ اَحَادِيْثِ اِسْتِغَاثَةِ الصَّحَابَةِ بِهٖ ﷺ

لِلْاِسْتِسْقَاءِ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ فِيْ بَعْضِ مَا قَالَهُ الْاَئِمَّةُ

وَ الْعُلَمَاءُ وَ ثَبَتُوْا بِهٖ مَشْرُوْعِيَّةَ الْاِسْتِغَاثَةِ لَهٗ ﷺ

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ فِيْ تَوْضِيْحِ مَسْاَلَةِ الْاِسْتِغَاثَةِ بِهٖ ﷺ

ان جیسے درجنوں جزئیات استغاثہ پر بڑی تفصیل سے لکھا، شیخ ابن تیمیہ اور اس کی ذریت کا خوب رد کیا، اس کتاب کا ترجمہ استاذ العلماء علامہ محمد اشرف سیالوی مدظلہ نے کیا اور فرید بک سٹال نے اسے شائع کیا۔

اُمت کا اتفاق واجماع

دوسرے باب کی چوتھی فصل میں مسئلہ توسل واستغاثہ کی وضاحت وتفصیل سامنے لاتے ہوئے لکھتے ہیں۔

لَوْ حَصَلَ مِنَ الْمُخَالِفِيْنَ اَدْنٰى تَدْقِيْقٍ لَعَرَفُوْا اَنْفُسَهُمْ عَلَى الْبَاطِلِ شُذُوْذُهُمْ مِنَ السَّوَادِ الْاَعْظَمِ وَ هُوَ جُمْهُوْرُ اُمَّةِ ﷺ حَتّٰى اَنَّ الْعِلْمَ بِهٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ اَيْ مَشْرُوْعِيَّةِ السَّفَرِ لِزِيَارَةِ النَّبِيِّ ﷺ وَ مِثْلِهِ الْاِسْتِغَاثَةِ بِهٖ ﷺ مِنَ الْاُمُوْرِ الْمَعْلُوْمَةِ مِنَ الدِّيْنِ بِالضَّرُوْرَةِ عِنْدَ جَمِيْعِ الْعُلَمَاءِ وَالْعَوَّامِ مِنْ

اَهْلِ الْاِسْلَامِ

(اگر منکرین توسل اور مخالفین استغاثہ کو ادنیٰ درجہ تحقیق وتدقیق کا حاصل ہوتا تو وہ لامحالہ اپنی خطا اور غلطی کو پہچان جاتے کیونکہ وہ اس معاملہ میں سواد اعظم سے شذوذ اور علیحدگی اختیار کیے ہوئے ہیں اور جمہور امت کے پسندیدہ راستے سے انحراف کیے ہوئے ہیں حتیٰ کہ زیارت نبی کریم ﷺ کے لیے سفر کی مشروعیت وجواز اور آپ سے استغاثہ والتجا اور شفاعت کا جواز واستحسان ان امور سے ہیں جن کا اصل دین واسلام ہونا جمیع علماء اعلام اور عوام اہل اسلام کو بالضرورۃ اور بالبداہۃ معلوم ہے)

پھر آگے چل کر رقمطراز ہیں

اِنَّ جُمْهُوْرَ الْاُمَّةِ الْمُحَمَّدِيَّةِ مِنَ الْفُقَهَاءِ الْمُحَدِّثِيْنَ وَ الْمُتَكَلِّمِيْنَ وَ الصُّوْفِيَّةِ وَ غَيْرِهِمْ مِنَ الْخَوَاصِ وَالْعَوَامِ مِنْ جَمِيْعِ مَذَاهِبِ الْاِسْلَامِ مُتَّفِقُوْنَ بِالْقَوْلِ وَ الْفِعْلِ عَلٰى اِسْتِحْسَانِ الْاِسْتِغَاثَةِ وَالتَّوَسُّلِ وَالتَّشَفُّعِ بِالنَّبِيِّ ﷺ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى لِقَضَاءِ الْحَوَائِجِ الدُّنْيَوِيَّةِ وَالْاُخْرَوِيَّةِ ، وَاسْتِحْبَابِ شَدِّ الرِّحَالِ وَالسَّفَرِ لِزِيَارَتِهٖ ﷺ مِنَ الْاَقْطَارِ الْبَعِيْدَةِ وَالْقَرِيْبَةِ حَتّٰى صَارَ ذَالِكَ عِنْدَهُمْ بِمَنْزِلَةِ الْاُمُوْرِ الْمَعْلُوْمَةِ مِنَ الدِّيْنِ بِالضَّرُوْرَةِ بِحَيْثُ لَا يَجْهَلُهٗ وَ لَا يَتَصَوَّرُ خِلَافَهٗ اَحَدٌ ، بَلْ لَا يَتَوَهَّمُ خِلَافَهٗ (۱)

(جمہور اُمت فقہاء ومحدثین، صوفیاء ومتکلمین اور جمیع فرق اسلامیہ کے خواص وعوام قولاً وعملاً حوائج دنیویہ واخرویہ میں نبی اکرم ﷺ سے استغاثہ وتوسل اور توجہ وتشفع پر متفق ومجتمع ہیں اور شد رحال کے استحباب اور زیارت نبوی ﷺ کے لیے جواز سفر پر سب متفق ومتحد ہیں خواہ اقطار واکناف عالم سے ہی کیوں نہ ہو حتیٰ کہ یہ امر ان کے نزدیک ضروریات

(۱) شواہد الحق: ۶۰۱۔۶۰۷

دین سے ہو چکا ہے نہ تو کوئی اس سے بے خبر ہے اور نہ اس کے خلاف ان کے نزدیک قابل توجہ و تصور ہے بلکہ اس کے خلاف کا تو ہم و تخیل ہی نہیں ہے)

امام تاج الدین فاکہانی (ت: ۷۳۴) اس روایت ''یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ'' کے تحت لکھتے ہیں

وَقَدْ اَخْبَرَنِیْ شَیْخٌ بِمِصْرٍ: اِنَّهٗ قَدْ كَانَ اَعْمٰی وَ دَعَا بِهٰذَا الدُّعَاءِ الْمَذْكُوْرِ فَاَبْصِرَ وَرَاَیْتُهٗ مُبْصِرًا (۱)

(مجھے ایک شیخ مصر نے بتایا کہ وہ نابینا تھے تو انہوں نے یہی دعائے مذکورہ پڑھی اور دعا کی تو وہ بینا ہو گئے اور میں نے انہیں خود بینا دیکھا)

یہ تمام واقعات اس پر کس قدر شاہد ہیں کہ تمام محدثین، مفسرین اور اُمت کے اہل علم رسول اللہ ﷺ سے بعد از وصال اور دور سے بھی استغاثہ کو جائز ماننے اور اسے اپنی خوش بختی تصور کرتے

ان کے علاوہ سینکڑوں کتب میں رسول اللہ ﷺ سے استغاثہ پر پورے پورے ابواب موجود ہیں جن میں اُمت کے ائمہ، محدثین، مفسرین اور صوفیاء نے آپ ﷺ سے مشکلات میں مدد و استغاثہ کیا اور ان کی حاجات بر آئیں

اس کے بعد مخالفین کا یہ کہنا کہ یہ محض شوقیہ اور تکلیف میں ماں کو پکارنے کی طرح ہے بالکل لغو و باطل ہو جاتا ہے

یہاں صرف امام فاکہانی کی کتاب ''الفجر المنیر'' کے باب استغاثہ کی فہرست ملاحظہ کیجیے

الباب الحادی عشر

فی من استغاث به ﷺ واغیث فی القدیم والحدیث

استغاثة ابینا آدم به ﷺ

فصل: فی المستغیثین به ﷺ عند القحط وعدم الامطار وما جاء فی ذلك من صحیح الاخبار

(۱) الفجر المنیر فی الصلاة علی البشیر النذیر: ۵۳۲

فصل: فی من استغاث به ﷺ من الجوع

فصل: فی من استغاث به ﷺ من شدة العطش

فصل: فی استغاثة من لا ذ بقبره واشتکی الیه ﷺ بفقره وضرره

فصل: فی استغاثة الاسری ممن كان فی ایدی الظلمة والكفار بالنبی المختار ﷺ

فصل: فی استغاثة من شكا الیه ﷺ ذهاب بصره او وجعه

فصل: فی من اشتكی الیه ﷺ وجع الضرس والحلق وضیق النفس

فصل: فی من استغاث به ﷺ من ذوی العاهات والارق والنسیان

فصل: فی استغاثة الجمل بِالنَّبِیِّ ﷺ واستكانته الیه

فصل: فی استغاثة الظبیة وملاذها بِالنَّبِیِّ ﷺ

فصل: فی ملاذ الحمرة لما فجعت بفرخیها بِالنَّبِیِّ ﷺ

فصل:

المدد یارسول اللہ ﷺ پر چند واقعات

چند ایسے واقعات کا مطالعہ بھی کر لیجیے جن میں امت کے بزرگوں نے آپ ﷺ سے مدد مانگی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی عملاً مدد فرمائی

۱۔ امام ابراہیم بن مرزوق بیانی فرماتے ہیں

جزیرہ شقر سے ایک آدمی گرفتار کیا گیا اور اس کے سینے پر لمبی اور وزنی لکڑیاں رکھی گئیں اور اس کو لوہے کی زنجیروں میں جکڑ دیا گیا

فَكَانَ يَسْتَغِيْثُ وَيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللهِ ،فَقَالَ لَهٗ كَبِيْرُ الْعَدُوِّ قُلْ لَهٗ يَنْقُذُكَ ۔ قَالَ فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ هَزَّهٗ شَخْصٌ وَقَالَ لَهٗ اَذِّنْ فَقَالَ لَهٗ مَاتَرٰى مَا اَنَا فِيْهِ فَاَذَّنَ حَتّٰى بَلَغَ اِلٰى قَوْلِهٖ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ، فَزَالَ مَا كَانَ عَلٰى صَدْرِهٖ مِنَ الْحَدِيْدِ وَالْعَصٰى وَظَهَرَ بَيْنَ يَدَيْهِ بُسْتَانٌ فَمَشٰى فِيْهِ فَانْفَتَحَ لَهٗ مَوْضِعٌ فَدَخَلَ مِنْهُ

(اس درد والم کی حالت میں وہ شخص بارگاہ رسالت پناہ ﷺ سے استغاثہ کرتے ہوئے یا رسول اللہ یا رسول اللہ کہتا ہے۔ دشمنوں کے سردار نے اس سے کہا اپنے رسول ﷺ سے کہہ کہ وہ تجھے خلاصی عطا فرمائے جب رات کی تاریکی چھا گئی تو ایک شخص نے آکر اسے جھنجوڑا اور کہا۔ اٹھ اذان دے اس نے عرض کیا تم جانتے ہو میں کس حال میں ہوں جب حسب الامر اذان دینے لگا اور ''اشہد ان محمدا رسول اللہ'' تک پہنچا تو اس کے سینے پر سے بھاری لکڑیاں اور زنجیر وغیرہ سب زائل ہو گئے اور اسے اپنے سامنے ایک باغ دکھائی دیا وہ اس میں چلنے لگا ایک جگہ ایک غار پر نظر پڑی اس میں داخل ہوا تو اپنے وطن جزیرہ شقر میں پہنچ گیا۔ اور اس شہر میں اس کا یہ واقعہ بہت مشہور ہوا)

۲۔ صالحین میں سے ایک شخص نے بیان کیا جو کہ بلادِ کفر میں اسیر تھا کہ جس شہر میں وہ قید تھا اس شہر کے امیر کا جہاز ساحل کے قریب لنگر انداز ہوا انہوں نے تمام قیدیوں کو بھی اکٹھا کیا اور اہل شہر کی ایک جماعت کو بھی جن کی مجموعی تعداد تین ہزار کے قریب ہو گی تا کہ وہ اس جہاز کو کھینچ کر کنارے کے ساتھ لگائیں مگر جہاز اتنا عظیم تھا کہ اتنی کثیر تعداد بھی اس کو نہ کھینچ سکی

فَجَاءَ اَحَدُهُمْ اِلَى الْمَلِكِ وَ قَالَ لَهٗ :هٰذَا الْمَرْكَبُ لَا يُخْرِجُهُ اِلَّا الْمُسْلِمُوْنَ بِشَرْطِ اَنْ لَّا يَمْنَعُوْا اَنْ يَّتَكَلَّمُوْا بِمَا يُرِيْدُوْنَ ۔ قَالَ فَجَمَعُوْنَا وَ قَالُوْا لَنَا قُوْلُوْا مَا تُرِيْدُوْنَ وَ كُنَّا اَرْبَعَ مِائَةٍ وَخَمْسِيْنَ رَجُلاً فَقُلْنَا بِاَجْمَعِنَا ۔ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَجَبَذْنَا الْمَرْكَبَ جَبْذَةً وَّاحِدَةً فَلَمْ يَتَوَقَّفْ اِلٰى اَنْ اَخْرَجْنَاهُ اِلَى الْبَرِّ بِبَرَكَةِ اِسْتِغَاثَتِنَا بِالنَّبِيِّ ﷺ (۱)

(چنانچہ ایک شخص بادشاہ کے پاس آیا اور اسے کہا کہ اس جہاز کو صرف مسلمان ہی نکال سکتے ہیں مگر اس کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ جو کچھ کہنا چاہیں ان پر کوئی پابندی عائد نہ کی جائے چنانچہ بادشاہ نے اس شخص کے مشورے کے مطابق ہم اہل اسلام کو جمع کیا اور ہمیں کہا کہ تم جس قسم کا نعرہ لگانا چاہو اور جو کلمات زبان پر لانا چاہو تمہیں مکمل آزادی ہے۔ ہماری مجموعی تعداد ساڑھے چار سو تھی ہم نے مل کر پکارا یا رسول اللہ! اور اس کو بڑے زور سے کھینچا تو وہ بغیر کسی رکاوٹ کے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ استغاثہ وتوسل کی بدولت کنارے آلگا)

(۱) شواهد الحق۔ ۲۲۷

۳۔ امام حسین بن محمد شافعی (ت:۹۲۲) اس مسئلہ پر رقمطراز ہیں

آپ ﷺ جسدِ اطہر اور روح انور کے ساتھ زندہ ہیں اور آپ کے وجود سے کوئی زمان، مکان، زمانہ اور وقت خالی نہیں۔ ولی کامل عارف باللہ شیخ عبد العزیز الدیرینی کے بارے میں منقول ہے۔

لَمَّا نُسِبَتْ اِلَيْهِ الْمَشْيَخَةُ بِدِيْرِيْنَ، وَنَازَعَهُ فِيْهَا جَمَاعَةٌ مِنَ الْاَشْرَافِ۔ اِتَّفَقَتْ اٰرَاءُ اَهْلِ الْبِلَادِ وَالتِّلَادِ عَلٰى مَوْعِدٍ بَعْدَ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ، وَاِنَّ السَّادَةَ الْاَشْرَافَ يُنَادُوْنَ جَدَّهُمْ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ، وَاِنَّ سَيِّدِيْ عَبْدَ الْعَزِيْزِ يُنَادِيْهِ اَيْضًا، وَاِنَّ كُلَّ مَنْ اَجَابَهُ النَّبِيُّ ﷺ كَانَ الْحَقُّ لَهُ، فَاجْتَمَعَ لِذٰلِكَ جَمَاهِيْرُ الْعُلَمَاءِ وَ النَّاسُ۔ فَقَالَ سَيِّدِيْ عَبْدُ الْعَزِيْزِ لِلْاَشْرَافِ: تَقَدَّمُوْا اَنْتُمْ وَنَادُوْا، فَتَقَدَّمَ وَاحِدٌ بَعْدَ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ، كُلٌّ مِّنْهُمْ يُنَادِيْ، يَا جَدِّيْ يَا رَسُوْلَ اللهِ، فَلَمْ يَجِبْ وَاحِدًا مِّنْهُمْ فَعِنْدَ ذٰلِكَ تَقَدَّمَ الْعَارِفُ سَيِّدِيْ عَبْدُ الْعَزِيْزِ فَقَالَ:

"يَا سَيِّدِيْ يَا رَسُوْلَ اللهِ" فَسَمِعَ النَّاسُ قَاطِبَةً: "لَبَّيْكَ يَا عَبْدَ الْعَزِيْزِ"

(کہ جب آپ دیرین میں سجادہ نشین ہوئے تو کچھ خاندانی لوگوں نے اعتراض اٹھایا۔ تمام اہل بلاد کا اِس پہ اتفاق ہوا کہ نماز جمعہ کے بعد شیخ عبد العزیز سمیت تمام سادات اپنے جد کریم ﷺ کو آواز دیں اور جس کا جواب رسول اللہ ﷺ عطا فرمائیں، سجادگی اسی کا حق ہوگا۔ تمام اہل علم وشرف اور عوام جمع ہو گئے شیخ نے دوسرے سادات کو کہا پہلے تم عرض کرو۔ ہر ایک نے یہ کلمات عرض کیے "یَا جَدِّیْ یَا رَسُوْلَ اللهِ" مگر کسی کو جواب عطا نہ ہوا۔ اس کے بعد شیخ عبد العزیز نے عرض کیا "یَاسَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللهِ" بس عرض کرنے کی دیر تھی تمام لوگوں نے یہ جواب سنا "لَبَّیْكَ یَا عَبْدَ الْعَزِیْزِ"

بلکہ ایک جماعت نے ساتھ یہ بھی بیان کیا کہ

اِنَّ الصَّفَّ الَّذِيْ يَلِيْ سَيِّدِيْ عَبْدَ الْعَزِيْزِ سَمِعَ وَالصُّفُوْفُ الَّذِيْ خَلْفَهُ لَمْ يَسْمَعْ فَاَعَادَ النِّدَاءَ فَنَادَتِ الْاِجَابَةُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ (۱)

(کہ پہلی دفعہ صرف اُسی صف کے لوگوں نے سنا جو شیخ عبد العزیز کے ساتھ تھے اور پیچھے لوگوں نے نہ سنا تو انہوں نے تین دفعہ عرض کیا تو تینوں دفعہ حضور ﷺ کی طرف سے جواب نصیب ہوا)

غور کر لیجیے یہ ہے اہل اسلام کا عقیدہ، آج ہم اسی ذات اقدس کے بارے میں ایسا عقیدہ رکھنے والے کو مشرک وکافر قرار دینے سے بھی گریز نہیں کرتے

۴۔ امام صالح بن شوبلنسی نے بتایا کہ ہم کشتی میں سوار تھے کہ دشمن کے بیڑے نے ہمیں آلیا اور قریب تھا کہ ہماری کشتی کو تباہ کرنے کے لیے ٹکر لگاتے میں نے عرض کیا

يَا مُحَمَّدُ نَحْنُ فِيْ ضِيَافَتِكَ الْيَوْمَ فَسَمِعْنَا هِدَّةً فِي الْمِسْطَحِ، فَاِذَا صَارَى الْمِسْطَحُ قَدِ انْكَسَرَ وَ سَقَطَ قَلَاعُهُ وَ شَغَلُوْا بِاَنْفُسِهِمْ فَدَخَلْنَا تُوْنُسَ سَالِمِيْنَ بِبَرَكَةِ النَّبِيِّ ﷺ (۲)

(اے محمد ﷺ آج ہم آپ کی ضیافت میں ہیں تو فوراً دشمن کی عظیم کشتی میں زوردار دھماکہ ہوا کشتی کے وسطی عمود ٹوٹ گئے اور ان پر لٹکائے ہوئے بادبان بھی گر گئے چنانچہ انہیں اپنی جان بچانے کی فکر لاحق ہوئی اور ہم نبی کریم ﷺ کی برکت سے صحیح وسالم کنارے جا لگے اور تونس پہنچ گئے)

۵۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن موسیٰ بن نعمان المزالی مراکشی (ت:۶۷۲) لکھتے ہیں کہ

(۱) وجود النبی فی کل مکان۔ ۵۳

(۲) شواهد الحق: ۲۳۱

... عبداللہ محمد بن محمد تجیبی کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ

كَانَتِ الْحُمّٰى تَعْتَادُنِيْ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ النَّوْبَةِ اَخَذَتْنِيْ، فَاَخَذْتُ كِتَابَ ''الشِّفَا فِيْ شَرَفِ الْمُصْطَفٰى ﷺ'' وَ جَعَلْتُهُ عَلٰى صَدْرِيْ وَ عَلٰى كَتِفَيَّ وَقُلْتُ: تَحَسِّبْتُ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ (۱)

(مجھے باری کا بخار آیا کرتا تھا، جب اس کی باری کا دن آیا تو میں نے کتاب ''اَلشِّفَاءُ فِيْ شَرَفِ الْمُصْطَفٰى'' لے کر اپنے سینے اور کندھے پر رکھ لی اور میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرا آپ پر بھروسہ ہے۔ اسی وقت تکلیف جاتی رہی جب کہ میں لیٹا ہوا تھا)

۶۔ مجھے ایک نیک آدمی نے بیان کیا کہ

اَهَلَّ عَلَيْنَا شَهْرُ رَمَضَانَ فَاَخَذَتْنِي الْحُمّٰى فَخِفْتُ مِنَ الْفِطْرِ فِيْهِ، فَاسْتَغَثْتُ بِالنَّبِيِّ ﷺ وَشَكَوْتُ اِلَيْهِ الْحُمّٰى: فَاَقْلَعَهَا اللهُ عَنِّيْ وَصُمْتُ شَهْرَ رَمَضَانَ بِبَرَكَةِ النَّبِيِّ ﷺ (۲)

(ایک دفعہ رمضان المبارک کا چاند دکھائی دیا اور اس کے ساتھ ہی مجھے بخار ہو گیا، مجھے خوف ہوا کہ میں روزہ نہیں رکھ سکوں گا۔ میں نے نبی اکرم ﷺ سے مدد مانگی اور آپ کی بارگاہ میں بخار کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے بخار سے نجات عطا فرما دی اور میں نے نبی اکرم ﷺ کی برکت سے ماہ رمضان کے روزے رکھے)

مزید تفصیل کے لیے ان مستقل کتب کا مطالعہ کافی ہے جن کا تعارف آچکا ہے۔

(۱) مصباح الظلام: ۱۷۱

(۲) مصباح الظلام: ۱۷۲

فصل:

صحابہ رضی اللہ عنہم اور نعرہ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم

شہر مدینہ یا محمد یارسول اللہ کے نعروں سے گونج اٹھا

اہل مدینہ کو جب اطلاع ملی سرور عالم ﷺ مکۃ المکرمہ سے شہر مدینہ کی طرف روانہ ہو چکے ہیں تو وہ روزانہ نمازِ فجر کے بعد استقبال کے لیے اجتماعی طور پر اُس راستے میں جا بیٹھتے جو مکۃ المکرمہ سے آتا تھا جب خوب دھوپ نکل آتی تو پھر واپس ہو جاتے جس دن آپ ﷺ کی تشریف آوری ہوئی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جیسے ہی آپ ﷺ کی سواری قبا سے مدینہ طیبہ روانہ ہوئی تمام اہل مدینہ نے یہ اشعار پڑھ کر استقبال کیا۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعِ (۱)

(ہم پر وداع کی گھاٹیوں سے چودھویں کا چاند طلوع ہو گیا جب تک کوئی اللہ کی طرف سے بلانے والا موجود ہے ہم پر اللہ کا شکر لازم ہے)

مختلف ٹولیوں نے آپ کو سلامی پیش کی۔ شہر مدینہ کی کیفیت صحیح مسلم میں یوں بیان ہوئی کہ تمام شہر نعرہ 'یَا مُحَمَّدُ' اور نعرہ 'یَا رَسُوْلَ اللهِ' سے گونج اٹھا الفاظ روایت پڑھیے۔

صَعَدَ الرِّجَالُ وَ النِّسَاءُ فَوْقَ الْبُيُوْتِ وَ تَفَرَّقَ الْغِلْمَانُ وَ الْخَدَمُ فِي الطُّرُقِ يُنَادُوْنَ يَا مُحَمَّدُ يَا رَسُوْلَ اللهِ يَا مُحَمَّدُ يَا رَسُوْلَ اللهِ (۲)

(۱) فتوح الشام: ۱۔۱۴۷

(۲) صحیح مسلم: ۲۔۴۱۹

(مرد وخواتین گھروں کی چھتوں پر تھے۔ بچے اور نوجوان تمام راستوں میں پھیل گئے اور تمام کے تمام کہہ رہے تھے 'یَا مُحَمَّدُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ۔ ۔ یَا مُحَمَّدُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ)

اس جلوس میں خود رسول اللہ ﷺ شریک ہوئے اور آپ نے اس سے منع ہرگز نہیں کیا بلکہ اس پر خوشی کا اظہار کیا۔ افسوس آج جہالت ہمیں لے ڈوبی۔ ہم کیسے فتویٰ جاری کر رہے ہیں اگر ہمیں ان چیزوں کا علم ہوتا تو ہم کبھی ایسی جرأت نہ کرتے۔

صحابہ اور یا محمداہ

پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یا محمد اور یا رسول اللہ کہنا بھی ثابت ہے۔

۱۔ امام احمد خفاجی (ت۔۱۰۶۹) صحابہ کا معمول نقل کرتے ہیں

وَالْمَنْقُوْلُ اِنَّھُمْ کَانُوْا یَقُوْلُوْنَ فِیْ تَحِیَّۃِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَوْ نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَحْوَہٗ (۱)

(منقول ہے کہ صحابہ کرام آپ ﷺ سے ملاقات کے وقت یوں سلام عرض کرتے الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، یَا نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضور ﷺ کے ارشاد گرامی

مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰہُ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْہِ السَّلَامَ

(جب کوئی مسلمان مجھ پر درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو لوٹا تا ہے حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں)

کی تشریح میں لکھتے ہیں

اِنَّ الْمُرَادَ بِالسَّلَامِ قَوْلُھُمْ اَلصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ

(۱) نسیم الریاض: ۵۔۱۸

عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (۱)

یہاں سلام سے مراد اَلصَّلٰوۃُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ جیسے کلمات ہیں۔

۲۔ امام ابن السنی اور امام بشکوال نے نقل کیا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سن ہو گیا تو ان سے کہا گیا

اُذْکُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَیْکَ

(انہیں یاد کرو جو تمہیں سب سے زیادہ محبوب ہیں)

تو

فَصَاحَ یَا مُحَمَّدَاہْ فَانْتَشَرَتْ (۲)

(انہوں نے بلند آواز سے کہا 'یا محمداہ' تو پاؤں فوراً بیدار ہو گیا)

امام بخاری کے الفاظ ہیں

خَدِرَتْ رِجْلُ اِبْنِ عُمَرَ فَقَالَ لَہٗ رَجُلٌ اُذْکُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَیْکَ فَقَالَ یَا مُحَمَّدَاہْ (۳)

(حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں مبارک سن ہو گیا تو ایک آدمی نے کہا اپنے محبوب کو یاد کریں تو انہوں نے پکارا یا محمداہ)

۳۔ شارح مسلم امام نووی نے کتاب الاذکار میں نقل کیا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سن ہو گیا تو ان کی توجہ دلائی گئی کہ تم اسے یاد کرو جس سے تمہیں سب سے زیادہ محبت ہے۔ انہوں نے پکارا 'یا محمداہ' ان کا پاؤں درست ہو گیا ایسے معلوم ہوا

فَکَاَنَّھَا نَشَطَ مِنْ عُقَالٍ (الاذکار باب مایقول اذا خدرت رجلہ)

(کہ اس سے پہلے قید میں تھا اور وہ کھل گیا)

۴۔ امام ابن اثیر تاریخ میں نقل کرتے ہیں ۱۸ ہجری میں جب قحط ہوا تو بنو مزینہ نے حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ سے درخواست کی ہمارے لیے بکری

(۱) نسیم الریاض: ۵۔۷۸
(۲) عمل الیوم واللیلۃ: ۱۶۸
(۳) الادب المفرد: ۹۶۴

ذبح کریں فرمایا بکریوں میں کچھ باقی نہیں رہا انہوں نے اصرار کیا آخر کار ذبح کی جب کھال اتاری تو صرف سرخ ہڈیاں نکلیں یہ دیکھ کر پکار اٹھے یا محمداہ پھر حضور ﷺ خواب میں تشریف لائے اور دوری قحط کی بشارت عطا فرمائی۔ (۱)

صحابہ کا نعرہ ''یا محمد یا محمد''

امام واقدی (ت: ۲۰۷) نقل کرتے ہیں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں عیسائیوں کے خلاف صحابہ اور تابعین پر مشتمل لشکر اسلامی جہاد کر رہا تھا۔ مشہور صحابی سیدنا عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اس لشکر کے سپہ سالار تھے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی اس میں شامل تھے اس موقعہ پر تمام مسلمان مجاہد یہ نعرہ بلند کرتے۔

اَلنَّصْرُ اَلنَّصْرُ یَا مُحَمَّدُ یَا مُحَمَّدُ

(مدد ہو مدد ہو اے محمد ﷺ اے محمد ﷺ)

اس کے راوی صحابی حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے

نَصَرَنَا اللّٰهُ عَلَيْهِمْ بِبَرَكَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۲)

(رسول اللہ ﷺ کی برکت ووسیلہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے خلاف ہماری مدد فرمائی)

مسلمانوں کا شعار ''یا محمد''

دوسرے مقام پر امام واقدی (ت: ۲۰۷) ہی نقل کرتے ہیں رومی عیسائیوں کے خلاف مسلمان جہاد میں شریک تھے ان میں یہ صحابہ بھی تھے حضرت عیاض بن غنم، حضرت فضل بن عباس، حضرت زیاد بن ابی سفیان، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت ابان بن عثمان بن عفان، حضرت مسلم بن عقیل اور حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم اس سخت جہاد میں۔

كَانَ شِعَارُ الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ بُنَادُوْنَ يَا مُحَمَّدُ

(۱) الکامل فی التاریخ: ۲۔۵۵۶

(۲) فتوح الشام: ۲۔۵

يَا مُحَمَّدُ يَا نَصْرَ اللّٰهِ اَنْزِلْ (۱)

(اس رات مسلمانوں کا شعار اور نعرہ یہ تھا کہ وہ بار بار پکارتے یا محمد یا محمد اے مدد الٰہی آ ہماری مدد کر)

انہوں نے ہی ایک اور مقام پر بیان کیا کہ اس لشکر کے سپاہی بیان کرتے ہیں ہمارے حملہ کی صورت یہ تھی۔

كَانَ خَالِدٌ اَمَامَنَا فِيْ حَمْلَتِهٖ وَنَحْنُ مِنْ وَّرَائِهٖ وَكَانَ شِعَارُنَا يَا مُحَمَّدُ يَا مُحَمَّدُ يَا مَنْصُوْرُ اُمَّتُكَ اُمَّتُكَ (۲)

(حضرت خالد رضی اللہ عنہ حملہ میں ہمارے آگے اور ہم ان کے پیچھے تھے۔ اور ہمارا شعار و نعرہ تھا یا محمد یا محمد یا منصور آپ کی امت آپ کی امت)

یعنی اپنی امت پہ نظر کرم و شفقت ہو۔

یا منصور کا نعرہ

حضور ﷺ کا اسم مبارک منصور (مدد کئے گئے، فاتح اور کامیاب) ہے کبھی کبھی صحابہ و تابعین آپ ﷺ کے اس مبارک نام کا نعرہ لگاتے۔ فتوح الشام میں ہی ہے۔

وَكَانَ شِعَارُهُمْ يَا نَصْرَ اللّٰهِ اَنْزِلْ يَا مَنْصُوْرَ اُمَتِ اُمَتِ (۳)

(مجاہدین صحابہ کا نعرہ تھا اے اللہ کی مدد آ جا اے فتح مند نبی دشمنان اسلام کو ہلاک کرو)

۸۔ سند المحدثین امام جمال الدین عبد الرحمن بن جوزی (ت۔۵۹۷) بیان کرتے ہیں ہمیں طرطوس میں ہمارے شیخ علی بن یزید نے بتایا کہ شہر طرطوس میں اولاً مسکن والے ہمارے والد گرامی نے بتایا تین بھائی اللہ کی بارگاہ میں جہاد کرنے نکلے رومیوں نے انہیں گرفتار کر لیا، سلطان روم نے کہا

(۱) فتوح الشام: ۲۔۱۹۱

(۲) فتوح الشام: ۱۔۱۴۷

(۳) فتوح الشام: ۱۔۱۷۴

لَا فَتْحَ اَعْظَمُ مِنْ هٰؤُلَاءِ

(ان سے بڑھ کر کوئی فتح عظیم نہیں)

انہیں وہ شہر قسطنطنیہ لے گئے اور انہیں کہا تم اگر نصرانی ہو جاؤ تو

اَنْ اَجْعَلَ لَكُمُ الْمُلْكَ وَاُزَوِّجُكُمْ بَنَاتِيْ

(میں تمہیں حکومت دوں گا اور اپنی بیٹیوں کا نکاح تم سے کر دوں گا)

لیکن اہل ایمان نے

فَاَبَوْا عَلَيْهِ وَنَادَوْا "يَا مُحَمَّدَاهُ"

(صاف انکار کرتے ہوئے حضور ﷺ کا نام لے کر پکارا۔)

بادشاہ نے پوچھا یہ کیا کہتے ہو تو بتایا گیا

يَدْعُوْنَ نَبِيَّهُمْ

(یہ اپنے نبی کو پکار رہے ہیں)

بادشاہ نے کہا چونکہ تم نے میری بات نہیں مانی لہذا میں تمہیں سخت سزا دوں گا۔ اس نے دیگوں میں تیل گرم کرنے کے لیے تین دن آگ جلائی ہر روز بلا کر کہا جاتا پیش کش موجود ہے نصرانی ہو جاؤ

یا جلنے کے لیے تیار ہو جاؤ انہوں نے جواباً یہ ہی کہا کہ ہم جل جائیں گے مگر اسلام نہیں چھوڑ سکتے۔

تیسرے دن اس نے ایک کو تیل میں پھینکا تو تیل میں جاتے ہی اس کی ہڈیاں سامنے آئیں دوسرے سے کہا اگر نہ مانو گے تو تمہارا حشر بھی یہی ہوگا اس نے کہا میں بھی اس حشر کے لیے تیار ہوں دوسرے کو ڈال دیا گیا تیسرے نے کہا میں بھی جلنے کے لیے حاضر ہوں۔ بادشاہ دنگ رہ گیا اور کہنے لگا کہ ان سے زیادہ بہادر میں نے کبھی نہیں دیکھا'

ایک وزیر نے کہا آپ اسے میرے حوالے کر دیں میں اسے نصرانی بنا دوں گا اس نے ان کے لیے ایک خوبصورت عورت کا انتظام کیا تا کہ وہ اسے دین سے برگشتہ کر دے چالیس دن کی مدت مقرر ہوئی لیکن وہ حضور ﷺ کا دیوانہ تھا۔

فَاَقَامَ مَعَهَا نَهَارَهُ صَائِمًا وَلَيْلَهُ قَائِمًا

(اس نے دن کو روزہ رکھ لیا اور رات کو قیام)

بادشا نے رپورٹ مانگی تو لڑکی نے کہا چونکہ ان کے بھائی یہاں شہید ہوئے اس لیے یہ متوجہ نہیں ہوتا اگر کسی دوسرے شہر منتقل کر دیا جائے تو معاملہ درست ہو جائے گا دوسرے شہر منتقل کر دیا گیا مگر وہ متوجہ نہ ہوئے۔ اس لڑکی کے دل میں اثر ہوا وہ مسلمان ہوگئی وہاں سے دونوں سوار ہو کر نکل پڑے راستے میں کچھ سوار نظر آئے۔ لڑکی نے کہا اپنے رب سے دعا کرو اللہ تعالیٰ ان دشمنوں سے ہمیں محفوظ رکھے۔ جب وہ سوار قریب آئے۔

فَاِذَا هُوَ بِاَخَوَيْهِ وَمَعَهُمَا مَلَائِكَةٌ تُرْسَلُ اِلَيْهِ

(تو وہ ان کے دونوں بھائی اور ان کے ساتھ فرشتے تھے)

انہیں سلام کیا اور پوچھا کہ تم کیسے آ گئے حالانکہ تم تو شہید کر دیئے گئے تھے؟

تو بتایا۔

مَا كَانَتْ اِلَّا الْغَطْسَةَ الَّتِيْ رَاَيْتَ حَتّٰى خَرَجْنَا فِي الْفِرْدَوْسِ وَاِنَّ اللّٰهَ اَرْسَلَنَا اِلَيْكَ لِنَشْهَدَ تَزْوِيْجَكَ بِهٰذِهِ الْفَتَاةِ فَزَوَّجُوْهُ اِيَّاهَا

(وہ تو ایک غوطہ تھا جو تم نے بھی دیکھا ہم تو جنت الفردوس میں پہنچ گئے اب اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہاری طرف بھیجا تا کہ ہم اس خاتون کے ساتھ تمہارے نکاح میں شریک ہوں اس کے بعد ان دونوں کا نکاح کروایا)

یہ دونوں علاقہ شام پہنچے۔

امام فرماتے ہیں۔

وَكَانُوْا مَشْهُوْرِيْنَ بِذٰلِكَ مَعْرُوْفِيْنَ بِالشَّامِ بِالزَّمَنِ الْاَوَّلِ

(دور اول سے شام میں ان دونوں کا یہ واقعہ نہایت ہی مشہور و معروف ہے)

ان کے بارے میں لوگوں نے اشعار کہے مجھے ایک یاد رہا۔

سَيُعْطِي الصَّادِقِيْنَ بِفَضْلِ صِدْقٍ
نَجَاةً فِي الْحَيَاةِ وَ فِي الْمَمَاةِ(۱)

(اللہ تعالیٰ سچے ایمان والوں کو ان کے سچ کی برکت سے حیات وممات میں نجات عطا فرماتا ہے)

امام جلال الدین سیوطی نے بھی اسے نقل کیا(۲)

اس پر امام احمد رضا قادری کا یہ تبصرہ نہایت ہی خوبصورت ہے

مصیبت میں یارسول اللہ ﷺ کہنا اگر شرک ہے تو شرک کی مغفرت وشہادت کیسی؟ اور جنت الفردوس میں جگہ پانی کیا معنیٰ؟ اور ان کی شادی میں فرشتوں کو بلانا کیونکر معقول؟ اور ان آئمہ دین نے یہ روایت کیونکر مقبول اور ان کی شہادت وولا کس وجہ سے مسلم رکھی اور وہ مردان خدا خود بھی سلف صالحین میں تھے۔(۳)

امام العصر مولانا محمد اشرف سیالوی نے یہ اور دیگر روایات صحابہ نقل کر کے لکھا۔

الحاصل ثابت ہو گیا کہ مجاہدینِ اسلام صحابہ کرام علیہم الرضوان اور ان کے تابعین بالاحسان کا یہی معمول اور طریقہ تھا اور اس پر ثابت قدم لوگ مشرک وکافر نہیں تھے بلکہ کفر وشرک سے نکالنے والے مجاہدین وغازی اور شہداء کرام تھے اور وہ عند اللہ مقبول ومحبوب اور بعد از وفات وشہادت مدبر ومتصرف بھی تھے لہٰذا یہ ندا برحق اور سراسر صواب ہے۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ(۴)

ائمۂ مجتہدین کا ''تاج محمد یا منصور''

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پوتے اور مجتہدین کے امام حضرت عبدالرحمن ھذلی کوفی کی زیارت کے حالات میں موجود ہے کہ وہ سر پر بلند ٹوپی رکھتے جس پر تحریر ہوتا محمد یا منصور۔ امام محمد محدث ہیثم بن جمیل انطا کی (جو نہایت ہی ثقہ عالم ہیں) کا بیان ہے میں نے حضرت عبدالرحمن ھذلی کوفی کی زیارت کی وَعَلٰى رَأْسِهٖ قَلَنْسُوَةٌ

(۱) عیون الحکایات: ۱۹۷۔۱۹۸ (۲) شرح الصدور: ۹۰
(۳) انوار الانتباہ: ۸۸ (۴) گلشن توحید ورسالت۔ ۲۔۴۷۶

طُوْلُهَا مِنْ ذِرَاعٍ مَكْتُوْبٌ فِيْهَا مُحَمَّدٌ يَا مَنْصُوْرُ(۱)

(ان کے سر پر ہاتھ سے زیادہ لمبی ٹوپی تھی اور اس پر تحریر تھا یا محمد یا منصور)

''یا محمداہ'' میں الف استغاثہ

بار بار ان روایات میں یَا مُحَمَّدَاہ کا وظیفہ آرہا ہے اس میں الف برائے استغاثہ ہے جو منادیٰ پر داخل ہے اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ ندا کرنے والا شخص فریاد کرتے ہوئے مدد کا طلب گار ہوتا ہے گویا وہ کہہ رہا ہوتا ہے میں مشکل میں ہوں میری مدد کے لیے تشریف لائیے یہی وجہ ہے کہ اہل علم نے اسے استغاثہ قرار دیا۔

حضرت ملا علی قاری (ت: ۱۰۱۴) نے شرح شفاء میں اس پر جو کچھ لکھا وہ نہایت ہی قابل توجہ ہے۔

فَصَاحَ فَنَادٰى بِاَ عَلٰى صَوْتِهٖ (يَا مُحَمَّدَاهُ) بِسُكُوْنِ الْهَاءِ لِلنُّدْبَةِ وَ كَاَنَّهٗ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَصَدَ بِهٖ اِظْهَارَ الْمَحَبَّةِ فِيْ ضِمْنِ الْاِسْتِغَاثَةِ(۲)

(تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے یا محمداہ کہا یہاں ''ھا'' ندبہ کے لیے ہے گویا انہوں نے استغاثہ کے ضمن میں اظہار محبت کیا۔)

یہی تشریح کرتے ہوئے شیخ رضی نے خوب لکھا۔ فرماتے ہیں:

فَاِذَا قُلْتَ يَا مُحَمَّدَاهُ فَكَاَنَّكَ تُنَادِيْهِ وَ تَقُوْلُ لَهٗ تَعَالَ فَاَنَا مُشْتَاقٌ اِلَيْكَ(۳)

(جب تم نے یا محمداہ کہا تو گویا پکار کر کے عرض کر رہے ہو کہ آپ تشریف لائیں میں آپ کا مشتاق ہوں)

مفتی مدرار اللہ مدرآر نقشبندی دیوبندی کا موقف

انہی روایات کے تحت مفتی مدرار اللہ مدرار دیوبندی مردان صوبہ سرحد کا یہ اقتباس قابل توجہ ہے۔

(۱) میزان الاعتدال: ۷۔۴۹۰ (۲) شرح الشفاء: ۶۱۔۴۱

امام نوویؒ نے بھی اپنی کتاب شرح مسلم میں یہی واقعہ لکھا ہے جس میں انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی جگہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا نام لکھا ہے۔ کے الفاظ یہ ہیں۔

خَدَرَتْ رِجْلُ اِبْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ يَا مُحَمَّدَاهُ يَصِحُّ الرِّجْلُ فِي الْوَقْتِ

(ابن عباس کا پاؤں سو گیا اس نے کہا یا محمداہ تو اسی وقت اس کا پاؤں صحیح ہو گیا)

ادب المفرد اور شرح مسلم دونوں کی روایتوں میں جب ابن عمر رضی اللہ عنہما ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تکلیف کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کو ''یَا مُحَمَّدُ'' پکارا تو ان کی تکلیف دور ہو گئی یہ دونوں جلیل القدر صحابی ہیں اور دونوں نے حضور ﷺ کو ''یا محمد'' سے پکارا یہ نداء اس عشق و محبت اور تعلقِ خاطر کی وجہ سے تھی۔ جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضور اکرم سے ﷺ سے اپنے دل میں رکھتے تھے۔

صحابہ کرام اور عامۃ المسلمین کے خطاب اور نداء سے یہی مطلب لینا چاہیے اس کو غلط معانی کا جامہ پہنانا قطعی نامناسب اور غلط ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب حضور ﷺ سے یہ کہا۔ کہ جو موت مقرر تھی۔ اس سے آپ کو گزرنا پڑا اور اس کے بعد عالم برزخ میں آپ پر دوسری موت طاری نہیں ہو گی۔ احادیث سے ثابت ہے کہ مسجد نبوی ﷺ میں روضہ منور کے سامنے زائرین جو درود و سلام پڑھتے ہیں۔ وہ حضور ﷺ سنتے ہیں اور زمین میں ایسے فرشتے مقرر ہیں جو درود پڑھنے والوں کا درود پہنچا دیتے ہیں۔

تمام اہل سنت و جماعت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ قبر شریف میں حضور ﷺ کو جو حیات حاصل ہے وہ شہیدوں کی حیات سے بدرجہ قوی تر ہے اور وہ حیات دنیوی سے اعلیٰ و برتر ہے۔

حضرت مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری فضائلِ درود میں فرماتے ہیں۔ کہ

کی بجائے ''اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه'' یعنی ''سلام'' کے ساتھ ''صلوٰۃ'' کا لفظ بڑھایا جائے (۱)

حضرت سہارنپوری مولانا الیاس کے جلیل القدر جانشین ہیں اور ان کا تبحرِ علمی اور تقویٰ مسلم ہے وہ بھی ''صلوٰۃ وسلام'' کے ساتھ یارسول اللہ ﷺ کہنے کے قائل ہیں۔

ہر نمازی قعدہ میں ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ'' کہتا ہے اور ''اَيُّهَا النَّبِيُّ'' منادیٰ دعا ہے اور اس کے اول میں حرف نداء یعنی ''یا'' مقدر ہے۔ تو عبارت یوں ہوئی ''یا ایھا النبی'' اور اس میں نداء اور خطاب دونوں موجود ہیں۔ تو معاذ اللہ اگر یہ الفاظ شرک کے ہوتے۔ تو نماز میں ان کے کہنے کی کیوں اجازت دی گئی۔ یہ الفاظ شبِ معراج سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن ہم ان کو نماز میں بطور انشاء کہتے ہیں نہ بطور اخبار و حکایت کے۔ کیونکہ تشہد کے الفاظ کے معانی کا قصد اور ارادہ ضروری ہے۔ اور نمازی نبی علیہ السلام پر سلام پڑھتا ہے اور اپنے نفس پر بھی اور نیک بندوں پر بھی اور اگر شہادتین کے معانی کو مقصود اور مراد نہ گردانا جائے اور بطور حکایت کے الفاظ شہادت کہے جائیں تو یہ بجائے خود مستوجبِ کفر ہیں۔ (۲)

---

(۱) فضائل درود۔ ص ۱۳۲

فصل:

روایات پر اعتراضات کا ردّ

شیخ سرفراز گکھڑوی نے روایات ''یَا مُحَمَّدُ'' پر یہ اعتراضات وارد کیے ہیں۔ گلدستۂ توحید میں لکھتے ہیں

یہ حدیث موقوف ہے مرفوع نہیں اور پھر ہے بھی ضعیف۔ اس کی کوئی سند جرح سے خالی نہیں۔ چنانچہ اس کی ایک سند میں ابو شعبہ نامی راوی ہیں امام دار قطنی فرماتے ہیں، متروک ہے۔

دوسری سند میں محمد بن مصعب ہے امام نسائی کہتے تھے ضعیف ہے امام ابو حاتم کہتے ہیں اس کی حدیث ضعیف ہے۔ علامہ خطیب کہتے ہیں کثرت سے غلطیاں کرتا تھا۔ عبداللہ بن سیار فرماتے ہیں ضعیف تھا۔ ابو احمد الحاکم فرماتے ہیں کہ محدثین کے ہاں ضعیف تھا۔ امام ابن حبان فرماتے ہیں اس سے احتجاج صحیح نہیں۔

تیسری سند میں زہیر بن معاویہ عن ابی اسحٰق ہے زہیر اگرچہ ثقہ تھے لیکن محدثین نے تصریح کی ہے کہ ان کی وہ حدیث جو ابو اسحٰق کے طریق سے ہوگی ضعیف ہے۔ اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تب بھی یہ خبر واحد ہے حالانکہ سند میں بعض راویوں کا حال بھی آپ نے دیکھ لیا لہٰذا باب عقائد میں ان کی روایت کیسے حجت ہو سکتی ہے؟

اعتراضات کا علمی رد

ان اعتراضات کا علمی رد علامہ محمد اشرف سیالوی مدظلہ کی زبان سے سنیے۔

علامہ سرفراز صاحب نے اس دلیل سے گلوخلاصی کے لیے جوابِ اوّل میں تین سہارے لیے اول یہ موقوف ہے۔ دوم ضعیف ہے، سوم خبرِ واحد ہے اور باب عقائد میں اس کا اعتبار نہیں۔

امرِ سوم یعنی آخری سہارے اور تیسری بنیاد کی لغویت قبل ازیں اکابرین کی تصریحات سے واضح ہو چکی کہ عقائد دونوں طرح کے ہوتے ہیں قطعی و یقینی بھی اور ظنی و جزمی بھی اور صرف قسمِ اوّل کے لیے قطعی ادلہ درکار ہوتے ہیں جبکہ قسم الثانی عام مخصوص البعض، نص مؤول اور اخبار آحاد سے بھی ثابت ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا یہ سراسر لغو عذر اور بے بنیاد بہانہ ہے اور دنیائے علم و تحقیق میں پرکاہ کے برابر بھی اس کی اہمیت نہیں ہے۔

امرِ دوم کے متعلق معروض خدمت ہے کہ اس میں بھی علامہ صاحب نے مغالطہ دہی اور فریب کاری سے کام لیا کیونکہ ضعفِ سند سے علی الاطلاق متنِ حدیث کا ضعف لازم نہیں آتا بلکہ اس کا درجہ حسن یا درجہ صحیح میں ہونا بھی درست ہو سکتا ہے کیونکہ تمام سندوں کے احاطہ کا دعویٰ تو معتذر ہے تو عین ممکن کہ ان سندوں کے علاوہ صحیح سند کے ساتھ مروی ہو یا کتاب اللہ سے یا سنت صحیحہ سے اجماع سے اس کے مضمون و مفہوم کی تائید و تصدیق ہو جائے تو بھی صحیح لغیرہ بن جائے گی نیز ضعیف حدیث جب متعدد طریق اور اسنادات کے ساتھ ثابت ہو تب بھی حسن لغیرہ بن جاتی ہے لہٰذا علامہ صاحب نے جواب کی دوسری شق میں کسی اچھی قابلیت کا مظاہرہ نہیں کیا

اب اس اجمال کی تفصیل ملاحظہ ہو

۱۔ یہ روایت امام بخاریؒ نے الادب المفرد میں ذکر فرمائی ہے اور اس کی سند یہ ہے:

حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ خَدَرَ رِجْلُ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ اُذْكُرْ اَحَبَّ النَّاسِ عَلَيْكَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ ﷺ (۱)

لیکن اس سند میں علامہ صاحب کے مجروح راوی موجود نہیں ہیں، لہٰذا ان سندوں کے ضعیف ہونے کے باوجود حدیث کے متن میں ضعف لازم نہیں آسکتا

(۱) الادب المفرد مطبوعہ مصر۔ ۱۴۲

کیونکہ قابلِ وثوق اور معتمد علیہ راویوں سے بھی یہ مضمون اور متنِ حدیث مروی ومنقول ہے اور خود علامہ صاحب نے بھی ''الادب المفرد'' کا حوالہ دیا ہے مگر سند پر جرح وقدح سے گریز کیا اور حدیث پر دیگر سندوں میں ضعف بیان کر کے ضعف کا حکم بھی لگا دیا، جو بددیانتی کی بدترین مثال ہے۔

۲۔ تعدد طرق سے ضعیف روایت بھی درجہ حسن کو پہنچ جاتی ہے اور تین سندیں تو علامہ صاحب نے خود تسلیم کیں اور چوتھی سند الادب المفرد کی ہے جو ان اعتراضات سے بھی منزہ ومبرا ہے لہذا اب بھی ضعف کا حکم بے جواز اور سراسر تحکم اور سینہ زوری ٹھہرا۔

۳۔ (الف) قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ﴾ (۱)

(رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو)

فرما کر واضح کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ کو پکارنا ممنوع نہیں ہے لہذا قریب وبعید کے لیے یا رسول اللہ یا نبی اللہ کے القاب سے پکارنا جائز ہے بلکہ حالت حیات اور بعد از وصال بھی یہی ادب ملحوظ رکھنا لازم اور ضروری ہے

(ب) تشہد میں ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' کے صیغوں سے سلام پیش کرنے کا حکم رسول اللہ ﷺ اور اس پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اجماع واتفاق بلکہ تمام اعصار وازمان میں جملہ ممالکِ اسلامیہ میں اس پر عمل دائمی اس اندازِ تسلیم اور اسلوبِ ذکر کے جواز واباحت کی بین برھان ہے لہذا جب کتاب سنت اور اجماع سے اس کی تائید وتصدیق ہو گئی ہے تو متن کی صحت وقوت کے متعلق چوں چراں کی قطعاً گنجائش باقی نہیں رہ جاتی اور مدار استدلال متن حدیث ہوتا ہے سند تو صرف طریقۂ ثبوت ہے۔

۴۔ امام بخاریؒ اور امام ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق السنی اور امام نووی ودیگر علماء

(۱) سورہ نور: ۶۳

اعلام نے ان روایات کو نقل کیا اور پاؤں وغیرہ سن ہو جانے کی صورت میں کیا کہنا چاہیے اور کیا چارہ اور حیلہ اور کون سی تدبیر اور طریقِ کار کارگر اور مؤثر ہو سکتا ہے اس کو بیان کیا تو صاف ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک یہ ذکر اور تدبیر اس عارضہ میں خلاصی سے مؤثر ہے۔ اگر مضمونِ حدیث ان کے نزدیک صحت وقوت کے درجہ میں نہ ہوتا تو اس سے استدلال کیوں کرتے بلکہ ان پر اس سے اجتناب لازم ہوتا تا کہ غلط عقیدہ اور فاسد نظریہ میں لوگوں کو مبتلا کرنے کا بارگراں ان کے سر نہ آ سکتا لیکن جب اس مضمون ومفہوم پر مشتمل روایت کو ذکر بھی کیا اور اس سے استدلال بھی کیا اور اس مفسدہ کو بالکل خاطر میں نہ لائے جس نے علماء دیوبند کو مضطرب اور بے چین کر رکھا ہے تو معلوم ہو گیا کہ وہ حضرات اس مضمون کی صحت وقوت پر مطمئن تھے اور قبل ازیں امام نووی کا قول گزر چکا جس سے ان کے ہاں اس روایت کی تصریح وتقویت واضح ہو جاتی ہے اور امام جزری نے حصن حصین کے مقدمہ میں بھی اس امر کی تصریح کر دی

وَاَخْرَجْتُهٗ مِنَ الْاَحَادِيْثِ الصَّحِيْحَةِ

(کہ میں نے اس کتاب کو صحیح احادیث سے ترتیب دیا ہے)

لہذا اپنے آپ کو ان اکابر سے زیادہ محقق بنانے اور ثابت کرنے کی کوشش لاحاصل ہے اور نا قابل التفات اور نہ ہمارے لیے کسی کا یہ دعویٰ قابل التفات ہے کہ میں ان محققین سے تحقیق میں سبقت لے گیا ہوں

نوٹ: امام نووی روز وشب کے اعمال اور اقوال اور وظائف پر مشتمل کتب پر امام نسائی کی کتاب کو فوقیت دیتے ہیں اور اس پر بھی ابن السنی کی کتاب ''عَمَلُ الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ'' کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَ اَحْسَنُ مِنْهُ وَ اَنْفَسُ وَ اَكْثَرُ فَوَائِدَ كِتَابُ عَمَلِ الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ لِصَاحِبِهِ الْاِمَامُ اَبِيْ بَكْرٍ اَحْمَدُ بْنُ اِسْحٰقَ السُّنِّيُّ (اِلٰى) لِكَوْنِهٖ اَجْمَعَ الْكُتُبِ فِيْ هٰذَا السُّنَنِ (۱)

(۱) کتاب الاذکار للنووی۔ ۱۴

(اور امام نسائی کی کتاب ''عَمَلُ الْیَوْمِ وَ اللَّیْلَةِ'' سے بھی زیادہ حسین، نفیس اور فوائد کے اعتبار سے جو کہ ان کے ساتھی اور مصاحب امام ابوبکر احمد بن محمد اسحق السنی کی ہے کیونکہ وہ اس فن میں تمام تر کتب سے زیادہ جامع ہے)

اور خود امام نوویؒ اور امام شمس الدین جزریؒ جیسے اکابر اور قاضی عیاض جیسے محقق و معتبر علماء کا اس سے استفادہ اور استفاضہ اور اس پر اعتماد اور بھروسہ اس کی عمدگی اور قابل وثوق اور پُر اعتماد ہونے کی بین دلیل ہے۔

اور اگر اہلِ علم کا کسی ضعیف حدیث پر عمل اس کی تقویت کی دلیل بن جاتا ہے (جیسے کہ امام ترمذیؒ کا بیان تقویت میں یہی معمول ہے) تو ایسے اکابر کو نہ صرف عمل کرنا بلکہ اہل اسلام سے عمل کروانا اور اس ذمہ داری کو اپنے سر لینا کیونکر تقویت کی دلیل نہیں ہوگا۔

امرِ اوّل

علامہ صاحب فرماتے ہیں یہ حدیث مرفوع نہیں ہے موقوف (صحابی کا قول) ہے لہذا اس سے استدلال درست نہیں ہے لیکن علامہ صاحب نے یہاں بھی کسی اچھی قابلیت کا مظاہرہ نہیں کیا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے متعلق کوئی یہ سوچ سکتا ہے کہ وہ شرکیہ اور کفریہ الفاظ استعمال کریں اور نبی اکرم ﷺ سے استغاثہ اور استمداد اور امداد واعانت اور فریادرسی کی التجا و درخواست کریں جو کہ شرک اور کفر ہو؟

لہٰذا جب صحابہ کرام کا یہ معمول ثابت ہو جائے تو یہ اتنا ضروری ہو جائے گا کہ اس کو کفر و شرک قرار دینا ٹھیک نہیں ہے کیونکہ یہ روافض کا طریقہ تو ہو سکتا ہے سُنی بلکہ اصلی سنی کہلانے والوں کا یہ عقیدہ نہیں ہو سکتا اور صرف حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس میں منفرد بھی نہیں بلکہ دیگر صحابہ کرام اور اکابرین سے بھی اس طرح کی نداء پکار ثابت ہے اور ظاہر ہے کہ عملِ صحابہ بیان کرنے کے لیے مرفوع حدیث پیش نہیں کی جا سکتی بلکہ ان پر موقوف حدیث ہی ذکر کی جائے گی اور اگر صحابہ کرام کے عمل پر کوئی شخص مرفوع حدیث کا مطالبہ کرتا ہے تو اس کے لیے کسی ہسپتال کی خدمات حاصل کرنا ضروری ہیں اور عمل صحابہ کو قابل تقلید نہیں سمجھتا تو اس کا علاج بھی ضروری ہے سرورِ عالم ﷺ سے مروی

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمْ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ (۱)

(میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس کی بھی اقتداء کرو گے ہدایت پا جاؤ گے)

نیز ان اکابر کے نزدیک اگر موقوف حدیث حجت نہ ہوتی تو مقام استدلال میں اس کو کیوں ذکر کرتے اور جب ایسے اکابر ملت اس کو حجت اور دلیل تسلیم کر لیں تو آج کل کے مولویوں کو انکار کی جرأت کیسے ہو سکتی ہے؟ اگر ایسے مولوی حضرات کا کہنا مان لیا جائے تو نیا دین تیار کرنا پڑے گا اور دین سابق کو خیر باد کہنی پڑے گی اور ایسے لوگ تو اجماعِ صحابہ کے بارے میں غیر مقلدین کی طرح انکارِ حجت کر دیں گے اور اس کو بھی سند اور حجت ماننے سے انکار کر دیں گے کیونکہ وہ بھی بہر حال صحابہ پر ہی موقوف ہوگا مرفوع حدیث تو نہیں بن سکے گی حالانکہ اس کی حجیت کتاب وسنت سے ثابت ہے جیسے کہ فرداً فرداً ہر صحابی کی اقتداء واتباع کا جواز بھی احادیث سے ثابت ہے۔ (۲)

---

(۱) مشکوٰۃ۔ باب الفضائل

(۲) گلشن توحید: ۲۔ ۴۵۷ تا ۴۶۵

فصل:

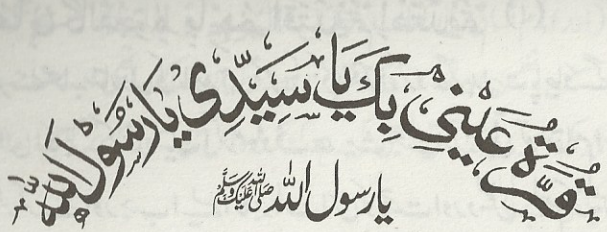

میری آنکھوں کی ٹھنڈک آپ ہیں

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سمیت تمام اُمت کا عمل

۱۔ امام دیلمی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے کلمات اذان کا جواب دیتے ہوئے ''اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' کے موقعہ پر

قَبَّلَ بَاطِنَ الْاَنْمِلَتَيْنِ السَّبَّابَتَيْنِ وَمَسَحَ عَيْنَيْهِ

(اپنی دونوں شہادت کی انگلیوں کے پورے چوم کر آنکھوں سے لگا لئے)

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ خَلِيْلِيْ فَقَدْ حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ (۱)

(جس نے میرے دوست جیسا عمل کیا اُس کے لیے میری شفاعت ثابت ہوگئی)

۲۔ امام اسماعیل حقی (ت: ۱۱۳۷) امام ابو طالب مکی (ت: ۳۸۷) کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں، حضرت سفیان ابن عیینہ نے بیان کیا۔ دس محرم الحرام بروز جمعہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے، نمازِ جمعہ ادا فرما کر آپ ﷺ ستون کے قریب تشریف فرما ہوئے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی حضرت ابوبکر صدیق نے یہ کہتے ہوئے انگوٹھے آنکھوں پر لگا لئے۔

قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

(یارسول اللہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک آپ کا اسم گرامی ہے)

(۱) مسند دیلمی بحوالہ المقاصد الحسنہ۔ ۳۸۲

آپ ﷺ نے اذان مکمل ہونے کے بعد فرمایا، اے ابوبکر جس نے بھی شوق ومحبت سے تجھ جیسا عمل کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرمادے گا (۱)

۳۔ انہوں نے ہی المحیط کے حوالہ سے لکھا۔ حضور ﷺ مسجد میں تشریف لائے حضرت ابوبکر صدیق بھی وہاں تھے۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی جب انہوں نے کہا ''اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگاتے ہوئے کہا

قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

(یارسول اللہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک آپ کا اسم گرامی ہے)

جب اذان ختم ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا، اے ابوبکر! جو تم نے عمل کیا جو بھی اس طرح کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرمادے گا (۲)

تاریخ وحکمت

امام اسماعیل حقی (ت: ۱۱۳۷) نے قصص الانبیاء وغیرہ کے حوالے سے لکھا۔

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو آگاہ کیا میرے حبیب محمد ﷺ کا نور تمہاری صلب میں ہے اور میں انہیں تمام انبیاء علیہم السلام کے آخر میں مبعوث کروں گا۔

فَسَأَلَ لِقَاءَ مُحَمَّدٍ ﷺ

(تو انہوں نے حضور ﷺ کی زیارت کے لیے عرض کیا)

تو اللہ تعالیٰ نے نور محمدی ﷺ کو ان کی انگلی شہادت اور بعض روایات کے مطابق ان کے انگوٹھوں میں منتقل کیا۔

فَقَبَّلَ آدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ظُفْرَيْ اِبْهَامَيْهِ وَمَسَحَ عَلٰى عَيْنَيْهِ

(تو حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخن چومے اور

(۱) روح البیان: ۷۔ ۲۷۲

(۲) روح البیان۔ ۷، ۲۷۱

اپنی آنکھوں سے لگائے)

حضور ﷺ کو سیدنا جبریل امین علیہ السلام نے جب اس واقعہ کی اطلاع کی تو آپ ﷺ نے فرمایا

مَن سَمِعَ اِسْمِیْ فِی الْاَذَانِ فَقَبَّلَ ظُفْرَیْ اِبْهَامَیْهِ وَمَسَحَ عَلٰی عَیْنَیْهِ لَمْ یَعْمَ اَبَدًا

(جس نے حضور ﷺ کا نام اذان میں سنا اور اپنے دونوں انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں سے لگایا وہ کبھی نابینا نہیں ہوگا)

امام موصوف نقل کر کے لکھتے ہیں

فَصَارَ اَصْلاً لِذُرِّیَّتِهٖ (۱)

(تو یہ ان کی اولاد کے لیے اصل ودلیل ہے)

اعتراض اول۔روایت ضعیف ہے

یہاں یہ سوال ہوسکتا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ امام عبد الرحمن سخاوی (ت:۹۰۳) نے نقل کر کے لکھا

لَا یَصِحُّ (۲)

(یہ روایت صحیح نہیں ہے)

جواب:

حدیث کی تین اقسام ہیں۔صحیح، حسن اور ضعیف۔اگر کسی روایت کے بارے میں محدثین لکھیں یہ صحیح نہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ حسن یا ضعیف ہے یعنی عدمِ صحت سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ حدیث، حسن یا ضعیف بھی نہ ہو مثلاً محدثین نے درج ذیل روایت

اَکْلُ الطِّیْنِ حَرَامٌ (مٹی کھانا حرام ہے)

کے بارے میں لکھا۔

(۱) روح البیان:۷۔۲۷۲

(۲) المقاصد الحسنہ:۳۸۴

لَا یَصِحُّ (یہ روایت صحیح نہیں ہے)

تو اس کے تحت ملا علی قاری (ت:۱۰۱۴) نے یہی ضابطہ آشکار کرتے ہوئے لکھا۔

لَا یَلْزَمُ مِنْ عَدَمِ صِحَّتِهٖ نَفْیُ وُجُوْدِ حُسْنِهٖ وَضُعْفِهٖ (۱)

(روایت کے عدمِ صحت سے اس کے حسن وضعیف ہونے کی نفی لازم نہیں آتی)

دوسرے مقام پر شرب زمزم کی فضیلت پر دال روایت کے بارے میں لکھا اسے موضوع نہیں کہا جا سکتا ہاں ضعیف ہوسکتی ہے اگرچہ امام سخاوی نے اس کے بارے میں لکھا کہ یہ صحیح نہیں۔

لَا یُنَافِی الضُّعْفَ وَالْحُسْنَ (۲)

(تو یہ اس کے ضعیف وحسن ہونے کے مخالف ومنافی نہیں ہے)

بعینیہ یہی بات ہم زیر بحث روایت کے بارے میں کہہ سکتے ہیں کہ امام سخاوی نے اس کے بارے میں لکھا کہ یہ صحیح نہیں ہے تو اس سے اس کا حسن اور ضعیف نہ ہونا لازم نہیں آتا۔اگر اسے ضعیف قرار دیا جائے تو پھر بھی حسبِ ضابطہ فضائلِ اعمال میں اس سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔

اعتراض ثانی: مرفوع نہ ہونا

دوسرا اعتراض یہ کیا جا سکتا ہے کہ امام سخاوی نے یہ لکھا کہ

لَا یَصِحُّ فِی الْمَرْفُوْعِ مِنْ کُلِّ هٰذَا شَیْءٌ (۳)

(اس مسئلہ میں کوئی صحیح مرفوع روایت موجود نہیں)

جواب:

رسول اللہ ﷺ کے ارشادِ گرامی کو مرفوع کہا جاتا ہے اور صحابہ کے قول کو موقوف، امام سخاوی کا مقصد اسی بات کو آشکار کرنا ہے کہ اس سلسلہ میں حضور ﷺ کا کوئی ارشادِ گرامی درجۂ صحت پر نہیں گویا وہ کہنا چاہتے ہیں جو ثابت ہے اس میں ضعف ہے اور

(۱) الموضوعات الکبیر:۶۶

(۲) الموضوعات الکبیر:۲۳۶

(۳) المقاصد الحسنہ:۳۸۴

ہمیں اس سے انکار نہیں مگر پیچھے آچکا ہے کہ اس سے استدلال درست ہے۔

امام اسماعیل حقی (ت:۱۱۳۷) نے یہی اصولی گفتگو کرتے ہوئے لکھا۔

قَالَ الْاِمَامُ السَّخَاوِی فِی الْمَقَاصِدِ الْحَسَنَةِ اِنَّ هٰذَا الْحَدِیْثَ لَمْ یَصِحَّ فِی الْمَرْفُوْعِ ۔۔۔یَقُوْلُ الْفَقِیْرُ 'قَدْ صَحَّ عَنِ الْعُلَمَاءِ تَجْوِیْزُ الْاَخْذِ بِالْحَدِیْثِ الضَّعِیْفِ فِی الْعَمَلِیَّاتِ فَکَوْنُ الْحَدِیْثِ الْمَذْکُوْرِ غَیْرَ مَرْفُوْعٍ لَا یَسْتَلْزِمُ تَرْکَ الْعَمَلِ بِمَضْمُوْنِهٖ

(امام سخاویؒ نے المقاصد الحسنہ میں لکھا یہ حدیث بطور مرفوع صحیح نہیں ۔۔۔فقیر کہتا ہے علماء کے نزدیک اعمال میں حدیثِ ضعیف سے استدلال صحیح ہوتا ہے تو حدیثِ مذکور کا مرفوع نہ ہونا اس کے مضمون پر عمل سے مانع نہیں)

اس پر عملِ علماء وفقہاء اور صوفیہ کے حوالہ دیتے ہوئے لکھا

وَ کَفَانَا کَلَامُ الْاِمَامِ الْمَکِّیِّ فِیْ کِتَابِهٖ فَاِنَّهٗ قَدْ شَهِدَ الشَّیْخُ السُّهْرَوَرْدِیُّ فِیْ عَوَارِفِ الْمَعَارِفِ بِوُفُوْرِ عِلْمِهٖ وَ کَثْرَةِ حِفْظِهٖ وَقُوَّةِ حَالِهٖ (۱)

(اور ہمارے لیے امام (ابو طالب) مکی کی کتاب میں گفتگو ہی کافی ہے کیونکہ شیخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف المعارف میں ان کے وفورِ علم، کثرت حفظ اور قوتِ حال کی گواہی دی ہے)

موقوف ہی مان لیں

ہم اسے موقوف ہی مان لیتے ہیں تو کیا صحابی کا قول حجت نہیں ہوتا جبکہ تمام اُمت کا اتفاق ہے صحابی کا غیر اجتہادی قول حکم مرفوع میں ہوتا ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی (ت:۸۵۲) لکھتے ہیں

مِثَالُ الْمَرْفُوْعِ مِنَ الْقَوْلِ حُکْمًا مَا یَقُوْلُ الصَّحَابِیُّ

(۱) روح البیان:۷۔۲۷۲

مَا لَا مَجَالَ لِلْاِجْتِهَادِ فِیْهِ (۱)

(جب صحابی ایسی بات کہے جو اجتہادی نہ ہو تو وہ بھی مرفوع کے حکم میں ہی ہوتی ہے)

حضرت ملا علی قاری (ت:۱۰۱۴) نے زیر بحث روایت کے تحت امام سخاویؒ کی گفتگو اور مذکور اصول بیان کر کے معاملہ آشکار کر دیا۔ ملاحظہ کیجیے۔

قَالَ السَّخَاوِی وَ کُلُّ مَا یُرْوٰی فِیْ هٰذَا فَلَا یَصِحُّ رَفْعُهٗ اَلْبَتَّةَ

(امام سخاوی نے لکھا اس مسئلہ میں جو کچھ مروی ہے اس کا مرفوع ہونا صحیح نہیں)

اس پر لکھا

قُلْتُ 'وَاِذَا ثَبَتَ رَفْعُهٗ عَلَی الصِّدِّیْقِ فَیَکْفِی الْعَمَلُ بِهٖ لِقَوْلِهٖ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ

(میں کہتا ہوں کہ جب یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے تو عمل کے لیے اتنا کافی ہے کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد عالی ہے تم پر میرا طریقہ اور خلفاء راشدین کا طریقہ لازم ہے)

حضرت کی اگلی بات بھی سن لیجیے

قِیْلَ لَا یُفْعَلُ وَ لَا یُنْهٰی وَغَرَابَتُهٗ لَا تَخْفٰی عَلٰی ذَوِی النُّهٰی (۲)

الموضوعات الکبیر:۲۱۰

(بعض نے کہا نہ کیا جائے اور نہ اس سے منع کیا جائے لیکن اس بات کا عجیب ہونا اہل شعور پر مخفی نہیں)

علماء کا عمل

یاد رہے امت کے اہلِ علم کا عمل بھی نہایت ہی اعلیٰ مقام رکھتا ہے اس سے بھی

(۱) نزھۃ النظر:۵۴۸

(۲) الموضوعات الکبیر:۲۱۰

ضعیف حدیث کو تقویت ملتی ہے جبکہ بعض اوقات اہل علم وفضل کا عمل ہی کافی ہوتا ہے عظیم محدث مولانا احمد رضا خان قادری (ت:۱۳۴۰) رقمطراز ہیں

پھر خادمِ حدیث پر روشن، اصطلاح میں نفی صحت، نفی حسن کو بھی مستلزم نہیں نہ کہ نفی صلاح وتماسک وصلوح تمسک نہ کہ دعویٰ وضع کذب، تو عند التحقیق اِن احادیث پر جیسے باصطلاح محدثین حکم صحت نہیں یونہی حکم وضع وکذب بھی ہرگز مقبول نہیں بلکہ بتصریح ائمہ فن کثرتِ طرق سے جبر نقصان متصور اور عمل علماء وقبولِ قدماء حدیث کے لیے قوی دیگر اور نہ سہی تو فضائلِ اعمال میں حدیث ضعیف بالاجماع مقبول، اور اس سے بھی گزریئے تو بلاشبہ یہ فعل اکابرین سے مروی ومنقول اور سلفِ صالح میں حفظِ صحت سے بھرپور روشنائی چشم کے لیے مجرب ومعمول ایسے عمل پر بالفرض اگر کچھ نہ ہو تو اس قدر سند کافی لیکن اصلاً نقل بھی نہ ہو تو صرف تجربہ وافی کہ آخر اس میں کسی حکمِ شرعی کا ازالہ نہیں نہ کسی سنتِ ثابتہ کا خلاف اور نفع حاصل منع باطل۔(۱)

یعنی جب اہلِ علم وفضل اس پر عمل کر کے برکات حاصل کرتے رہے تو ہمیں انکار کا حق نہیں کیونکہ وہ یقیناً ہم سے احادیث کے بارے میں زیادہ علم رکھتے ہیں۔

چند اسلاف کا عمل

یہاں ہم چند مسلّمہ ہستیوں کا یہ عمل بھی نقل کر دیتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کا عمل

پہلے حضرت آدم علیہ السلام کا عمل مبارک آچکا ہے جس کے بارے میں اہلِ علم نے فرمایا

فَصَارَ اَصْلًا لِذُرِّیَّتِہٖ (۲)

(یہ ان کی اولاد کے لیے دلیل ہے)

حضرت خضر علیہ السلام کا قول

امام ابوعباس احمد بن ابوبکر المرداد یمانی نے ایسی سند کے ساتھ نقل کیا جس میں

(۱) فتاویٰ رضویہ:۵۔۴۳۱

انقطاع اور راوی مجہول ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا اذان کے کلمات ''اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' سن کر یہ کہا کرو حضرت محمد ﷺ مرحبا آپ میرے حبیب اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں

ثُمَّ یُقَبِّلُ اِبْھَامَیْہِ وَیَجْعَلُھَا عَلٰی عَیْنَیْہِ لَمْ یَرْمَدْ اَبَدًا (۱)

(پھر دونوں انگوٹھے چوم کر اپنی آنکھوں پر رکھو تو آنکھیں کبھی نہ دکھیں)

امام سید احمد طحطاوی (ت:۱۲۳۱) پہلے حدیث کا پھر اس عمل کا تذکرہ یوں کرتے ہیں۔

وَکَذَا رُوِیَ عَنِ الْخَضِرِ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَبِمِثْلِہٖ یُعْمَلُ فِی الْفَضَائِلِ (۲)

(حضرت خضر علیہ السلام سے بھی اسی طرح مروی ہے اور ایسی روایت پر فضائل میں عمل کیا جاسکتا ہے)

امام حسن رضی اللہ عنہ کا قول

نواسۂ رسول امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا ارشاد گرامی ہے جب مؤذن سے ''اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' سنو تو کہو ''وَقُرَّۃُ عَیْنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ ﷺ'' وَیُقَبِّلُ اِبْھَامَیْہِ وَیَجْعَلُھَا عَلٰی عَیْنَیْہِ لَمْ یَعْمَ وَلَمْ یَرْمَدْ (۳)

(اور اپنے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے تو وہ کبھی اندھا نہ ہوگا اور نہ ہی آنکھیں دکھیں گی)

امام سخاوی نے متعدد بزرگوں کا یہ معمول اور تجربہ نقل کیا ہے۔

فقہاء اُمّت اور قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ

اسی لیے فقہاء اُمت نے اپنی کتب میں اس عمل کو مستحب قرار دیا ہے۔

(۱) موجبات الرحمۃ وعزائم المغفرۃ

(۲) حاشیہ علی المراقی الفلاح۔۱۱۱

(۳) المقاصد الحسنۃ:۳۸۴

۱۔ امام سید احمد طحطاوی (ت: ۱۲۳۱) نے باب الاذان میں فائدہ کے عنوان کے تحت قہستانی کے حوالہ سے لکھا کہ کنز العباد میں ہے جب مؤذن سے اشھد ان محمدا رسول اللہ کے کلمات سنیں تو پہلی دفعہ کہیں

صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ

(یارسول اللہ ﷺ آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہو)

اور دوسری دفعہ سن کر یہ پڑھیں۔

قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِيْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ بَعْدَ وَضْعِ اِبْهَامَيْهِ عَلٰى عَيْنَيْهِ فَاِنَّهٗ ﷺ يَكُوْنُ قَائِدًا لَهٗ فِي الْجَنَّةِ

(یارسول اللہ! آپ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں اپنے دونوں انگوٹھے آنکھوں پر رکھ کر کہیے اے اللہ! میرے سمع وبصر میں اضافہ فرما تو ایسے آدمی کو حضور ﷺ جنت میں لے جائیں گے)

اس پر مذکور حدیث کا حوالہ دیا

وَذَكَرَ دَيْلَمِيُّ فِي الْفِرْدَوْسِ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا مَنْ مَّسَحَ الْعَيْنَ (۱)

(اور امام دیلمی نے الفردوس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمانِ نبوی ذکر کیا جس نے آنکھوں پر انگوٹھے رکھے)

۲۔ امام محمد امین ابن عابدین شامی (ت: ۱۲۵۲) نے تتمہ عنوان کے تحت یہی گفتگو لکھی۔ ان کے الفاظ ہیں

يَسْتَحِبُّ اَنْ يُّقَالَ عِنْدَ سِمَاعِ الْاُوْلٰى مِنَ الشَّهَادَةِ صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَعِنْدَ الثَّانِيَةِ مِنْهَا قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ

(مستحب یہ ہے کہ اذان کی پہلی شہادت سن کر پڑھا جائے صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اور دوسری مرتبہ پڑھا جائے یارسول اللہ آپ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں)

اس پر کنز العباد اور فتاویٰ صوفیہ کا حوالہ دیا پھر کتاب الفردوس سے حدیث نبوی

(۱) حاشیہ علی المراقی: ۱۱۱

اکر کی (۱)

۳۔ نقایہ کے شارح نے اسے مستحب قرار دیتے ہوئے لکھا ہے

وَاعْلَمْ اَنَّهٗ يَسْتَحِبُّ اَنْ يُّقَالَ عِنْدَ سِمَاعِ الْاُوْلٰى مِنَ الشَّهَادَةِ الثَّانِيَةِ صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَعِنْدَ الثَّانِيَةِ مِنْهَا قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ (۲)

(واضح رہے اذان میں اولاً شہادتِ رسالت کے جواب میں یہ کہنا مستحب ہے صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ دوسری مرتبہ کے جواب میں یوں کہا جائے قرۃ عینی بک یارسول اللہ)

۴۔ مولانا عبد الحی لکھنوی (ت: ۱۳۰۴) سے اذان سن کر انگوٹھے چومنے کے بارے میں سوال ہوا تو انہوں نے تفصیل کے ساتھ اس پر لکھا۔ سوال وجواب دونوں ملاحظہ کیجیے

سوال:

(ناخنهائے ہر دو دست بر چشم نهادن هنگام شنیدن نام آن سرور کائنات ﷺ در اذان چه حکم دارد)

(اذان میں سرور عالم ﷺ کا نام سن کر دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں سے لگانے کا کیا حکم ہے؟)

جواب:

(بعضے فقہاء مستحب نوشته اند وحدیثی هم دریں باب نقل مے سازند مگر صحیح نیست ودر امر مستحب فاعل وتارک هر دو قابل ملامت وتشنیع نیستند در جامع

(۱) فتاویٰ شامی: ۲۔۸۴

(۲) فتاویٰ رضویہ: ۵، ۴۳۵

الرموز مے آرد)

اِعْلَمْ اَنَّهٗ یَسْتَحِبُّ اَنْ یُّقَالَ عِنْدَ سِمَاعِ الْاَوَّلِ مِنَ الشَّهَادَةِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعِنْدَ سِمَاعِ الثَّانِیَةِ قُرَّةُ عَیْنِیْ بِكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ثُمَّ یُقَالُ اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَبَعْدَهٗ وَضَعَ ظَفْرَیِ الْیَدَیْنِ عَلَی الْعَیْنَیْنِ فَاِنَّهٗ ﷺ یَكُوْنُ قَائِدًا اِلَی الْجَنَّةِ كَذَا فِیْ كَنْزِ الْعِبَادِ (۱)

(بعض فقہاء نے اس عمل کو مستحب قرار دیا ہے اور اس بارے میں حدیث نقل کی ہے لیکن وہ صحیح نہیں مستحب پر عمل یا اسے ترک کرنے والے پر کوئی طعن وملامت نہیں ہوتا جامع الرموز میں ہے اول شہادت رسالت سن کر کہا جائے صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اور دوسری دفعہ سن کر کہا جائے۔ قُرَّةُ عَیْنِیْ بِكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ پھر کہا جائے اے اللہ میرے سمع وبصر میں اضافہ فرما اور اس کے بعد دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے آنکھوں پر رکھے جائیں کیونکہ ایسے آدمی کو حضور ﷺ جنت میں لے جائیں گے، کنز العباد میں بھی اسی طرح ہے)

۵۔ علامہ عبدالشکور لکھنوی دیوبندی نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔

اذان سننے والے کو مستحب ہے کہ پہلی مرتبہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ سنے تو یہ بھی کہے صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اور جب دوسری مرتبہ سنے تو اپنے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں کو آنکھوں پر رکھ کر کہے

''قُرَّةُ عَیْنِیْ بِكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ''(۲)

۶۔ مشہور حنفی عالم مولانا احمد رضا قادری (ت:۱۳۴۰) نے اس مسئلہ پر مستقل کتاب منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین (انگوٹھے چومنے کی

(۱) مجموعۃ الفتاوی مع خلاصۃ الفتاوی:۱۔۸۳

(۲) علم الفقہ:۲۔۱۵۹

برکت سے آنکھوں کا روشن رہنا) لکھی ہے اس میں حدیثِ ضعیف پر جو فتوی ہے وہ انہی کا حصہ ہے اس کے متعلق سوال کے جواب میں رقمطراز ہیں۔

حضور پرنور شفیع یوم النشور صاحب لولاک ﷺ کا نام پاک اذان میں سنتے وقت انگوٹھے یا انگشتان شہادت چوم کر آنکھوں سے لگانا قطعاً جائز جس کے جواز پر مقام تبرع میں دلائل کثیرہ قائم اور خود اگر کوئی دلیل خاص نہ ہوتی تو منع پر شرع سے دلیل نہ ہونا ہی جواز کے لیے دلیل کافی تھا۔ جونا جائز بتائے ثبوت دینا اس کے ذمہ ہے کہ قائلِ جواز متمسک باصل ہے اور متمسک باصل محتاج دلیل نہیں پھر یہاں تو حدیث وفقہ وارشاد علماء محدثین اس باب میں حضرت خلیفہ رسول ﷺ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ وحضرت ریحانۂ رسول ﷺ سیدنا امام حسن وحضرت نقیب اولیاء رسول ﷺ سیدنا ابوعباس خضر علی الحبیب الکریم وعلیہم جمیعا الصلاۃ والسلام وغیرھم اکابر دین سے حدیثیں روایت فرمائیں۔ جس کی تفصیل امام علامہ شمس الدین سخاویؒ نے کتاب مستطاب ''مقاصد حسنہ'' میں ذکر فرمائی اور جامع الرموز، شرح نقایہ، مختصر الوقایہ، فتاوی صوفیہ وکنز العباد ودر المختار حاشیہ درمختار وغیرھا کتبِ فقہ میں اس فعل کے استحباب واستحسان کی صاف تصریح آئی ان میں اکثر کتابیں خود مانعین اور ان کے اکابر وعمائد مثل متکلم قنوجی وغیرہ کے مستندات سے ہیں اور ان حدیثوں کے بارے میں ان محدثین کرام ومحققین اعلام نے جو تصحیح وتضعیف وتجریح وتوثیق میں دائرہ اعتدال سے نہیں نکلتے اور راہ تساہل وتشدد نہیں چلتے حکم اخیر وخلاصہ بحث وتنقیر یہ قرار دیا کہ خود حضور اقدس ﷺ سے جو حدیثیں یہاں روایت کی گئیں باصطلاح محدثین درجہ صحت کو فائز نہ ہوئیں۔ مقاصد میں فرمایا۔

لَا یَصِحُّ فِی الْمَرْفُوْعِ مِنْ كُلِّ هٰذَا شَیْءٌ (۱)

(بیان کردہ مرفوع حدیث میں کوئی بھی درجہ صحت پر فائز نہیں)

مولانا ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں

كُلُّ مَا یُرْوٰی فِیْ هٰذَا فَلَا یَصِحُّ رَفْعُهٗ اَلْبَتَّةَ (۲)

(اس بارے میں جو بھی روایات بیان کی گئیں ہیں ان کا مرفوع ہونا حتمی

(۱) المقاصد الحسنہ:۳۸۵

(۲) الموضوعات الکبری:۲۱۰

طور پر صحیح نہیں)

علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی ردالمحتار میں علامہ اسماعیل جراحیؒ سے نقل فرماتے ہیں۔

لَمْ يَصِحَّ فِي الْمَرْفُوْعِ مِنْ كُلِّ هٰذَا شَيْءٌ (۱)

(بیان کردہ مرفوع احادیث میں کوئی بھی درجہ صحت پر فائز نہیں)

پھر خادم حدیث پہ روشن کہ اصطلاحِ محدثین میں نفی صحت نفی حسن کو مستلزم نہیں دلی صلاح وتمسک وصلوح تمسک دعوی وضع کذب تو ھذا التحقیق ان احادیث پر جیسے باصطلاح محدثین حکم صحت نہیں یونہی حکم وضع کذب بھی ہرگز مقبول نہیں۔ (۲)

وجہ لڑائی۔ کم علمی

مولانا احمد علی محدث سہارنپوری نے ارشاد الٰہی ''اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ'' کی تفسیر میں مذکور عباراتِ کتب خصوصاً روح البیان کا خلاصہ لکھا اور آخر میں تحریر کیا۔

لَقَدْ فَصَّلْنَا الْكَلَامَ وَ اَطَوْلْنَاهُ لِاَنَّ بَعْضَ النَّاسِ يُنَازِعُ فِيْهِ لِقِلَّةِ عِلْمِهٖ (۳)

(ہم نے اس مسئلہ پر تفصیلی اور طویل گفتگو اس لیے کر دی ہے کہ کچھ لوگ علم میں کمی کی وجہ سے اس میں دوسروں سے لڑتے ہیں)

لہذا ہمیں لڑائی چھوڑ کر اپنی کم علمی کے ازالہ میں لگ جانا چاہیے تاکہ اُمت میں اتحاد پیدا ہو جائے اگر یارسول اللہ کہنا شرک وکفر ہوتا تو یہ تمام اھل علم اس سے منع کرتے نہ کہ اُمت کو کہنے کی تعلیم دیتے۔

(۱) ردالمحتار: ۳۔۵۸

(۲) فتاوی رضویہ: ۵۔۴۳۰

(۳) حاشیہ جلالین: ۳۵۷

فصل:

جوازِ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم اور علماءِ نجد و دیوبند

ہم اس فصل میں کچھ علماء نجد و دیوبند کے حوالہ جات اُنہی کی کتب سے نقل کر دیتے ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ اس مسئلہ میں کوئی اختلاف ہی نہیں ہے۔

علماء دیوبند کے پیرومرشد اور ''یارسول اللہ''

دیوبند بلکہ دونوں دیوبندی وبریلوی علماء کے پیرومرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے کئی مقامات پر اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کی ہے جو ہم سب کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ ایک مقام پر ہے۔

''اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه'' بصیغہ خطاب میں بعض لوگ کلام کرتے ہیں یہ اتصالِ معنوی پر مبنی ہے ﴿لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ﴾(۱) عالم امر مقید بجہت بعد وقرب نہیں ہے پس اس کے جواز میں شک نہیں (۲)

زیارت رسول ﷺ کا وظیفہ

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی زیارت رسول ﷺ کے لیے یہ وظیفہ لکھتے ہیں جسے دیدار نصیب نہ ہو

(صورت مثالیہ آنحضرت راتصور نمودو درود خواند وبطرف راست یا احمد وچپ یا محمد ودردل محمد رسول اللہ ضرب کند ہزار بار بگوید علانیہ یا درخواب از دولت دیدار مبارک مشرف شود) (۳)

(وہ آپ ﷺ کی مثالی صورت کا تصور کر کے درود شریف پڑھے ہزار مرتبہ دائیں بائیں طرف یا احمد، یا محمد اور دل میں رسول اللہ ﷺ کی

(۱) الاعراف: ۵۴ (۲) شمائل امدادیہ، ۵۰

(۳) ضیاء القلوب، ۵۸

ضرب لگائے بیداری یا خواب میں اسے دیدار مبارک کی دولت نصیب ہوگی)

مقدس ومبارک محافل میں آپ ﷺ کی تشریف آوری کے بارے میں کہتے ہیں

اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جائے مضائقہ نہیں کیونکہ عالمِ خلق مقید بزمان ومکان ہے لیکن عالم امر زمان ومکاں دونوں سے پاک ہے پس روضۂ انور میں جلوہ گر ہوتے ہوئے قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں (۱)

یارسول اللہ اور شیخ رشید احمد گنگوہی

شیخ رشید احمد گنگوہی سے سوال ہوا کچھ لوگ اس مضمون کے اشعار پڑھتے ہیں

یارسول کبریا فریاد ہے　　یا محمد مصطفی فریاد ہے

تو اس کے جواب میں لکھتے ہیں

ایسے الفاظ پڑھنے محبت اور خلوت میں بایں خیال کہ حق تعالیٰ آپ کی ذات کو مطلع فرمادیوے یا محض محبت میں بلا کسی خیال کے جائز ہیں۔(۲)

شیخ سرفراز خان صفدر گکھڑوی

شیخ سرفراز خان صفدر کہتے ہیں

اگر کوئی شخص محض عشق اور محبت کے نشہ میں سرشار ہوکر ''یارسول اللہ'' اور ''یا نبی اللہ'' کہے تو بالکل جائز اور صحیح ہے ہم اور ہمارے اکابر اس کے قائل ہیں مگر آپ کو حاضر وناظر ہوکر استمداد اور استعانت کے طور پر یارسول اللہ کہنا جائز نہیں ہے(۳)

''یا محمد'' اور شیخ اشرف علی تھانوی

شیخ اشرف علی تھانوی (ت:۱۳۶۲) نے اپنے مرید مولوی محمد اسحاق کانپوری کو ایک وظیفہ بتایا جس کی تاثیر ٹھنڈی اور وہ گرمی سے محفوظ کردے، مولوی محمد اسحاق کانپوری نے سنیے۔

اس سے قبل خاصۃ مجھ سے (تھانوی صاحب نے) فرمایا کہ چونکہ آج کل گرمی

(۱) ضیاء القلوب، ۵۸

(۲) فتاوی رشیدیہ، ۹۴

ہے اس لیے تم کو پاس انفاس (ذکر) بتاتا ہوں جس کی غالب تاثیر سرد ہے تاکہ گرمی میں تکلیف نہ ہو وہ یہ ہے کہ جب سانس اندر جائے تو ''صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ'' اور جب باہر آئے تو ''صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ''۔ زبان تالو سے لگا کر خیال سے کہا کرو، پاس انفاس میں سانس طبعی طور پر چلتے رہنا چاہیے قصداً سانس لینے سے بعض امراض پیدا ہوتے ہیں (۱) (مبادی التصوف)

پیچھے تفصیل کے ساتھ حدیث نابینا گزری جس میں یا محمد کی تعلیم خود رسول اللہ ﷺ نے دی تھی اس حدیث سے موصوف استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں آپ ﷺ کا نام لے کر بلانا مناسب نہیں، ہاں اگر

يَنْتَفِي هٰذَا النَّهْيُ لِانْتِفَاءِ الْعِلَّةِ إِذَا اقْتَرَنَ بِهٖ مَا يَقْتَضِي التَّعْظِيمَ كَمَا وَرَدَ فِي الْحَدِيثِ مِنْ تَعْلِيمِهٖ ﷺ ضَرِيرًا قَوْلَهٗ يَا مُحَمَّدُ (۲)

(کوئی قرینہ تعظیم ساتھ ہو تو پھر ممانعت ختم ہوجائے گی جیسے کہ حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے خود ایک نابینے کو یا محمد سے نداء کی تعلیم دی)

شیخ اشرف علی تھانوی کا استغاثہ

مولانا اشرف علی تھانوی حضور ﷺ سے ان الفاظ میں استغاثہ کرتے ہیں

يَا شَفِيعَ الْعِبَادِ خُذْ يَدِيْ أَنْتَ فِي الْاِضْطِرَارِ مُعْتَمَدِيْ (۳)

(اے بندوں کے شفیع میری دستگیری فرما، مصیبت میں آپ ہی میرا سہارا ہیں)

وعظ اور یارسول اللہ کہنا

تھانوی صاحب لکھتے ہیں

ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ وعظ سے پہلے جب تک پوری توجہ اور حضورِ قلب کے ساتھ نہ کہہ لیں ''یارسول اللہ میں اجازت چاہتا ہوں کہ آپ کی نیابت میں کچھ بیان

(۱) نظام القلوب، ۱۰۔ طبع مجتبائی دہلی

(۲) امداد الفتاوی: ۴۔۳۸۹

کروں'' اس وقت تک وعظ نہ کہیں اور یہ اس لیے کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ اور احباب یعنی علماء اولیاء، باطنی طریقہ سے ہماری امداد کریں پھر اِن شاء اللہ تعالیٰ ہمارے بیان میں الجھن یا لغزش یا رکاوٹ نہ ہوگی (۱)

شیخ خلیل احمد سہارنپوری لکھتے ہیں

اقول، سائل، کی مراد اس سے یہ تھی کہ نداء اور خطاب تو سب لغات میں حاضر موجود کے واسطے موضوع ہے سوا شعار ومدح میں جو نداء وخطاب پڑھا جاتا ہے اگر ذات فخر عالم کو حاضر وناظر بالذات کوئی عقیدہ کرے تو مشرک ہوتا ہے اور اگر یہ عقیدہ نہیں بلکہ محض محبت میں کہتا ہے یا بوجہ اسی کے کہ اگر ضمنِ صلوٰۃ وسلام میں ہے تو ملائکہ آپ تک پہنچادیں گے اور جو بدون اس کے ہے وقتِ عرضِ اعمال کے پیش ہوجائے گا تو جائز ہے مگر چوں کہ اس مجمع میں سفہا اور اہل بدعت کہ تمام اولیاء تک کی نسبت ان کا عقیدہ عالم بالذات ہونے اور متصرف بالذات ہونے کا ہے موجود ہوتے ہیں تو بصورت نداء خطاب کے ان کے عقائد کا افساد اور ان کی بدعت وشرک کی تائید ہوتی ہے (۲)

یہاں انہوں نے سراسر زیادتی کی ہے کوئی مسلمان رسول اللہ کو بالذات متصرف نہیں مانتا اہل حدیث فاضل علامہ وحید الزماں اس مسئلہ پر رقمطراز ہیں

قَالَ مَوْلَنَا اِسْحَاقُ فِیْ مِائَةِ مَسَائِلَ هُنَاكَ فَرْقٌ بَیْنَ نِدَاءِ النَّبِیِّ وَ نِدَاءِ غَیْرِهٖ وَنِدَاءُ النَّبِیِّ ظَاهِرُهُ الْجَوَازُ اِذَا كَانَ بِنِیَّةِ الصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ

وَبِهٰذَا ظَهَرَ اَنَّ مَا تَقُوْلُهُ الْعَامَّةُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوْ یَا عَلِیُّ اَوْ یَا غَوْثُ فَمُجَرَّدُ النِّدَاءِ لَا نَحْكُمُ بِشِرْكِهِمْ كَیْفَ وَقَدْ نَادٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَتْلٰی بَدْرٍ یَا فُلَانُ بْنَ فُلَانٍ وَ یَا فُلَانُ بْنَ فُلَانٍ وَوَرَدَ فِیْ حَدِیْثِ عُثْمَانَ بْنِ حُنَیْفٍ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ

(۱) دعوۃ الحق۔ ۲۹ از مولانا سید گل بادشاہ فاضل دیوبند
(۲) براہین قاطعہ بجواب انوار ساطعہ: ۲۷

صَحَّحَهُ الْبَیْهَقِیُّ وَالْجَزَرِیُّ وَ قَالَ التِّرْمَذِیُّ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ نَعَمْ لَیْسْتَثْنٰی مِنْ هٰذَا النَّبِیُّ اِنْ نَادَاهُ بِنِیَّةِ الصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ عَلَیْهِ فَاِنَّهٗ جَائِزٌ لَا مِرْیَةَ فِیْهِ لِاَنَّهٗ قَدْ وَرَدَ الْحَدِیْثُ بِاَنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً مُوَكِّلِیْنَ یُبَلِّغُوْنِیْ عَنْ اُمَّتِیَ السَّلَامَ (۱)

(مولانا اسحاق نے سو مسائل کے ضمن میں کہا کہ نبی ﷺ کو پکارنے میں اور غیر نبی کو پکارنے میں فرق ہے اور نبی ﷺ کو پکارنا ظاہراً جائز ہے جبکہ صلوٰۃ وسلام کی نیت کے ساتھ ہو اور اس سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ عوام جب یا رسول اللہ یا علی یا غوث اعظم کہتے ہیں تو محض نداء کی وجہ سے ہم ان پر شرک کا فتویٰ نہیں لگائیں گے اور شرک کا فتویٰ لگا بھی کیسے سکتے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے مقتولوں کو یا فلاں بن فلاں اور یا فلاں بن فلاں کے ساتھ نداء دی اور حضرت عثمان بن حنیف کی حدیث میں یہ الفاظ موجود ہیں ''یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ'' اس حدیث کو بیہقی اور جزری نے صحیح قرار دیا اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا۔ ہاں اس ضابطہ سے نبی ﷺ مستثنیٰ ہیں اگر ان کو صلوٰۃ وسلام کی نیت کے ساتھ ندا دی جائے تو بلاشک وشبہ جائز ہے اس لیے کہ حدیث میں یہ بات وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے مقرر ہیں کہ وہ مجھ تک میری اُمت کا سلام پہنچاتے ہیں)

محققین نجد اور یا رسول اللہ

یہاں ہم نامور سعودی عالم کا حوالہ دینا چاہتے ہیں جنہوں نے واضح کیا کہ محققین علماء نجد نے کسی جگہ ''اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ'' سے منع نہیں کیا ہم اسے پس منظر کے ساتھ ذکر کئے دیتے ہیں۔

شیخ حسین احمد مدنی دیوبندی نے نجدیوں کی خلاف کتاب 'اَلشِّهَابُ

(۱) کتاب ھدیۃ المھدی: ۲۳ تا ۲۴

الشَّاقِبُ ' لکھی جس میں انہوں نے واضح کیا کہ علماء نجد 'اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ' پڑھنے سے منع کرتے ہیں

سعودی عالم شیخ محمود بن عبداللہ بن محمود التویجری نے تبلیغی جماعت کے خلاف کتاب لکھی اس میں انہوں نے شیخ حسین احمد مدنی کا اس بارے میں جورد کیا وہ یہ ہے پہلے ان کا اعتراض نقل کیا

اِنَّہٗ قَالَ فِیْ ص۶۵ مِنْ کِتَابِ الشِّھَابِ الثَّاقِبِ وَقَدْ یُسْمَعُ مِنَ الْوَھَابِیَّۃِ اِنَّھُمْ یَمْنَعُوْنَ عَنِ الْقَوْلِ بِالصَّلَاۃِ وَالسَّلَامِ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْعًا بَاتًّا وَیَنْفِرُوْنَ مِنْ اَھْلِ الْحَرَمَیْنِ وَیَسْتَھْزِؤُوْنَ بِھِمْ وَیَسْخَرُوْنَ مِنْھُمْ

(حسین احمد نے اپنی کتاب الشہاب الثاقب ص۶۵ پر لکھا ہے وہابیہ الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھنے سے سخت منع کرتے ہیں۔ اس وجہ سے اہل حرمین سے نفرت اور ان سے استہزاء ومذاق کرتے ہیں)

اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا کہ ان کے کلام میں دو احتمال ہیں

اول:

یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اہل نجد رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھنے سے منع کرتے ہیں اگر ان کا مقصود یہ ہے تو یہ سوائے جھوٹ وکذب کے کچھ نہیں

کیونکہ اہلِ نجد کا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر درود شریف کے بغیر کوئی فرض ونفل نماز ہوتی ہی نہیں۔

دوسرا احتمال: کہ ان کا یہ مقصد ہو

اِنَّ اَھْلَ نَجْدٍ کَانُوْا یَمْنَعُوْنَ مِنَ الْعَمَلِ فِی الصَّلَاۃِ وَالسَّلَامِ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ بِالْکَیْفِیَّۃِ الَّتِیْ ذَکَرَھَا وَھِیَ اَنْ یَّقُوْلَ الْقَائِلُ ''اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ''

(کہ اہل نجد رسول اللہ ﷺ پر اس طریقہ سے درود شریف منع کرتے کہ کوئی یوں نہ کہے ''اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ''

اس کے جواب میں لکھا

وَالْمَنْعُ مِنْ ھٰذِہِ الْکَیْفِیَّۃِ فِی الصَّلٰوۃِ وَالسَّلَامِ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ لَمْ اَرَہُ فِیْ شَیْءٍ مِنْ کُتُبِ الْمُحَقِّقِیْنَ مِنْ اَھْلِ نَجْدٍ وَعَلٰی فَرْضِ وُجُوْدِہٖ فِیْ بَعْضِ کُتُبِھِمْ فَلَہٗ وَجْہٌ صَحِیْحٌ (۱)

(رسولِ اللہ ﷺ پہ اس طریقہ سے درود شریف پڑھنے سے ممانعت بندہ نے اہل نجد کے محققین کی کسی کتاب میں نہیں دیکھی اور اگر بالفرض کسی کتاب میں ہو تو ممانعت کی وجہ صحیح موجود ہے)

اس سعودی عالم نے آشکار کر دیا کہ ہم میں سے کسی عالم نے بھی اس طریقہ سے درود شریف پڑھنے سے کبھی کسی کو منع نہیں کیا۔

ایک اور واقعہ

ایک اور واقعہ قاضی زاھد الحسینی دیوبندی کی زبان سے سنیئے

مرحوم علامہ عبد الحمید الخطیب شیخ الحرم وسابق رکن مجلس شوریٰ حکومت سعودیہ فرماتے ہیں ''جب میں مسجد حرام میں مدرس تھا تو مجھ سے شام کے حاجی نے آکر شکایت کی کہ میں بیت اللہ شریف کے مطاف میں ''اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ'' کہہ رہا تھا کہ ایک عالم نے جو اپنے آپ کو نجدی ظاہر کرتا ہے روک دیا، میں نے جناب شیخ ابن مانع اور جناب شیخ عبد الظاہر امام مسجد حرام سے پوچھا تو ان دونوں نے فرمایا کہ اس کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، مگر جس نے روکا ہے وہ ان کے خلاف برا بھلا کہہ رہا ہے یہ بات اور اس قسم کی دوسری باتیں لوگوں کی نظر میں وہابیہ نجدیہ کی حقارت کا باعث بنی ہوئی

(۱) القول البلیغ فی التحذیر من جماعۃ التبلیغ، ۸۴، ۸۵

ہیں کیا واقعی علماء نجدیہ وہابیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ ''اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ'' کہنا حرام ہے؟ تو میں نے اس کو جواب دیا کہ تمام اسلاف وہابیہ اس سلام کو جائز قرار دیتے ہیں۔(۱)

(۱) رحمت کائنات، ۳۰۵

فصل:

الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

صحابہ کا مبارک معمول

(امام خفاجی کی عبارت کی علمی تحقیق)

امام احمد خفاجی (ت: ۱۰۶۹) کی ایک عبارت ''اَلْمَنْقُوْلُ اَنَّھُمْ کَانُوْا یَقُوْلُوْنَ فِیْ تَحِیَّۃِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَوْ نَبِیَّ اللّٰہِ وَ نَحْوُہٗ ہے کہ صحابہ کرام نماز سے باہر بارگاہ نبوی ﷺ میں جن الفاظ سے سلام تحیہ پیش کیا کرتے ان میں 'اَلصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ' بھی ہے اہل علم ہمیشہ اس عبارت کا یہی معنیٰ کرتے آئے یہی وجہ تھی کہ محقق و مصحح کتاب شیخ محمد عبدالقادر عطاء نے اس عبارت کو یوں ضبط کیا۔

وَالْمَنْقُوْلُ اَنَّھُمْ کَانُوْا یَقُوْلُوْنَ فِیْ تَحِیَّۃِ: اَلصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَوْ نَبِیَّ اللّٰہِ ﷺ وَنَحْوُہٗ(۱)

(اور منقول یہ ہے کہ صحابہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سلام تحیہ یوں پیش کیا کرتے اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ: اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ)

انہوں نے تحیۃ کے بعد باقاعدہ دو نقطے ڈال کر واضح کیا کہ یہاں قول ختم اور لفظ 'الصلاۃ' مقولہ کا حصہ ہے نہ کہ قول کا اور یہی بات درست ہے کیونکہ بالیقین یہ نماز سے باہر سلام کی مثال ہے نہ کہ نماز کے اندر، جیسے تفصیل آ رہی ہے۔

لیکن ہمارے دور کے کچھ لوگوں نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ اس سے مراد نماز سے باہر کا سلام نہیں بلکہ نماز کے اندر ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ'' کہنا مراد ہے یعنی ایک تو لفظ ''اَلصَّلَاۃُ'' صحابہ کے دور کا حصہ نہیں اور دوسرا یہ معاملہ

(۱) نسیم الریاض، ۵، ۱۸ طبع اول ۱۴۲۱ھ۔۲۰۰۱ دار الکتب العلمیہ بیروت

نماز کے اندر کا ہے نہ کہ باہر کا، یعنی کبھی وہ نماز کے اندر ''اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ'' کہا کرتے

چونکہ نسیم الریاض کے ایک نسخہ میں ''اَلصَّلَاۃُ'' کے بعد واو کاتب سے رہ گیا تھا لہٰذا بعض لوگوں نے سطحی مطالعہ کے بعد کہہ دیا کہ عبارت کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ صحابہ نماز کے التحیات میں ''اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ'' وغیرہ کلمات پڑھا کرتے تھے نہ کہ نماز کے باہر۔

ان دنوں بندہ ''یا رسول اللہ'' کہنا اُمت کا متفقہ فیصلہ ہے'' پر لکھ رہا تھا لہٰذا اس موضوع پر مزید پڑھنے کا موقع ملا تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آئی کہ یہاں معاملہ نماز کے باہر سلام کا ہے نہ کہ نماز کے اندر کا، جن جن اہل علم نے اس موضوع پر لکھا ہے ان تمام نے ایسی ہی عبارت تحریر کی اور واضح کیا کہ یہ نماز کے باہر سلام کی صورت ہے۔

کافی عرصہ ہوا علامہ غلام رسول سعیدی زید مجدہ نے ''اَلصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ'' کے جواز پر یہی عبارت یوں تحریر کی۔

صحابہ کرام سے ''اَلصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ'' کا ثبوت

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ ٹھیک ہے کہ اس درود شریف میں (صلاۃ و سلام) دونوں جمع ہو جاتے ہیں لیکن یہ درود شریف صحابہ کرام سے ثابت نہیں اس لیے بدعت ہے اس کے جواب میں گزارش ہے کہ یہاں کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ درود شریف صحابہ سے غیر ثابت ہے بلکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ صحابہ کرام بھی حضور ﷺ کے حضور ''اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ'' پڑھا کرتے تھے۔ علامہ شہاب الدین خفاجی حنفیؒ فرماتے ہیں۔

وَالْمَنْقُوْلُ اَنَّهُمْ كَانُوْا یَقُوْلُوْنَ فِیْ تَحِیَّةِ اَلصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (۱)

(منقول ہے کہ صحابہ کرام حضور ﷺ پر تحیہ پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں اَلصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ'')

(۱) نسیم الریاض، ۳۔ ۴۵۴

شیخ سرفراز خان صفدر کی گرفت

اس پر شیخ سرفراز خان گکھڑوی نے ان الفاظ سے علامہ سعیدی پر گرفت کی ان کی عبارت من وعن پڑھیے۔

مؤلف مذکورہ نے یہ عنوان قائم کیا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ''الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ'' کا ثبوت، اور اس کے ثبوت کے لیے وہ لکھتے ہیں کہ خفاجی الحنفیؒ فرماتے ہیں۔

وَالْمَنْقُوْلُ اَنَّهُمْ كَانُوْا یَقُوْلُوْنَ فِیْ تَحِیَّةِ اَلصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (۱) (ذکر بالجھر۔ ۲۱۲)

(منقول ہے کہ صحابہ کرام حضور ﷺ کو تحیہ پیش کرتے ہوئے کہتے تھے اَلصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ)

الجواب:

پہلے ہم باحوالہ عرض کر چکے ہیں کہ اگر کوئی شخص آپ ﷺ کو حاضر و ناظر نہ سمجھے اور یہ سمجھے کہ فرشتے آنحضرت ﷺ کو پہنچاتے ہیں تو ''اَلصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ'' کے مختصر الفاظ سے بھی درود شریف پڑھ سکتا ہے قبر مبارک کے قریب ہو تب بھی (کہ صحیح احادیث کی رو سے آپ بنفس نفیس خود سنتے ہیں) اور دور سے بھی (کہ حدیث صحیحہ کے پیش نظر فرشتے پہنچاتے ہیں کما مر) اور علامہ سمہودیؒ کا واضح حوالہ اس پر عرض کیا جا چکا ہے لیکن مؤلف مذکور نے علامہ الخفاجیؒ کے حوالہ سے جو عبارت نقل کی ہے اور اس سے معہود اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ پر جو استدلال کیا ہے وہ ان کے دجل و تلبیس یا جہالت اور کم فہمی کا زندہ ثبوت ہے علامہ خفاجیؒ نے اس مقام پر خاصی تصریح کے ساتھ یہ بحث کی ہے کہ نماز کے اندر التحیات میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جہاں ''اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ'' ثابت ہے وہاں ان سے یہ بھی منقول ہے کہ وہ نماز کے التحیات اور تشہد میں ''اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ'' بھی پڑھتے تھے

(۱) نسیم الریاض، ۳۔ ۴۵۴

بحث انہوں نے نماز کے اندر التحیات اور تشہد کی کی ہے اور الفاظ اس میں صرف "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ" ہیں مگر مؤلف مذکور نے اپنی جہالت کی وجہ سے خارج از نماز اس سے "اَلصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ" بنا ڈالا۔ علامہ خفاجی الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اصل عبارت یہ ہے۔

وَالْمَنْقُوْلُ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ فِيْ تَحِيَّةِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَوْ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْكَ وَ سَلَّمَ وَ نَحْوَهٗ فَمَا تَعَلَّمُوْهُ زَائِدٌ عَلَى التَّحِيَّةِ فِي الصَّلٰوةِ الخ (۱)

(اور ان سے منقول یہ ہے کہ وہ نماز کے سلام (التحیات) میں "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ يَا نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْكَ وَسَلَّمَ اور اس کی مانند الفاظ کہتے تھے سو جو انہوں نے سیکھا وہ نماز کے تحیہ پر زائد تھا)

اور آگے نماز سے باہر کے سلام کی بحث امام ابن عبدالبرؒ کے حوالہ سے الگ کی ہے اور بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قُلْتُ عُلِمَ هٰذَا مِنْ اِطْبَاقِ الْعُلَمَاءِ وَالْمُحَدِّثِيْنَ مِنْ غَيْرِ نَكِيْرٍ عَلٰى اَنَّ الْمُرَادَ بِهَا فِي الصَّلٰوةِ وَلِذَا وَرَدَتْ مَذْكُوْرَةً فِي التَّشَهُّدِ فِيْ كُتُبِهِمْ دُوْنَ بَابِ الْاَدْعِيَةِ (۲)

(میں کہتا ہوں کہ بغیر کسی نکیر کے یہ علماء اور محدثین کے اجماع سے معلوم ہوا کہ اس سے مراد نماز کے اندر سلام کہنا ہے اور اسی لیے یہ الفاظ ان کی کتابوں میں تشہد میں وارد ہوئے ہیں، دعاؤں کے باب میں وارد نہیں ہوئے)

الغرض یہ بات نماز کے اندر التحیات اور تشہد کے موقع پر سلام کہنے کی ہے اور اس میں سلام کے لفظ ہیں مَعْهُوْد الصَّلٰوة کے لفظ نہیں ہیں صَلٰوة کے معنی یہاں نماز

(۱) نسیم الریاض، ۳۔ ۴۵۴

(۲) نسیم الریاض ۳، ۴۵۴

کے ہیں اور حرف واؤ بھی درمیان میں موجود نہیں ہے الفاظ یہ ہیں "فِيْ تَحِيَّةِ اَلصَّلٰوةُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ" مگر ساون کے اندھے نے لفظ صلاۃ سے معہود صلوٰۃ سمجھ لی اور الصلوٰۃ اور السلام کے درمیان علامہ خفاجیؒ کی عبارت میں حرف واؤ نہیں مگر مؤلف مذکور نے اپنی طرف سے خود واؤ بھی بڑھا دیا ہے اور معنی یہ کیا ہے کہ صحابہ کرام حضور پر تحیہ پیش کرتے ہوئے کہتے تھے "اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ" بات کیا تھی اور مؤلف مذکور نے اپنی نادانی سے بنا کیا ڈالی ہے اور خیر سے کم علمی اور بد دیانتی حضرت مولانا تھانویؒ کی ثابت کر رہے ہیں جن کے علم و دیانت اور فہم و ذکاء کا سکہ دنیائے اسلام مانتی ہے اور یہ خدا تعالیٰ کا فضل و کرم ہے جو توحید و سنت اور اخلاص کی برکت سے حاصل ہوا ہے۔

مشام تیز سے ملتا ہے صحرا میں نشان اس کا
ظن و تخمیں سے ہاتھ آتا نہیں آہوئے تاتاری (۱)

ان کا تمام زور

انہوں نے سارا زور اس بات پر لگایا کہ یہ عبارت "وَالْمَنْقُوْلُ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَقُوْلُوْن" کا تعلق نماز کے اندر التحیات سے ہے ان کے ان الفاظ پر پھر نظر ڈال لیجئے

۱۔ علامہ خفاجیؒ نے اس مقام پر خاصی تصریح کے ساتھ یہ بحث کی ہے کہ نماز کے اندر التحیات میں صحابہ کرام سے جہاں "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ" ثابت ہے۔

۲۔ وہاں ان سے یہ بھی منقول ہے کہ وہ نماز کے اندر التحیات اور تشہد میں "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ" بھی پڑھتے تھے۔

۳۔ بحث انہوں نے نماز کے اندر التحیات اور تشہد کی کی ہے الفاظ اس میں "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ" ہیں مگر مؤلف مذکور نے اپنی جہالت کی وجہ سے خارج از نماز اس سے "اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ" بنا ڈالا۔

(۱) اخفاء الذکر، ۴۸ تا ۵۰

۴۔ الغرض یہ بات نماز کے اندر التحیات اور تشہد کے موقع پر سلام کہنے کی ہے

۵۔ یہاں صلاۃ کے معنی نماز کے ہیں

الغرض شیخ موصوف یہ بیان کر رہے ہیں کہ امام خفاجی کی عبارت ''وَالْمَعْلُوْلُ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ فِيْ تَحِيَّةٍ'' کا تعلق نماز کے اندر سلام کہنے سے ہے نہ کہ نماز سے خارج۔

حالانکہ محسوس یہی ہوتا ہے کہ شیخ موصوف اس قدر غصہ میں تھے کہ انہوں نے اس عبارت پر غور ہی نہیں کیا اگر وہ تسلی سے اس کا مطالعہ کرتے تو کبھی ایسی بات نہ کرتے کیونکہ نہایت ہی واضح ہے کہ اس عبارت کا تعلق صحابہ کے نماز سے باہر سلام تحیہ عرض کرنے سے ہے نہ کہ نماز کے اندر سلام سے

تحیہ کا مفہوم

یہاں تحیہ سے موصوف کا التحیات اور تشہد مراد لینا سراسر زیادتی ہے یہاں تحیہ سے مراد تحفہ سلام ہے جو ملاقات کے وقت صحابہ آپ ﷺ سے عرض کیا کرتے تھے

آیئے پہلے اس عبارت کا پس منظر ذکر کرتے ہیں

معاملہ کیا ہے؟

عبارت سامنے لانے سے پہلے اچھی طرح اس معاملہ سے آگاہی ضروری ہے کہ اہل علم اس مقام پر کیا واضح کرنا چاہتے ہیں؟

سلامِ تحیہ کا طریقہ

وہ یہاں پر یہ آشکار کرنا چاہ رہے ہیں کہ حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو نماز سے باہر سلام کہنے کی تعلیم دی تھی جس پر وہ ابتداء اسلام سے کاربند تھے اس لیے جب وہ آپ ﷺ سے ملاقات کا شرف پاتے اور حاضر ہوتے تو سلام عرض کرتے کبھی ''السلام علیکم'' کبھی ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ'' کبھی ''اَلسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ'' اور کبھی ''اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ'' یہ سلام تحیہ کہلاتا ہے یعنی اس

کے لیے نماز کی طرح کوئی مخصوص الفاظ نہیں اس لیے وہ ان میں سے کسی کا انتخاب کر لیا کرتے۔

سلام نماز کا طریقہ

جب آپ ﷺ نے حالت نماز میں صحابہ کو تشہد کی تعلیم دی تو فرمایا اس میں مجھ پر سلام ان کلمات سے پڑھنا ہے ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهٗ'' یعنی نماز میں انہی مخصوص الفاظ میں سلام عرض کرنا یہ نہیں کہ تم نماز سے باہر سلام تحیہ کی طرح اس میں تبدیلی اور انتخاب کرتے ہوئے کبھی ''اَلسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ'' کبھی ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ'' وغیرہ پڑھو اس کی اجازت نہیں۔ آپ دیکھ لیں اس سلام مبارکہ کے کلمات سلام تحیہ سے زائد اور مخصوص ہیں۔

نزول آیت مبارکہ

جب آیت مبارکہ نازل ہوئی

﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ (۱)

صحابہ نے محسوس کیا کہ ہم نماز سے باہر سلام تحیہ پیش کیا کرتے تھے مگر نماز کے لیے رسول اللہ ﷺ نے مخصوص اور زائد الفاظ سلام ہمیں سکھائے لہٰذا ہمارا فرض بنتا ہے کہ صلوٰۃ کے بارے میں بھی رسول اللہ ﷺ سے ہی پوچھیں تو ممکن ہے سلام مخصوص کی طرح صلاۃ بھی مخصوص ہو تو انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا تو آپ ﷺ نے درود ابراہیمی کی تعلیم دی۔

نماز میں صلاۃ کا طریقہ

اس پر مستند روایات موجود ہیں۔ کچھ ملاحظہ کر لیجئے

۱۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہے

ہم نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ

هٰذَا السَّلَامُ عَلَيْكَ عَرَفْنَاهُ فَكَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ

(۱) الاحزاب: ۵۶

قَالَ قُولُوا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ (۱)

ہم نے آپ پر سلام کا طریقہ جان لیا اب آپ پر صلاۃ کیسے پڑھیں تو فرمایا پڑھا کرو ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ الخ''

۲۔ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ پر صلاۃ کا حکم دیا ہے۔

فَكَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ ؟

ہم آپ پر صلاۃ کیسے پڑھیں؟

کچھ دیر آپ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی ہم نے محسوس کیا کہ ہمیں سوال ہی نہیں کرنا چاہیے تھا اس کے بعد آپ ﷺ نے ہمیں صلاۃ کی یوں تعلیم دی قُوْلُوا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ (پڑھا کرو اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ الخ) اور فرمایا

وَالسَّلَامُ كَمَا قَدْ عَلِمْتُمْ (۲)

(اور سلام کا طریقہ وہی ہے جو تم پہلے سیکھ چکے ہو)

۳۔ امام ابن حبان، دار قطنی اور بیہقی نے روایت یوں نقل کی، یا رسول اللہ

اَمَّا السَّلَامُ عَلَيْكَ فَقَدْ عَرَفْنَاهُ فَكَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ اِذَا صَلَّيْنَا فِيْ صَلَاتِنَا

(آپ پر سلام عرض کرنا ہم نے سیکھ لیا ہے ہم نماز میں صلاۃ آپ پر کیسے پڑھیں؟)

رجوع کی حکمت

تمام اہل علم نے اس پر لکھا ہے کہ صحابہ کے صلاۃ کے بارے میں آپ ﷺ سے رجوع کی حکمت کیا تھی؟ شارح بخاری امام احمد بن محمد قسطلانی (ت: ۹۲۳) کے الفاظ ہیں۔

(۱) البخاری

(۲) مسلم

وَالْحَامِلُ لَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ اَنَّ السَّلَامَ مِمَّا تَقَدَّمَ بِلَفْظٍ مَخْصُوْصٍ وَهُوَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ فَفَهِمُوْا اَيْضًا اَنَّ الصَّلَاةَ تَقَعُ بِلَفْظٍ مَخْصُوْصٍ وَعَدَلُوْا عَنِ الْقِيَاسِ لِاِمْكَانِ الْوُقُوْفِ عَلَى النَّصِّ (۱)

(سبب اس کا یہ تھا کہ پہلے سلام کے لیے الفاظ مخصوص تھے ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ'' انہوں نے محسوس کیا کہ صلاۃ کے الفاظ بھی مخصوص ہونگے تو انہوں نے قیاس سے اعراض کیا کیونکہ نص کا ملنا ممکن تھا)

نماز کے لیے سلام وصلاۃ کا مخصوص ہونا

اس سے یہ بات نہایت ہی کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ اور تمام اُمت کو یہ تعلیم دی کہ جب نماز ادا کرو تو ہدیہ سلام و صلاۃ ان مخصوص کلمات کے ساتھ پڑھا کرو۔ سلام کے کلمات ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ'' اور صلاۃ کے کلمات ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ'' الخ ہیں رہا نماز سے باہر کا معاملہ تو اس کا طریقہ وہی ہے جو صحابہ میں جاری تھا۔

''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ'' اَلسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ، اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

یہی بات اس مقام پر اہل علم نے آشکار کی ہے کہ نماز میں سلام کے الفاظ زائد اور مخصوص ہیں۔ ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ'' اور نماز سے باہر یہ طریقہ مخصوص نہیں بلکہ جو طریقہ صحابہ میں جاری تھا وہی جاری رکھا گیا یہی وجہ ہے کہ صحابہ مختلف الفاظ سے سلام عرض کیا کرتے اگر باہر یہ لازم ہوتا تو صحابہ ہر موقعہ پر انہی الفاظ سے سلام کہنے کے پابند ہوتے حالانکہ

وَالْمَنْقُوْلُ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ فِيْ تَحِيَّةِ اَلصَّلَاةُ

(۱) مسالک الحنفاء۔ ۶۲۳

وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَوْ نَبِيَّ اللهِ وَ نَحْوَهٗ فَمَا تَعَلَّمُوْهُ زَائِدٌ عَلَى التَّحِيَّةِ فِي الصَّلَاةِ (۱)

صحابہ کے بارے میں منقول یہی ہے کہ وہ سلام تحیہ (یعنی نماز سے باہر) یوں عرض کیا کرتے ''اَلصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ، يَا نَبِيَّ اللهِ'' اس کے بعد جو رسول اللہ ﷺ نے انہیں سیکھایا وہ نماز میں اس سلام تحیہ سے زائد تھا اور وہ ہے ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهٗ''

کسی کا دعویٰ ہے

اگر اس کے بعد بھی کسی کا یہ دعویٰ ہے کہ صحابہ نماز کے التحیات میں کبھی ''الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ'' کہا کرتے کبھی ''السلام علیک یا نبی اللہ'' کہتے اور کبھی اور کلمات۔ تو وہ صحابہ پر زیادتی کر رہا ہے کیونکہ وہ تو بار بار یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم نماز میں انہی کلمات سے سلام پڑھتے جو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سیکھائے

ان کے الفاظ پر نظر ڈالیے

اَمَّا السَّلَامُ عَلَيْكَ قَدْ عَرَفْنَاهُ (۲)

(آپ پر سلام کا طریقہ ہم نے جان لیا ہے)

پھر رسول اللہ ﷺ نے جب انہیں صلاۃ کی تعلیم دی تو ساتھ ہی فرمایا:

وَالسَّلَامُ كَمَا قَدْ عَلِمْتُمْ (۳)

(اور سلام کا طریقہ وہی ہے جو تم پہلے سیکھ چکے ہو)

اس کے بعد اگر کوئی کہتا ہے کہ صحابہ سلام التحیات میں مختلف کلمات سے سلام کہا کرتے تھے تو آپ ﷺ نے انہیں ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهٗ'' کا پابند بنایا تو یہ سراسر ظلم و زیادتی کے سوا کچھ نہیں۔

قدر زائد کے الفاظ

ان تمام اہلِ علم کی عبارت میں یہ جملہ ملے گا کہ نماز میں جو سلام سیکھایا وہ باہر

(۱) نسیم الریاض، ۵۔۱۸ (۲) نسیم الریاض، ۳۔۴۵۴ (۳) مسلم

کے سلام سے زائد ہے اور وہ ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهٗ'' ہے یہ جملہ اعلان کر رہا ہے کہ باقی الفاظ سے سلام کا ذکر نماز سے باہر ہے نہ کہ نماز کے اندر۔

الغرض ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ان تمام اہل علم کی عبارات میں یہاں تحیہ سے مراد التحیات نہیں بلکہ نماز سے باہر سلام تحیہ ملاقات ہے۔

عبارت کا پس منظر

کامل طور پر اس معاملہ کی حقیقت تک پہنچنے کے لیے اس عبارت کا پس منظر سامنے لانا بھی نہایت ضروری و لازم ہے۔

قاضی عیاض مالکی (ت: ۵۴۴) نے 'الشفاء' میں درود شریف کے حوالے سے لکھا امام ابو جعفر طبریؒ، امام طحاوی اور دیگر ائمہ نے فرمایا کہ علماء متقدمین اور متاخرین کا اس پر اجتماع ہے کہ تشہد نماز میں حضور ﷺ پر صلاۃ اور درود پڑھنا لازم نہیں۔

وَ شَذَّ الشَّافِعِيُّ فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَعْدِ التَّشَهُّدِ الْاَخِيْرِ فَصَلَاتُهٗ فَاسِدَةٌ

(اس بارے میں امام شافعی کی رائے الگ ہے وہ کہتے ہیں جس نے آخری تشہد کے بعد درود شریف رسول اللہ ﷺ پر نہ پڑھا اس کی نماز فاسد ہے)

لیکن ان سے پہلے یہ کسی کا قول نہیں اور نہ ہی اس پر کوئی حدیث شاہد ہے متعدد اہل علم مثلاً امام محمد بن حریر طبریؒ اور امام قشیریؒ نے ان پر طعن کیا امام مالکؒ، حضرت سفیان ثوری، اہل کوفہ اور دیگر کے ہاں نماز میں صلاۃ مستحب ہے۔

وَ شَذَّ الشَّافِعِيُّ فَاَوْجَبَ عَلٰى تَارِكِهَا فِي الصَّلَاةِ الْاِعَادَةَ

(مگر امام شافعی کی الگ رائے ہے وہ نماز میں صلاۃ کے ترک پر اعادہ نماز لازم قرار دیتے ہیں)

آگے چل کر لکھا

شوافع میں سے امام خطابی وغیرہ نے امام شافعیؒ کی مخالفت کی اور کہا کہ ان سے پہلے یہ کسی کا قول نہیں

پھر اس پر دلائل دیئے کہ نماز میں درود شریف فرض ولازم نہیں۔(۱)

امام احمد خفاجیؒ (ت: ۱۰۶۹) اس شرح میں فرماتے ہیں، امام قطب الدین خیضریؒ (ت: ۸۹۰) نے اس مسئلہ پر امام شافعیؒ کی تائید میں کتاب لکھی جس میں انہوں نے قاضی عیاض مالکیؒ کا رد کیا ہے آیئے ان کے الفاظ میں پڑھیے۔

وَ اعْلَمْ اَنَّ الْاِمَامَ الْخَيْضَرِیَ صَنَّفَ فِیْ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ كِتَابًا سَمَّاهُ زَهْرُ الرِّيَاضِ فِیْ رَدِّ مَا شَنَّعَهُ الْقَاضِیْ عِيَاضُ طَالَعْتُهُ بِتَمَامِهٖ

(یاد رہے امام خیضریؒ نے اس مسئلہ پر کتاب لکھی جس کا نام ہے ''زھر الریاض فی رد ما شنعه القاضی عیاض'' رکھا میں نے اس کا مطالعہ کیا)

اس کتاب کا خلاصہ لکھا اور آخر میں کہا

اِنْتَهٰی زُبْدَةُ مَا ذَكَرَهُ الْاِمَامُ الْخَيْضَرِیُّ مِمَّا يُهِمُّنَا هُنَا (۲)

(مقام کی ضرورت کے مطابق امام خیضری کی گفتگو کا خلاصہ ختم ہوا)

یعنی جس عبارت میں آج ہمارا جھگڑا اور اختلاف ہے وہ شیخ خیضری (ت: ۸۹۰) کی عبارت ہے جس میں انہوں نے امام شافعی کے دلائل سامنے لانے کی کوشش کی ہے۔

شیخ خیضری کی عبارت کا مآخذ

جیسے یہ واضح کرنا ضروری تھا کہ یہ مذکورہ عبارت امام قطب الدین خیضریؒ کی ہے اس طرح یہاں یہ سامنے لانا بھی ضروری ہے کہ امام شافعیؒ کے حق میں یہی دلائل انہی الفاظ وعبارت میں شیخ شمس الدین بن قیم (ت: ۷۵۱) نے اپنی کتاب جلاء الافہام میں

(۱) الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ۲۔ ۶۲

(۲) نسیم الریاض، ۵۔ ۲۱

ان سے تقریباً ڈیڑھ صدی پہلے ذکر کیے ہیں شیخ خیضریؒ نے وہی دلائل انہی الفاظ میں اپنی کتاب میں ذکر کر دیئے خصوصاً متعلقہ عبارت بھی انہی کی ہے لہٰذا پہلے شیخ ابن قیم کے دلائل وعبارت مع ترجمہ ملاحظہ کر لیجئے اس کے بعد ہم شیخ خیضری کی عبارات پر بات کریں گے۔

شیخ ابن قیم کی عبارت ودلائل

شیخ ابن قیم (ت: ۷۵۱) نے پہلے امام شافعی کے مخالفین کے دلائل کا رد کیا ہے اور اس کے بعد ان کے موقف پر دلائل دیتے ہوئے لکھا

قَوْلُهٗ: اَلْفَرَائِضُ اِنَّمَا تَثْبُتُ بِدَلِيْلٍ صَحِيْحٍ لَا مُعَارِضَ لَهٗ مِنْ مِّثْلِهٖ اَوْ بِاِجْمَاعٍ قُلْنَا: اِسْمَعُوْا اَدِلَّتَنَا اَلْاٰنَ عَلَى الْوُجُوْبِ قُلْنَا عَلَيْهِ اَدِلَّةُ الدَّلِيْلِ الْاَوَّلِ: قَوْلُهٗ تَعَالٰی ﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ ﴾ (۱)

وَوَجْهُ الدَّلَالَةِ اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ اَمَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِالصَّلَاةِ وَالتَّسْلِيْمِ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ اَمْرُهٗ اَلْمُطْلَقُ عَلَى الْوُجُوْبِ مَالَمْ يَقُمْ دَلِيْلٌ عَلٰی خِلَافِهٖ وَ قَدْ ثَبَتَ اَنَّ اَصْحَابَهٗ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ سَاَلُوْهُ عَنْ كَيْفِيَّةِ هٰذِهِ الصَّلَاةِ الْمَاْمُوْرِ بِهَا فَقَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ الْحَدِيْثَ، وَ قَدْ ثَبَتَ اَنَّ السَّلَامَ الَّذِیْ عَلَّمُوْهُ هُوَ السَّلَامُ عَلَيْهِ فِی الصَّلَاةِ وَ هُوَ سَلَامُ التَّشَهُّدِ، مَخْرَجُ الْاَمْرَيْنِ وَ التَّعْلِيْمَيْنِ وَالْمَحَلَّيْنِ وَاحِدٌ۔ يُوْضِحُهٗ اَنَّهٗ عَلَّمَهُمُ التَّشَهُّدَ اَمْرًا لَهُمْ بِهٖ فِيْهِ، وَ فِيْهِ ذِكْرُ التَّسْلِيْمِ عَلَيْهِ ﷺ فَسَاَلُوْهُ

(۱) الاحزاب: ۵۶

عَنِ الصَّلَاةِ عَلَيْهِ فَعَلَّمَهُمْ إِيَّاهَا، ثُمَّ شَبَّهَهَا بِمَا عَلَّمُوهُ مِنَ التَّسْلِيمِ عَلَيْهِ: وَ هٰذَا وَ التَّسْلِيمِ الْمَذْكُورَيْنِ فِي الْحَدِيثِ هُمَا الصَّلَاةُ وَالتَّسْلِيمُ عَلَيْهِ فِي الصَّلَاةِ يُوضِحُهُ أَنَّ لَوْ كَانَ الْمُرَادُ بِالصَّلَاةِ وَالتَّسْلِيمِ عَلَيْهِ خَارِجَ الصَّلَاةِ لَا فِيهَا لَكَانَ كُلُّ مُسَلِّمٍ مِنْهُمْ إِذَا سَلَّمَ عَلَيْهِ يَقُولُ لَهُ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهُ وَ مِنَ الْمَعْلُومِ أَنَّهُمْ لَمْ يَكُونُوا يَتَقَيَّدُونَ فِي السَّلَامِ عَلَيْهِ بِهٰذِهِ الْكَيْفِيَّةِ بَلْ كَانَ الدَّاخِلُ مِنْهُمْ يَقُولُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رُبَّمَا قَالَ اَلسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللهِ وَ رُبَّمَا قَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ، وَ نَحْوَ ذٰلِكَ، وَ هُمْ لَمْ يَزَالُوا يُسَلِّمُونَ عَلَيْهِ مِنْ أَوَّلِ الْإِسْلَامِ بِتَحِيَّةِ الْإِسْلَامِ وَ إِنَّمَا الَّذِي عَلَّمُوهُ قَدْرٌ زَائِدٌ عَلَيْهَا وَ هُوَ السَّلَامُ عَلَيْهِ فِي الصَّلَاةِ يُوضِحُهُ حَدِيثُ أَبِي إِسْحَاقَ كَيْفَ نُصَلِّي إِذَا نَحْنُ صَلَّيْنَا فِي صَلَاتِنَا، وَ قَدْ صَحَّحَ هٰذِهِ اللَّفْظَةَ جَمَاعَةٌ مِنَ الْحُفَّاظِ مِنْهُمُ ابْنُ خُزَيْمَةَ وَ ابْنُ حَبَّانَ وَ الْحَاكِمُ.

وَالْبَيْهَقِيُّ، وَ قَدْ تَقَدَّمَ فِي أَوَّلِ الْكِتَابِ، وَ مَا أُعِلَّتْ بِهِ وَالْجَوَابُ عَنْ ذٰلِكَ

وَإِذَا تَقَرَّرَ أَنَّ الصَّلَاةَ وَ الْمَسْئُولَ عَنْ كَيْفِيَّتِهَا هِيَ الصَّلَاةُ عَلَيْهِ فِي نَفْسِ الصَّلَاةِ وَ قَدْ خَرَجَ ذٰلِكَ مَخْرَجَ الْبَيَانِ الْمَأْمُورِ بِهِ مِنْهَا فِي الْقُرْآنِ ثَبَتَ أَنَّهَا عَلَى الْوُجُوبِ، وَ يُنْضَافُ إِلَى ذٰلِكَ أَمْرُ النَّبِيِّ ﷺ بِهَا، وَ لَعَلَّ هٰذَا وَجْهُ مَا أَشَارَ إِلَيْهِ الْإِمَامُ أَحْمَدُ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى بِقَوْلِهِ كُنْتُ أَتَهَيَّبُ ذٰلِكَ ثُمَّ تَبَيَّنَتْ فَإِذَا هِيَ وَاجِبَةٌ وَ قَدْ تَقَدَّمَ حِكَايَةُ كَلَامِهِ وَ عَلَى هٰذَا الْإِسْتِدْلَالِ أَسْئِلَةٌ:

أَحَدُهَا: قَوْلُهُ وَالسَّلَامُ كَمَا عَلِمْتُمْ، يَحْتَمِلُ أَمْرَيْنِ:

أَحَدُهُمَا: أَنْ يُرَادَ بِهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْهِ فِي الصَّلَاةِ وَ الثَّانِي أَنْ يُرَادَ بِهِ السَّلَامُ مِنَ الصَّلَاةِ نَفْسِهَا قَالَهُ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ

اَلثَّانِي: إِنَّ غَايَةَ مَا ذَكَرْتُمْ إِنَّمَا يَدُلُّ دَلَالَةَ اقْتِرَانٍ الصَّلَاةِ بِالسَّلَامِ وَالسَّلَامُ وَ وَاجِبٌ فِي التَّشَهُّدِ فَكَذَا الصَّلَاةُ وَ دَلَالَةُ الْاِقْتِرَانِ ضَعِيفَةٌ

اَلثَّالِثُ: إِنَّا لَا نُسَلِّمُ وَ جُوبَ السَّلَامِ وَلَا الصَّلَاةِ وَ هٰذَا الْإِسْتِدْلَالُ مِنْكُمْ إِنَّمَا يَتِمُّ بَعْدَ تَسْلِيمِ وُجُوبِ السَّلَامِ عَلَيْهِ ﷺ وَالْجَوَابُ عَنْ هٰذِهِ الْأَسْئِلَةِ: أَمَّا الْأَوَّلُ: فَفَاسِدٌ جِدًّا فَإِنَّ فِي نَفْسِ الْحَدِيثِ مَا يُبْطِلُهُ وَ هُوَ أَنَّهُمْ قَالُوا هٰذَا السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ عَرَفْنَاهُ فَكَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكَ

لَفْظُ الْبُخَارِيِّ فِي حَدِيثِ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَ أَيْضًا فَإِنَّهُمْ إِنَّمَا سَأَلُوا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَيْفِيَّةِ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ الْمَأْمُورِ بِهِمَا فِي الْآيَةِ لَا عَنْ كَيْفِيَّةِ السَّلَامِ مِنَ الصَّلَاةِ وَ أَمَّا السُّؤَالُ الثَّانِي فَسُؤَالُ مَنْ لَمْ يَفْهَمْ وَجْهَ تَقْرِيرِ الدَّلَالَةِ فَإِنَّا لَمْ نَحْتَجَّ بِدَلَالَةِ الْاِقْتِرَانِ وَ إِنَّمَا اسْتَدْلَلْنَا بِالْأَمْرِ بِهَا فِي الْقُرْآنِ وَ بَيَّنَّا أَنَّ الصَّلَاةَ الَّتِي سَأَلُوا

النَّبِيَّ ﷺ اَنْ يُعَلِّمَهُمْ اِيَّاهَا اِنَّمَا هِيَ الصَّلَاةُ الَّتِيْ فِي الصَّلَاةِ

وَاَمَّا السُّوَالُ الثَّالِثُ: فِيْ غَايَةِ الْفَسَادِ فَاِنَّهُ لَايَعْتَرِضُ عَلَى الْاَدِلَّةِ مِنَ الْكِتَابِ وَ السُّنَّةِ بِخِلَافِ الْمُخَالِفِ فَكَيْفَ يَكُوْنُ خِلَافُكُمْ فِيْ مَسْاَلَةٍ قَدْ قَامَ الدَّلِيْلُ عَلٰى قَوْلِ مُنَازِعِيْكُمْ فِيْهَا مُبْطِلًا لِدَلِيْلٍ صَحِيْحٍ لَا مُعَارِضَ لَهُ فِيْ مَسْاَلَةٍ اُخْرٰى وَ هَلْ هٰذَا اِلَّا عَكْسُ طَرِيْقَةِ اَهْلِ الْعِلْمِ فَاِنَّ الْاَدِلَّةَ هِيَ الَّتِيْ تَبْطُلُ مَا خَالَفَهَا مِنَ الْاَقْوَالِ وَ يُعْتَرَضُ بِهَا عَلٰى مَنْ خَالَفَ مُوْجِبَهَا فَتُقَدَّمُ عَلٰى كُلِّ قَوْلٍ اِقْتَضٰى خِلَافَهَا، لَا اِنَّ اَقْوَالَ الْمُجْتَهِدِيْنَ تَعَارَضَ بِهَا الْاَدِلَّةَ وَ تَبْطُلُ مُقْتَضَاهَا وَ تُقَدَّمُ عَلَيْهَا ثُمَّ اِنَّ الْحَدِيْثَ حُجَّةٌ عَلَيْكُمْ فِي الْمَسْئَلَتَيْنِ فَاِنَّهُ دَلِيْلٌ عَلٰى وُجُوْبِ التَّسْلِيْمِ وَ الصَّلَاةِ عَلَيْهِ ﷺ فَيَجِبُ الْمَصِيْرُ اِلَيْهِ (۱)

(ان کا یہ کہنا کہ فرائض ایسی صحیح دلیل سے ثابت ہوتے ہیں جس کے معارض کوئی دلیل یا اجماع نہ ہو؟

ہم کہتے ہیں کہ اب وجود پر ہمارے دلائل سنئے ہمارے پاس اس پر کئی دلائل ہیں۔

پہلی دلیل: ارشاد خداوندی ہے۔ ''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والوں تم بھی آپ پر درود شریف اور خوب سلام بھیجو۔

اس میں (وجوب پر) دلالت کی وجہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ

(۱) جلاء الافہام۔ ۲۰۷ تا ۲۱۰

نے مومنوں کو رسول اکرم ﷺ پر صلاۃ وسلام کا حکم دیا اور اس کا مطلق امر (حکم) وجوب پر دلالت کرتا ہے جب تک اس کے خلاف دلیل قائم نہ ہو۔

اور یہ بات ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم ﷺ سے اس صلوٰۃ کی کیفیت کا سوال کیا جس کا حکم قرآن میں دیا گیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: قولوا اللّٰھم صل علی محمد اور یہ بات ثابت ہے کہ جس سلام کی ان کو تعلیم دی گئی تھی وہ نماز میں پڑھا جانے والا سلام ہے اور یہ سلام تشہد ہے پس دونوں احکام، تعلیمات کا محل ایک ہی ہے۔ اس کی وضاحت یوں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کو تشہد سکھایا اور نماز میں پڑھنے کا حکم دیا اور اس میں آپ پر سلام کا ذکر وطریقہ بھی موجود ہے۔ پس انہوں نے آپ پر صلوٰۃ پڑھنے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے ان کو وہ سکھایا پھر اسے اس سلام سے تشبیہ دی جو ان کو پہلے سکھایا گیا تھا فرمایا ''والسلام کما قد علمتم'' اس میں اس پر دلالت ہے کہ حدیث میں مذکور صلوٰۃ و سلام وہی ہے جو نماز میں ہے نیز اس کی وضاحت اس طرح بھی کی جاسکتی ہے کہ اگر صلوٰۃ وسلام سے مراد نماز سے باہر صلوٰۃ و سلام ہو تو نہ کہ اس کے اندر ہر سلام عرض کرنے والا ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهُ'' کہنے کا پابند ہوتا اور یہ بات ہر ایک کو معلوم ہے کہ صحابہ اس کیفیت کے ساتھ سلام کو مقید نہیں کیا کرتے تھے بلکہ ان میں سے جو بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ'' کہتا اور کبھی ''اَلسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ'' اور کبھی ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ'' اور اس طرح کے دیگر الفاظ سے سلام کیا جاتا تھا اور وہ آغاز اسلام سے مسلسل اسلام کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق سلام تحیہ کہتے تھے اور اب جو کچھ ان کو سکھایا گیا وہ اس پر زائد تھا اور یہ نماز کے اندر کا سلام ہے اس کی مزید وضاحت اس طرح ہے کہ ابن اسحاق کی حدیث میں ہے صحابہ نے پوچھا جب ہم آپ پر نماز میں درود شریف پڑھیں تو کیسے پڑھیں؟ حفاظ

حدیث کی ایک جماعت نے ان الفاظ کو صحیح قرار دیا، ان میں ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم، دار قطنی اور بیہقی شامل ہیں، کتاب کے آغاز میں یہ حدیث گزر چکی ہے۔

اس پر اعتراضات اور ان کا جواب بھی گزر چکا ہے جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ جس صلوٰۃ کی کیفیت کا سوال کیا گیا وہ نماز میں پڑھا جانے والا درود شریف ہے اور قرآن مجید میں جس درود شریف کا حکم دیا گیا یہ اس کی تفسیر و بیان ہے تو ثابت ہوا کہ اس سے وجوب مراد ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی ملایا جائے نبی اکرم ﷺ نے بھی اس کا حکم دیا ہے شاید امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اس میں مضطرب تھا پھر مجھ پر واضح ہوا کہ یہ واجب ہے ان کا کلام پہلے نقل کیا جا چکا ہے اس استدلال پر چند سوالات ہیں پہلا سوال: نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمانا کہ سلام اس طرح ہے جس طرح تم جان چکے ہو اس میں دو باتوں کا احتمال ہے۔

(۱) نماز میں آپ کی بارگاہ میں سلام پیش کرنا (۲) ممکن ہے نماز سے سلام پھیرنا مراد ہو جیسے امام ابن عبدالبرؒ کہتے ہیں۔

دوسرا سوال: جو کچھ تم نے ذکر کیا، زیادہ سے زیادہ وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ صلاۃ وسلام ملے ہوئے ہیں اور چونکہ تشہد میں سلام واجب ہے پس درود شریف کا حکم بھی اسی طرح واجب ہے لیکن باہم ان کے اکٹھا آنے سے وجوب پہ دلالت ضعیف ہے۔

تیسرا سوال: ہم اور صلاۃ کے وجوب کو تسلیم نہیں کرتے اور تمہارا یہ استدلال اس وقت کامل ہوگا جب آپ کی بارگاہ میں سلام پیش کرنے کو واجب قرار دیا جائے۔

ان سوالات کے جواب

پہلے سوال کا جواب: یہ سوال بالکل باطل ہے کیونکہ خود نفس حدیث میں ایسی بات موجود ہے جو اس میں دوسرے احتمال کو باطل کرتی ہے وہ یہ ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ پر یہ سلام تو ہمیں معلوم ہے تو آپ کی بارگاہ میں ہدیہ صلاۃ کیسے پیش کریں؟ صحیح بخاری میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں نیز انہوں نے اس صلاۃ وسلام کی کیفیت کا سوال کیا جن کا حکم آیت کریمہ میں دیا گیا، نماز میں سلام پھیرنے کے بارے میں سوال نہیں تھا۔

دوسرے سوال کا جواب:

جہاں تک دوسرے سوال کا تعلق ہے یہ ایسے شخص کا سوال ہے جو دلالت کی تقریر و تفصیل سمجھ نہیں سکا ہم نے دونوں کے اکٹھا ہونے کو دلیل نہیں بنایا ہمارا استدلال قرآنی حکم سے ہے اور ہم نے بیان کیا کہ ان حضرات نے نبی اکرم ﷺ سے جس درود شریف کی تعلیم کا سوال کیا وہ نماز کے اندر کا درود شریف ہے۔

تیسرے سوال کا جواب:

اس میں انتہائی درجے کا فساد ہے کیونکہ کتاب وسنت کے جو دلائل مخالف کے خلاف ہوں ان پر اعتراض کا حق نہیں تو ایسے مسئلہ میں جس پر تمہارے مخالف نے دلائل قائم کیے ہوں تم کس طرح اختلاف کر سکتے ہو جب کہ تمہارا اختلاف ایسی دلیل صحیح کو باطل کرنے والا ہو جو دوسرے مسئلہ میں کوئی معارض نہیں۔ اور اہل علم کے طریقہ کے خلاف ہے کیونکہ دلائل تو وہ ہوتے ہیں جو مخالف کے قول کو باطل کر دیں اور ان کے ذریعے ان لوگوں پر اعتراض کیا جائے جو ان کے موجب کے خلاف ہے اور وہ مخالف اقوال پر مقدم ہوتے ہیں نہ یہ کہ مجتہدین کے اقوال کے ذریعے دلائل کی مخالفت کی جائے اور ان دلائل مقتضی کو باطل کر کے ان پر ان اقوال کو مقدم کیا جائے۔ پھر یہ حدیث دو مسئلوں میں تمہارے خلاف دلیل ہے کیونکہ یہ سلام اور درود شریف دونوں کے وجوب کی دلیل ہے پس اس کی طرف رجوع کرنا لازم ہے)

تائید تراجم

ہم نے جو ترجمہ کیا ہے کہ اس عبارت میں لفظ تحیۃ سے مراد نماز سے باہر سلام تحیہ ہے نہ کہ اس سے التحیات مراد ہے عبارت و ترجمہ بڑا واضح ہے اس سے اختلاف کی کوئی گنجائش تو نہیں مگر جو لوگ من مانی کرتے ہوئے الفاظ حدیث میں کمی بیشی کر دیں اور کاتب کی غلطی قرار دے کر بلا دلیل لفظ ''صَوْتُهٗ'' کو ''صَلَاتُهٗ'' بنا دیں ممکن ہے وہ کہیں یہ ترجمہ ہی غلط ہے ہم اسے نہیں مانتے لہٰذا بندہ اپنے ترجمہ کے علاوہ کچھ دیگر تراجم ذکر کر رہا ہے۔

۱۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری (ت: ۱۳۴۸) کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے جس میں انہوں نے نہایت واضح کہا کہ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے پر صحابہ سلام عرض کرتے اور سلام تحیہ اول سلام سے ہی آپ کو عرض کیا جاتا تھا ان کے الفاظ یہ ہیں ہم کہتے ہیں کہ آپ کو ہمارے دلائل وجوب بھی سن لینے چاہئے

دلیل اول: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿ إِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ (۱)

وجہ دلالت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو نبی ﷺ پر صلاۃ وسلام کا امر فرمایا تھا اور امر مطلق وجوب کے لیے ہوتا ہے تاوقتیکہ اس کے خلاف پر دلیل قائم نہ ہو اور یہ پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ سے اس درود مامور بھا کی کیفیت کا سوال کیا تو فرمایا کہا کرو ''اللّٰهم صل على محمد'' الخ اور یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ سلام جو آپ نے صحابہ کو سکھلایا تھا وہ نماز میں ہے یعنی سلام تشہد پس ہر دو امر، ہر دو تعلیم اور ہر دو محل کا مخرج ایک ہے جو واضح کرتا ہے کہ تشہد کی تعلیم بطور امر ہے اور سلام کا ذکر اسی میں ہے۔

پھر صحابہ نے درود کا سوال کیا تو وہ بھی سکھلایا اور اسے تسلیم کے ساتھ مشابہ کیا یہ دلالت کرتا ہے کہ جس صلاۃ وسلام کا ذکر حدیث میں ہے یہ دونوں وہی ہیں جو نماز میں ہیں۔

(۱) الاحزاب: ۵۶

يُوْضِحُهٗ اِنَّهٗ كَانَ الْمُرَادُ بِالصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ عَلَيْهِ خَارِجَ الصَّلَاةِ لَا فِيْهَا لَكَانَ كُلُّ مُسْلِمٍ مِنْهُمْ اِذَا سَلَّمَ عَلَيْهِ يَقُوْلُ ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ'' وَ مِنَ الْمَعْلُوْمِ اَنَّهُمْ لَهُمْ يَكُوْنُوْا يَتَقَيَّدُوْنَ فِي السَّلَامِ عَلَيْهِ بِهٰذِهِ الْكَيْفِيَّةِ بَلْ كَانَ الدَّاخِلُ مِنْهُمْ يَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ'' رُبَّمَا ''اَلسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ رُبَّمَا قَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ نَحْوَ ذٰلِكَ وَهُمْ لَمْ يَزَالُوْا يُسَلِّمُوْنَ عَلَيْهِ مِنْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ بِتَحِيَّةِ الْاِسْلَامِ وَ اِنَّمَا الَّذِيْ عَلَّمُوْهُ قَدْرَ زَائِدٍ عَلَيْهَا وَ هُوَ السَّلَامُ عَلَيْهِ فِي الصَّلَاةِ

(بے شک یہ واضح کرتا ہے کہ اگر یہ صلاۃ وتسلیم نماز سے خارج ہوتے اور نماز کے اندر مراد نہ ہوتی تب ضرور ہر شخص خدمت اقدس میں حاضر ہونے کے وقت ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ بَرَكَاتُهٗ'' کہا کرتا حالانکہ یہ بخوبی معلوم ہے کہ سلام کرنے میں صحابہ کو اس کیفیت کی پابندی نہ تھی بلکہ جو آتا وہ السلام علیکم کہا کرتا کبھی اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عرض کیا کرتا

اور سلام تحیت تو اول اسلام سے ہی آپ کو عرض کیا جاتا تھا پس جو کچھ (بعد میں) سکھلایا گیا وہ اس مقدار (تحیت) سے زائد ہے جو بالتحقیق نماز کے اندر سلام کرنا ہے)

ان کے الفاظ:

حالانکہ بخوبی معلوم ہے کہ سلام کرنے پر صحابہ کو اس کیفیت کی پابندی نہ تھی بلکہ جو آتا السلام علیکم کہا کرتا یا کبھی السلام علی رسول اللہ یا کبھی السلام علیک یا رسول اللہ عرض کیا کرتا اور سلام تحیت تو اول اسلام سے آپ کو عرض کیا کرتا پس جو کچھ

بعد میں سکھلایا وہ اس مقدار تحیت سے زائد ہے جو بالتحقیق نماز کے اندر سلام کرنا ہے۔ (۱)

۲۔ مولانا شاکر حسین صدیقی نے اس مقام کا یوں ترجمہ کیا۔

اس کے بعد اپنے آخیر مقولے کے متعلق جس میں تم نے کہا ہے کہ فرائض کا ثبوت ہمیشہ دلائل صحیحہ سے ہے جن کا اسی درجے میں کوئی معارض نہ ہو اور اجماع کامل سے ہوا کرتا ہے ہمارے دلائل قویہ کو بنظر انصاف دیکھو اور اقرار کرو کہ کہاں تک ہم حق بجانب ہیں۔

پہلی دلیل:

اس مسئلہ میں آیت ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝﴾ (۱) (الاحزاب:۵۶) ہے اس لیے کہ اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کو اپنے حبیب پاک ﷺ پر صلوٰۃ و تسلیم کا حکم صادر فرمایا ہے اور ہر امر جب تک کہ اس کی مخالف کوئی دلیل صحیح نہ ہو مستلزم وجوب ہے احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ نزول آیت کے بعد جب صحابہ کرام نے یہ کہا کہ سلام تو ہم کو معلوم ہے صلاۃ مامور بہا کس طور پر ادا کیا جائے آپ سے اس کی تعلیم حاصل کرنا چاہی تو آپ نے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ الخ ان کو تعلیم فرمایا اور یہ طے شدہ عمل ہے اس سے پہلے جس سلام کی ان کو تعلیم فرمائی گئی تھی یہی سلام ہے جو تشہد میں پڑھا جاتا ہے پس دونوں امر اور دونوں تعلیم اور دونوں محمل کا ایک ہی مخرج ہونا اپنی مشابہت تامہ کی وجہ سے اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ جس صلوٰۃ وسلام کا ذکر حدیثوں میں ذکر ہے وہ وہی صلاۃ و سلام ہے جس کا تعلق نماز سے ہے ورنہ اس سلام کی تعلیم اگر عام اور ہر موقع کے لیے ہوتی ضروری تھا کہ صحابہؓ وقت حضوری میں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ کا جملہ استعمال فرمایا کرتے حالانکہ سلام دخول کسی ایک موقع پر سوائے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَلسَّلَامُ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَلسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ کے ان الفاظ میں ادا کرنا ثابت نہیں ہے بلکہ صدر اسلام سے یہی مذکورہ جملے سلام کے لیے مستعمل تھے اس سے زائد جو کچھ تعلیم فرمائی گئی (اور غیر نماز میں اس کا

(۱) الصلاۃ والسلام علی رسول اللہ، ۲۶۵ مطبوعہ دار السلام لاہور

استعمال نہیں ہوا) وہ ہر نماز کے لیے مخصوص ثابت ہوتی ہے۔ (۱)

ان کے ان الفاظ پر غور کیجئے۔

ورنہ اس سلام کی تعلیم اگر عام اور ہر موقع کے لیے ہوتی تو ضروری تھا کہ صحابہ کرام وقت حضوری اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ کا جملہ استعمال فرمایا کرتے حالانکہ سلام دخول کسی ایک موقع پر بھی سوائے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَلسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ، يَا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کے ان الفاظ میں ادا کرنا ثابت نہیں بلکہ صدر اسلام سے ہی مذکور جملے سلام کے لئے مستعمل تھے اس سے زائد جو کچھ تعلیم فرمائی گئی (اور غیر نماز میں اس کا استعمال نہیں ہوا) وہ ہر طرح نماز کے لئے مخصوص ثابت ہوتی ہے۔

انہوں نے واضح طور پر لکھا کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ، اَلسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ اور اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کا تعلق نماز سے باہر سلام کے ساتھ ہے نہ کے اندر

۳۔ ''جلاء الافہام'' کا نہایت عمدہ ترجمہ علامہ محمد صدیق ہزاروی زید مجدہ نے بھی اَلصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کے نام سے کیا ہے انہوں نے بھی یہی ترجمہ کیا۔ (۲)

لہٰذا شیخ سرفراز صفدری گکھڑوی کا یہ لکھنا ہرگز درست نہیں کہ نماز کے اندر التحیات میں حضرات صحابہ کرام سے جہاں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ الخ ثابت ہے وہاں ان سے یہ بھی منقول ہے کہ نماز کے التحیات اور تشہد میں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بھی پڑھتے تھے۔

امام خیضری کی عبارت:

اب ہم امام خیضری کی طویل عبارت لا رہے ہیں اسے خود ملاحظہ کر لیجئے کہ انہوں نے شیخ ابن قیم کی عبارت و دلائل ہی ذکر کیے ہیں بلکہ الفاظ تک انہی کے ہیں، طویل عبارت

(۱) اردو جلاء الافہام ۱۸۵۔۱۸۶

(۲) ملاحظہ ہو ص ۳۳۹، ۳۴۰

لانے کی وجہ یہی ہے تاکہ تمام معاملہ اچھی طرح سامنے آجائے کہ یہ شیخ ابن قیم کی اس عبارت ہے وہی دلائل، وہی اعتراضات اور وہی جوابات ہیں تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ یہ محض دعویٰ ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ آیئے تمام عبارت مع ترجمہ ملاحظہ فرمایئے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ: فِيْ بَيَانِ الْاَدِلَّةِ عَلٰى وُجُوْبِهَا فِي التَّشَهُّدِ الْاَخِيْرِ اَلدَّلِيْلُ الْاَوَّلُ مِنْهَا قَوْلُ اللهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝﴾ (الاحزاب: ۵۶) وَجْهُ الدَّلَالَةِ عَلٰى ذٰلِكَ مِنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى اَنَّ الْاَمْرَ الْمُطْلَقَ يَقْتَضِي الْوُجُوْبَ مَالَمْ يَقُمْ دَلِيْلٌ عَلٰى خِلَافِهٖ وَاللهُ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰى فَاَمَرَ عِبَادَهُ الْمُؤْمِنِيْنَ بِالصَّلٰوةِ وَ التَّسْلِيْمِ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَ قَدْ ثَبَتَ اَنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ سَاَلُوْهُ عَنْ كَيْفِيَّةِ هٰذِهِ الصَّلٰوةِ الْمَاْمُوْرِ بِهَا فَقَالَ قُوْلُوا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ ثَبَتَ اَنَّ السَّلَامَ الَّذِيْ عَلَّمُوْهُ هُوَ السَّلَامُ عَلَيْهِ فِي الصَّلٰوةِ وَ هُوَ السَّلَامُ عَلَيْهِ فِي الصَّلٰوةِ وَ هُوَ سَلَامُ التَّشَهُّدِ فَصَارَ مَخْرَجُ الْاَمْرَيْنِ وَالتَّعْلِيْمَيْنِ وَالْمَحَلَّيْنِ وَاحِدًا وَ مِمَّا يُوْضِحُ هٰذَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا عَلَّمَ اَصْحَابَهُ التَّشَهُّدَ عَلَّمَهُمْ فِيْهِ التَّسْلِيْمَ عَلَيْهِ الْمَاْمُوْرَ فَلَمَّا عَلَّمُوْا ذٰلِكَ سَاَلُوْهُ قَدْ عَلِمْنَا السَّلَامَ عَلَيْكَ الْمَاْمُوْرَ بِهٖ فَكَيْفَ اَلصَّلٰوةُ عَلَيْكَ اَيِ الْمَاْمُوْرُ بِهَا فَقَالَ لَهُمْ قُوْلُوْ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ اِلٰى اٰخِرِهٖ ثُمَّ قَالَ لَهُمْ وَ السَّلَامُ قَدْ عَلِمْتُمْ وَ سَوْفَ يَاْتِيْ لَفْظُ الْحَدِيْثِ بِتَمَامِهٖ فِيْمَا بَعْدُ فَاقْتَضٰى مَا ذَكَرْنَاهُ اَنَّ

الصَّلٰوةَ وَالتَّسْلِيْمَ الْمَسْؤُوْلَ عَنْهُمَا الْمَذْكُوْرَيْنِ فِي الْحَدِيْثِ هُمَا فِيْ لَفْظِ حَالَةِ الصَّلٰوةِ كَمَا هُوَ الظَّاهِرُ الْحَالُ وَ يُؤَيِّدُ هٰذَا التَّقْرِيْرَ اَنَّهٗ لَوْكَانَ الْمُرَادُ بِالصَّلٰوةِ وَ التَّسْلِيْمِ عَلَيْهِ خَارِجَ الصَّلٰوةِ لَا فِيْهَا لَكَانَ كُلُّ مَنْ دَخَلَ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ يَقُوْلُ لَهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهٗ كَمَا عَلَّمُوْهُ وَ كَذٰلِكَ كُلُّ مَنْ قَصَدَ مُوَاجَهَتَهٗ ﷺ بِالصَّلٰوةِ عَلَيْهِ يَقُوْلُ لَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ وَ صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ كَمَا صَلّٰى عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِلٰى اٰخِرِهٖ وَ اِنَّ الْمَعْلُوْمَ الْمُقَرَّرَ اَنَّهُمْ لَمْ يَكُوْنُوْا يَتَقَيَّدُوْنَ فِي الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ عَلَيْهِ بِهٰذِهِ الْاَلْفَاظِ بَلْ كَانَ الدَّاخِلُ مِنْهُمْ عَلَيْهِ يَقُوْلُ لَهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَوْ يَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رُبَّمَا قَالَ السَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ اَوْ يَقُوْلُ يَا نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ كَمَا هُوَ مَنْقُوْلٌ وَ نَحْوُ ذٰلِكَ وَ لَمْ يَنْقُلْ اَنَّهُمْ سَلَّمُوْا عَلَيْهِ مِنْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ اِلَّا بِتَحِيَّةِ الْاِسْلَامِ فَصَارَ الَّذِيْ تَعَلَّمُوْنَهٗ ﷺ مِنَ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ قَدْرًا زَائِدًا عَلٰى مَا عَلَّمُوْهُ هُوَ الْمُحْتَاجُ اِلَيْهِ فِي الصَّلَاةِ فَاِذَا تَقَرَّرَ اَنَّ الصَّلٰوةَ الْمَسْؤُوْلَ اَنَّ كَيْفِيَّتَهَا هِيَ الصَّلٰوةُ عَلَيْهِ فِيْ نَفْسِ الصَّلٰوةِ وَ خَرَجَ ذٰلِكَ مَخْرَجَ الْبَيَانِ الْمَاْمُوْرِ بِهٖ مِنْهَا وَ فِي الْقُرْاٰنِ ثَبَتَ اَنَّهَا عَلَى الْوُجُوْبِ وَ يُضَافُ اِلٰى ذٰلِكَ اَمْرٌ وَ فِعْلُهَا كَمَا سَيَاْتِيْ فَظَهَرَ بِمَا قَرَّرْنَاهُ وَجْهُ الدَّلَالَةِ اَنَّ الْاٰيَةَ الشَّرِيْفَةَ فَاِنْ قُلْتَ هٰذَا الدَّلِيْلُ الَّذِيْ قَرَّرْتُمُوْهُ لَنَا عَلَيْهِ اِيْرَادٌ

تَحْتَاجُوْنَ اِلَى الْجَوَابِ عَنْهَا اَحَدُهَا عَنْكُمْ قَرَّرْتُمْ اَنَّ الصَّحَابَةَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمَّا السَّلَامُ عَلَيْكَ فَقَدْ عَرَفْنَاهُ فَكَيْفَ اَلصَّلٰوةُ عَلَيْكَ فَذَكَرَهَا لَهُمْ ثُمَّ قَالَ وَالسَّلَامُ كَمَا قَدْ عَلِمْتُمْ وَ نَحْنُ نَقُوْلُ اِنَّ قَوْلَهُ وَالسَّلَامُ كَمَا قَدْ عَلِمْتُمْ يَحْتَمِلُ اَمْرَيْنِ اَحَدُهُمَا اَنْ يُّرَادَ بِهِ السَّلَامُ فِي الصَّلٰوةِ كَمَا قَرَّرْتُمْ وَالثَّانِيْ اَنْ يُّرَادَ بِهِ السَّلَامُ مِنَ الصَّلٰوةِ نَفْسِهَا كَمَا قَالَهُ اِبْنُ عَبْدِ الْبَرِّ وَ عِنْدَكُمْ اَنَّهُ اِذَا احْتَمَلَ الدَّلِيْلُ مُحْتَمِلًا اٰخَرَ سَقَطَ مِنْهُ الْاِسْتِدْلَالُ،

اَلْاِيْرَادُ الثَّانِيْ فَاِنَّ غَايَةَ مَاذَكَرْتُمْ يَدُلُّ دَلَالَةَ اِقْتِرَانِ الصَّلٰوةِ بِالسَّلَامِ وَالسَّلَامُ وَاجِبٌ فِي التَّشَهُّدِ فَكَذَا الصَّلٰوةُ وَ دَلَالَةُ الْاِقْتِرَانِ ضَعِيْفَةٌ اَلْاِيْرَادُ الثَّالِثُ اَنْ لَّا نُسَلِّمَ وُجُوْبَ السَّلَامِ وَالصَّلٰوةِ وَ هٰذَا الْاِسْتِدْلَالُ مِنْكُمْ اِنَّمَا يَتِمُّ بِهٖ تَسْلِيْمُ وُجُوْبِ السَّلَامِ وَ الصَّلٰوةِ وَ هٰذَا الْاِسْتِدْلَالُ مِنْكُمْ اِنَّمَا يَتِمُّ بِهٖ تَسْلِيْمُ وُجُوْبِ السَّلَامِ عَلَيْهِ ﷺ بِذٰلِكَ فَهٰذَا الْاِيْرَادَاتُ ثَلَاثَةٌ اَمَّا الْاِيْرَادُ الْاَوَّلُ فَفَاسِدٌ مِنْ اَصْلِهٖ فَاِنَّ فِيْ نَفْسِ الْحَدِيْثِ مَايُبْطِلُهٗ فَاِنَّهُمْ قَالُوْا هٰذَا السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ عَرَفْنَاهُ فَكَيْفَ الصَّلٰوةُ عَلَيْكَ هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيْ فِيْ حَدِيْثِ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَلَمْ يَقُوْلُوْا هٰذَا السَّلَامُ فَقَطْ وَ اَيْضًا فَاِنَّهُمْ اِنَّمَا سَاَلُوْهُ ﷺ عَنْ كَيْفِيَّةِ الصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ الْمَاْمُوْرِ بِهِمَا فِي الْاٰيَةِ لَا عَنْ كَيْفِيَّةِ السَّلَامِ مِنَ الصَّلٰوةِ كَمَا هُوَ ظَاهِرٌ مِنْ

اَلْفَاظِ الرِّوَايَاتِ فِيْ ذٰلِكَ (۱)

(فصل اول: اس میں ان دلائل کا تذکرہ ہے جو تشہد اخیر میں وجوب درود پہ دال ہیں پہلی دلیل: اللہ تبارک تعالیٰ کا فرمان ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝﴾ (الاحزاب:۵۶) اس فرمان الٰہی کی وجوب پر دلالت یوں ہے کہ تمام اہل علم کا اتفاق ہے۔ کہ اس آیت مبارکہ میں امر مطلق ہے جو وجوب کا تقاضا کرتا ہے بشرطیکہ اس کے خلاف دلیل موجود نہ ہو تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے اہل ایمان بندوں کو رسول اللہ ﷺ پر صلاۃ وسلام کا حکم دیا اور یہ ثابت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنھم نے اس حکم شدہ صلاۃ کی کیفیت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا یوں پڑھو اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ اور یہ بھی ثابت ہے جو سلام نماز کے اندر آپ ﷺ نے انہیں سکھایا تھا وہ سلام تشہد ہے تو دونوں احکام، تعلیمات اور مقامات ایک ہی ٹھہرے اس کی وضاحت یوں بھی ہو رہی ہے جب رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو تشہد سکھایا تو اس میں حکم شدہ اپنے اُوپر سلام بھی سکھایا چونکہ وہ سلام کا طریقہ سیکھ چکے تھے تو انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا ہم حکم فرمودہ آپ پر سلام کا علم رکھتے ہیں آپ پر جس صلاۃ کا حکم ملا ہے اس کا طریقہ کیا ہے؟ تو فرمایا یوں پڑھو اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ الخ پھر فرمایا سلام وہی ہے جو پہلے تم سیکھ چکے ہو اور عنقریب وہ حدیث کامل طور پر آ رہی ہے ہماری مذکورہ گفتگو تقاضا کر رہی ہے کہ جس صلاۃ وسلام کے بارے میں حدیث میں سوال مذکور ہے ان دونوں کا تعلق حالت نماز کے ساتھ ہے جیسے ظاہر حال سے واضح ہے۔

اس تفصیل کی تائید یوں بھی ہوتی ہے کہ اگر یہاں آپ پر صلاۃ وسلام سے مراد نماز سے باہر ہوتا نہ کہ نماز کے اندر تو چاہیے تھا کہ ہر وہ شخص جو آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا تو وہ ان الفاظ میں ہی سلام

(۱) زہر الریاض مخطوط، ۵ تا ۷

کہتا ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهٗ'' جس کی آپ ﷺ نے انہیں تعلیم دی تھی اس طرح جو بھی آپ ﷺ پر ملاقات کے وقت صلاۃ کا ارادہ کرتا وہ ان الفاظ میں کہتا صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ صَلَّى اللهُ كَمَا صَلَّى عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ الخ حالانکہ بخوبی معلوم مسلّم یہی بات ہے کہ صحابہ انہی الفاظ کی پابندی نہیں کیا کرتے بلکہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور یوں عرض کرتے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ یا کہتے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ بسا اوقات کہتے اَلسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ یا کہتے يَا نَبِيَّ اللهِ صَلَّى عَلَيْكَ جیسے منقول ہے یا اس کی مثل کلمات ہوا کرتے اور ان سے ابتداً اسلام سے تحیہ سلام کے علاوہ کچھ منقول نہیں تو جواب آپ ﷺ نے سکھایا وہ سابقہ سلام تحیہ سے زائد تھا اور اس کی ضرورت نماز کے لیے تھی۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ جس صلاۃ کے بارے میں سوال کیا اس صلاۃ کا تعلق نفس نماز سے ہے اور یہ حکم فرمودہ صلاۃ کی تفسیر و بیان بن جائے گا اور قرآن سے اس کا وجوب ثابت ہے اور اس کے ساتھ حضور ﷺ کا اس کے بارے میں حکم و فعل کو شامل کر لیا تو ہماری گفتگو سے آیت مبارکہ کی وجوب پر دلالت واضح ہو جائے گی، سوال جو دلیل تم نے دی اس پر چند اعتراضات وارد ہوتے ہیں ان کا جواب تمہارے ذمہ ہے۔ پہلا اعتراض، تم نے لکھا کہ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے آپ پر سلام کا طریقہ جان لیا آپ نے صلاۃ کا طریقہ سکھایا اور ساتھ فرمایا کہ سلام کا طریقہ تم نے پہلے ہی سیکھا ہوا ہے اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ مراد نماز کے اندر سلام جیسے تم نے بیان کیا دوسرا یہ کہ اس سے نماز سے سلام پھیرنا مراد ہو، امام ابن عبدالبر مالکی یہی مراد لیتے ہیں اور یہ خیال رہے کہ جب دلیل میں دوسرا احتمال ہو تو اس سے استدلال ساقط ہو جاتا ہے۔

دوسرا اعتراض، تمہاری گفتگو سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ صلاۃ وسلام کا اتصال و اکٹھا ہونا دال ہے کہ جس طرح تشہد میں سلام لازم ہے

اسی طرح صلاۃ بھی لازم ہے لیکن یہ اتصال کی دلالت ضعیف ہے۔

تیسرا اعتراض ہم نماز میں سلام کو وجوب تسلیم نہیں کرتے تمہارا استدلال تب تام ہوتا ہے کہ پہلے یہ ثابت کرو کہ نماز میں آپ ﷺ پر سلام کرنا واجب ہے یہ تین اعتراضات ہیں ان کا جواب سنیے۔ اعتراض اول فاسد ہے کیونکہ الفاظ حدیث اسے باطل کر رہے ہیں کیونکہ صحابہ نے عرض کیا ہم نے سلام کا طریقہ جان لیا ہے آپ پر صلاۃ کا طریقہ کیا ہے؟

اس کے لیے امام بخاری سے مروی روایت میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ملاحظہ کر لیجئے۔ صحابہ نے فقط سلام کا نہیں کہا تھا بلکہ انہوں نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ اس صلاۃ وسلام کا طریقہ بتائیں جس کا آیت مبارکہ میں حکم ملا ہے نہ کہ نماز سے سلام پھیرنے کے بارے میں سوال کیا ہے جیسے تمام روایات کے الفاظ اس پر شاھد ہیں)

ان کی تمام عبارت کا شیخ ابن قیم (ت: ۷۵۱) کی عبارت سے تقابل کروالیں کسی بھی باشعور کے سامنے رکھ کر پوچھیں وہ یہی جواب دے گا کہ یہ تمام گفتگو شیخ ابن قیم کی ہے۔

دونوں کی متعلقہ گفتگو

جس عبارت پر ہم گفتگو کر رہے ہیں اس مقام پر ان دونوں کی عبارت پر نظر ڈال لیجئے۔ شیخ ابن قیم نے لکھا صحابہ کا یہ سوال نماز کے اندر صلاۃ وسلام کے بارے میں تھا ورنہ

وَ مِنَ الْمَعْلُوْمِ اَنَّهُمْ لَمْ يَكُوْنُوْا يَتَقَيَّدُوْنَ السَّلَامَ عَلَيْهِ بِهٰذِهِ الْكَيْفِيَّةِ بَلْ كَانَ الدَّاخِلُ مِنْهُمْ يَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رُبَّمَا قَالَ اَلسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ وَ رُبَّمَا قَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَ نَحْوَ ذٰلِكَ وَ هُمْ لَمْ يَزَالُوْا يُسَلِّمُوْنَ عَلَيْهِ مِنْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ بِتَحِيَّةِ الْاِسْلَامِ وَ اِنَّمَا الَّذِيْ عَلَّمُوْهُ قَدْرَ

زَائِدٍ عَلَيْهَا وَ هُوَ السَّلَامُ عَلَيْهِ فِي الصَّلَاةِ (۱)

(صحابہ کے بارے میں بخوبی معلوم ہے کہ وہ سلام کہتے ہوئے کبھی بھی ان الفاظ وکیفیت کی پابندی نہیں کیا کرتے تھے بلکہ ان سے جو حاضر ہوتے وہ عرض کرتے السلام علیکم بسا اوقات عرض کرتے السلام علیك یا رسول الله اوراس کی مثل دیگر کلمات اور وہ ابتدائے اسلام سے آپ ﷺ کی خدمت میں سلام تحیہ عرض کیا کرتے اوراس کے بعد جس کی آپ ﷺ نے انہیں تعلیم دی وہ اس سے کچھ زائد ہے اور وہ نماز میں سلام عرض کرنا ہے)

اب امام قطب الدین خیضری کی عبارت دیکھ لیں کہ اگر نماز کے باہر کا معاملہ مراد ہوتا نہ کہ اندر کا تو ہر آپ کے پاس آنے والا یوں سلام عرض کرتا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهٗ اوراس طرح جو ملاقات کے وقت صلاۃ عرض کرنا چاہتا وہ کہتا صَلَّى اللهُ كَمَا صَلَّى عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ الخ

وَاِنَّ الْمَعْلُوْمَ الْمُقَرَّرَ اَنَّهُمْ لَمْ يَكُوْنُوْا يَتَقَيَّدُوْنَ فِي الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ عَلَيْهِ بِهٰذِهِ الْاَلْفَاظِ بَلْ كَانَ الدَّاخِلُ مِنْهُمْ عَلَيْهِ يَقُوْلُ لَهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَوْ يَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رُبَّمَا قَالَ اَلسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ وَ يَقُوْلُ يَا نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ كَمَا هُوَ مَنْقُوْلٌ وَ نَحْوُ ذٰلِكَ وَلَمْ يَنْقُلْنَا هُمْ سَلَّمُوْا عَلَيْهِ مِنْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ اِلَّا بِتَحِيَّةِ الْاِسْلَامِ فَصَارَ الَّذِيْ تَعَلَّمُوْنَهٗ ﷺ مِنَ الصَّلَاةِ وَالتَّسْلِيْمِ قَدْرًا زَائِدًا عَلٰى مَا عَلَّمُوْهُ هُوَ الْمُحْتَاجُ اِلَيْهِ فِي الصَّلَاةِ (۲)

(حالانکہ بخوبی معلوم ومسلم ہے کہ وہ صلاۃ وسلام عرض کرتے ان الفاظ کی پابندی نہیں کیا کرتے تھے بلکہ ان میں جو بھی حاضر ہوتے یوں عرض

(۱) جلاء الافہام، ۲۰۸

(۲) زہر الریاض، ۶

کرتے السلام علیك یا رسول الله یا السلام علیکم بسا اوقات یوم عرض کرتے السلام علی رسول الله یا کہتے یا نبی الله صلی الله علیك جیسے کہ ان سے منقول ہے اور اس طرح کے دیگر کلمات اوران سے یہ منقول نہیں کہ آپ کو ابتدا اسلام سے تحیہ سلام کے علاوہ سلام کہتے ہوں جو آپ ﷺ نے صلاۃ وسلام کی انہیں تعلیم دی یہ سابقہ سلام سے زائد تھا اوراس کی ضرورت نماز میں تھی)

یہاں خوب غور کر لیجئے ان دونوں کی عبارت میں تحیہ سے مراد ہرگز التحیات نہیں بلکہ اس سے مراد نماز سے باہر سلام تحیہ مراد ہے جس کی ابتداء اسلام سے صحابہ کو تعلیم حاصل تھی تو اس سے التحیات مراد لینا سراسر زیادتی اور سینہ زوری کے سوا کچھ نہیں۔

امام قسطلانی کی گفتگو

بات مزید سمجھنے کے لیے شارح بخاری امام احمد بن قسطلانی (ت: ۹۲۳) کی یہ گفتگو بھی ملاحظہ کیجئے یہ من وعن ہماری بات کی تائید کر رہی ہے۔

يُوْضِحُ اَنَّهٗ لَوْ كَانَ الْمُرَادُ بِالصَّلَاةِ وَالتَّسْلِيْمِ عَلَيْهِ خَارِجَ الصَّلَاةِ لَا فِيْهَا لَكَانَ كُلُّ مُسَلِّمٍ مِنْهُمْ اِذَا سَلَّمَ عَلَيْهِ يَقُوْلُ لَهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهٗ وَ مِنَ الْمَعْلُوْمِ اَنَّهُمْ لَمْ يَكُوْنُوْا يَتَقَيَّدُوْنَ بِالسَّلَامِ عَلَيْهِ بِهٰذِهِ الْكَيْفِيَّةِ بَلْ كَانَ الدَّاخِلُ مِنْهُمْ يَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَ رُبَّمَا قَالَ اَلسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ وَ نَحْوُهٗ وَ اِنَّمَا الَّذِيْ عَلَّمُوْهُ قَدْرٌ زَائِدٌ عَلَيْهَا وَهُوَ السَّلَامُ فِي الصَّلَاةِ (۱)

(اسے یہ بھی واضح کر رہا ہے کہ یہاں اگر نماز سے باہر صلاۃ وسلام مراد ہوتا نہ کہ اس کے اندر تو ہر سلام کہنے والا جب آپ کو سلام عرض کرتا تو وہ پابند ہوتا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهٗ کا

(۱) مسالک الحنفاء، ۸۶

حالانکہ بخوبی معلوم ہے کہ انہی الفاظ و کیفیت کے ساتھ سلام کرنے کی پابندی نہیں کیا کرتے تھے بلکہ جو بھی حاضر ہوتا وہ کبھی اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ کبھی اَلسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ جیسے کلمات کہہ دیتا انہیں جو رسول اللہ ﷺ نے سکھایا وہ ان سے قدرزائد الفاظ ہیں اور یہ نماز کے اندر کا سلام ہے)

یہ عبارت بھی شیخ ابن قیم (ت:۷۵۱) کی ہی ہے

جب یہ آشکار ہو گیا کہ یہ تمام گفتگو شیخ ابن قیم سے لی گئی ہے اور اس میں یہ عبارت نماز کے باہر سلام کے بارے میں ہے نہ کہ نماز کے اندر التحیات کے بارے میں ہیں۔

ایک اور مقام۔ اَلصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ

اگر کوئی ذہنی خلش اس کے بعد بھی باقی ہے تو امام خفاجی کا ہی اور ایک حوالہ و مقام کا مطالعہ کر لیجئے۔ قاضی عیاض مالکی (ت: ۵۴۴) نے عنوان قائم کیا

فَصْلٌ فِيْ تَخْصِيْصِهٖ ﷺ بِتَبْلِيْغِ صَلَاةِ مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ

(اور اللہ تعالیٰ کا حضور ﷺ کو پڑھنے والوں کا درود پہنچانا)

اس کے تحت مکمل سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّا رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ

(جو بھی مجھ پر سلام کہے اس کے جواب کی مجھے اللہ تعالیٰ طاقت دیتا ہے حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں)

اس کے تحت امام خفاجی اس عبارت پر اعتراض کر کے اس کا جواب دیتے ہیں اعتراض یہ ہے کہ:

كَلَامُ الْمُصَنِّفِ فِيْ تَبْلِيْغِ الصَّلَاةِ لَهٗ وَهٰذَا فِيْ تَبْلِيْغِ السَّلَامِ

(قاضی مصنف گفتگو آپ پر درود پہنچانے پر کر رہے ہیں حالانکہ حدیث مذکور کا تعلق سلام پہنچانے کے ساتھ ہے)

اس کا جواب دیتے ہیں یہ اس لیے کہا

۱۔ اَنْ يَّكُوْنَ لِمُنَاسَبَتِهٖ لِلصَّلَاةِ

(کہ سلام کی صلاۃ کے ساتھ گہری مناسبت ہے)

۲۔ دوسرا جواب یہ ہے

فَهِمَ مِنْهُ اَنَّ الْمُرَادَ بِالسَّلَامِ قَوْلُهُمْ اَلصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ (۱)

(انہوں نے سلام سے مراد تمام مسلمانوں کا یہ قول لیا "الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ)

بحمد اللہ ان تمام شواہد سے تین باتیں نکھر کر سامنے آ گئیں

۱۔ یہاں تمام اہل علم نے واضح کیا کہ حضور ﷺ نے صحابہ کو ابتدائے اسلام سے سلام تحیہ سکھایا تھا اور اس میں مخصوص الفاظ کی پابندی نہ تھی لہٰذا صحابہ بوقت ملاقات مختلف الفاظ سے سلام عرض کرتے۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ ، اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ يَا رَسُوْلَ اللهِ ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ ، اَلسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ۔

۲۔ جب آپ ﷺ نے تشہد نماز سکھایا تو نماز میں سلام عرض کرنے کا طریقہ بتایا۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ یہ الفاظ مخصوص اور سلام تحیہ سے زائد ہیں۔

۳۔ جب آیت مبارکہ نازل ہوئی تو صحابہ نے صلاۃ کے بارے میں پوچھا تو اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ الخ کی تعلیم عطا فرمائی

اگرچہ تمام نے یہ واضح کرنا تھا کہ اس موقع پر جو صلاۃ وسلام کی تعلیم ملی وہ نماز کے ساتھ مخصوص ہے لیکن اس کی وضاحت کے لیے ایک اہم دلیل یہ دی کہ یہی وجہ ہے کہ صحابہ سلام تحیہ میں اس کی پابندی نہیں کرتے تھے بلکہ جو سلام تحیہ ابتدا اسلام سے سیکھا اس کے مطابق جاری رکھا اور ان کا یہ سوال اس کے بارے میں نہیں تھا بلکہ نماز کے اندر سلام کے بارے میں تھا۔

---

(۱) نسیم الریاض، ۵۔۷۸

الغرض ہمارا دعویٰ کہ امام خفاجی کی عبارت وَالْمَنْقُوْلُ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ فِيْ تَحِيَّةِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ کا تعلق نماز کے باہر سے ہے نہ کہ نماز کے اندر لہٰذا تحیہ کا معنی ہرگز التحیات نہیں بلکہ سلام تحیہ ہے جس کی نشاندہی تمام اہل علم نے کردی ہے اگر یہاں کسی نسخہ میں واؤ رہ گیا ہے تو یہ کتابت کی غلطی ہے۔ ورنہ واؤ کے بغیر عبارت کا مفہوم مقصود کے برعکس ہو جاتا ہے کیونکہ اس کی عبارت سے مقصود نماز سے باہر صحابہ کے سلام کے بیان و مثال ہے نہ کہ نماز کے اندر، تو اگر واؤ نہ ہو تو معنی ہوگا کہ صحابہ نماز کے اندر ان کلمات سے سلام پہلے ہی کیا کرتے تھے حالانکہ یہ سراسر ظلم و زیادتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و توفیق سے بندہ پر جب یہ معاملہ آشکار ہوا تو اسے احاطہ تحریر میں لے آیا تاکہ اگر کسی کو غلط فہمی ہو تو اس کا ازالہ ہو جائے۔

یہاں علامہ غلام رسول سعیدی کی کاوش کو بھی سراہنا ضروری ہے جنہوں نے خوب غور و فکر کے بعد عبارت تحریر کی۔ اس موقع پر مولانا محمد شہزاد مجددی حفظہ اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے جنہوں نے امام خیضری کی زہر الریاض کے مخطوط کی فوٹو کاپی مہیا کی۔

اے اللہ ہمیں ہمیشہ حق کی اتباع اور باطل سے اجتناب کی توفیق عطا فرما۔ آمین

فصل:

رسول اللہ ﷺ ہرگز مٹی اور پتھر کی طرح نہیں

کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کو پہاڑوں اور پتھروں پر قیاس کرتے ہیں کہ جیسے وہ ہیں اس طرح کا معاملہ آپ ﷺ کا بھی ہے۔ اس مسئلہ پر علامہ سید احمد سید کاظمی (ت: ۱۴۰۶ھ) کی یہ علمی گفتگو بھی قابل مطالعہ ہے۔ حضور ﷺ کے شاہد و ناظر ہونے پر قرآنی دلائل دیتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

ان تمام اکابرین و حضرات علماء راسخین رضی اللہ عنہم اجمعین حتیٰ کہ مخالفین و معاندین کی منقولہ بالا عبارات صریحہ واضحہ کی روشنی میں اس آیہ کریمہ ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ (الانبیا:۱۰۷) کی صحیح تفسیر وہی ہے جو ہم نے کتب معتبرہ کے حوالے سے نقل کی جس کی رو سے حقیقت محمدیہ کا ذوات مصلین بلکہ تمام ذرات کائنات میں جاری و ساری ہونا ثابت ہو گیا اور ساتھ یہ بات بھی آفتاب کی طرح روشن ہو گئی کہ نماز میں حضور ﷺ کو بصیغہ خطاب پکارنا اور 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' کہنا اس اصل عظیم پر مبنی ہے جس پر آیہ مبارکہ ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ (الانبیا:۱۰۷) صاف طور پر دلالت کر رہی ہے نیز یہ اصل عظیم حضور نبی کریم ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کی ایسی روشن اور قوی دلیل ہے جس کا انکار گمراہ اور کور باطن کے سوا کوئی دوسرا شخص نہیں کر سکتا۔ وللہ الحمد!

مقام حیرت

تعجب ہے کہ جب صاحب فتح الملہم نے اس مقام پر وہی پیش کردہ عبارت 'فَاِذَا الْحَبِيْبُ فِيْ حَرَمِ الْحَبِيْبِ حَاضِرٌ' کو نقل کرنے کے باوجود حضور ﷺ کے حاضر ہونے کا انکار کیا ہے اور نماز میں الفاظ تشہد ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' کے

صیغہ خطاب کی توجیہہ میں کہا ہے کہ یہاں الفاظ خطاب کا استعمال ایسا ہے جیسے کسی غائب مکتوب الیہ کے لیے خطوط میں خطاب کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ خط لکھتے وقت ہم اس کی موجودگی فرض کر لیتے ہیں۔ اور ہمیں یقین ہوتا ہے کہ ہمارا یہ خط اسے ضرور مل جائے گا حالانکہ وہ اس وقت ہمارے سامنے موجود نہیں ہوتا۔ (۱)

اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ: حضور ﷺ کو ایک عامی، بعید غائب، مکتوب الیہ پر قیاس کرنا اور بارگاہ رسالت کے تحفۂ سلام کو عوام الناس کے سلام و پیام کی طرح ٹھرانا پھر دربار نبوت میں ہمارا سلام پہنچنے کے یقین عامی مجہول بعید غائب مکتوب الیہ تک خط پہنچنے کے یقین کی مثل قرار دینا مذہبی بصیرت کی روشنی میں انتہائی کور باطنی، شقاوت قلبی اور محروم القسمتی کا نشان ہے۔

دل لرز جاتا ہے جب اس خوفناک تشبیہ کو پڑھتے وقت علماء راسخین کی عبارات منقولہ بالا کی روشنی میں حضور ﷺ کی حقیقت مقدسہ کا تمام ذرات کائنات میں جاری و ساری ہونا اور حرم حبیب میں حبیب کا حاضر ہونا یاد آتا ہے۔

اس باطل توجیہ کے قائلین سے میں دریافت کرتا ہوں کہ بتایئے آج تک کسی معتمد عالم دین نے یہ توجیہ کی ہے۔ اگر آپ کے پاس کوئی تصریح موجود ہو تو پیش کیجئے ورنہ اس کے بطلان کو تسلیم کر کے حق کی طرف رجوع فرمایئے۔

پھر ان قائلین سے پوچھتا ہوں کہ آپ ﷺ کے سلام کو بعید غائب مکتوب الیہ کے سلام پر قیاس کر رہے ہیں۔ کیا دونوں میں کوئی علتِ جامعہ موجود ہے۔ کیا بعید غائب مکتوب الیہ کی حقیقت معاذ اللہ حقیقتِ محمدیہ کی طرح حقائق کائنات میں جاری و ساری ہے۔

آپ لوگ بعید غائب مکتوب الیہ تک اپنا خط پہنچنے کو یقینی فرما رہے ہیں۔ اس یقین کے لیے آپ کے پاس کون سی دلیل ہے، بسا اوقات قاصد ہمارا خط مکتوب الیہ تک نہیں پہنچاتا۔ کبھی خط پہنچنے سے پہلے قاصد مر جاتا ہے۔ بسا اوقات خط وصول ہونے سے قبل مکتوب الیہ فوت ہو جاتا ہے۔ کبھی ہمارے خطوط ضائع بھی ہو جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں یقین کا دعویٰ کس قدر مضحکہ خیز ہے۔ یقین کو ایسے بلند مقام پر پہنچانا کہ بارگاہ

(۱) فتح الملہم جلد ثانی ص ۴۲

نبوت میں نمازیوں کے سلام پہنچنے کے یقین کو معاذ اللہ اس کی مثل قرار دے دینا مولوی شبیر احمد صاحب دیوبندی ہی سے متصور ہو سکتا ہے اہل بصیرت مسلمان تو اس قول کو بارگاہ نبوت سے دوری اور محجوبی کی دلیل سمجھتا ہے۔

گیا گزرا قول

اس کے بعد اسی سلام تشہد کی بحث میں صاحب فتح الملہم نے انور شاہ کی عرف شذی سے ایک قول نقل کیا ہے جو علم و عقل انصاف و دیانت کی روشنی میں صاحب فتح الملہم کے قول سے بھی گیا گزرا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ "الفاظ خطاب زبان عرب میں مخاطب کی خیالی صورت کو ذہن میں حاضر کرنے کے لیے (وضع کیے گئے) ہیں یہ ضروری نہیں کہ مخاطب کو اس کا علم ہو"

اس کے متعلق عرض ہے کہ انور شاہ صاحب کی اس غلطی کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے خطاب وندا کے عام استعمالات کو بالکل سطحی نظر سے دیکھا غور و فکر سے کام لینے کی کوشش نہ کی۔

مخاطب میں اصل حاضر ہونا ہے۔

درحقیقت خطاب و حضور کے صیغوں اور ندا کے الفاظ کا استعمال دو طریقوں سے ہوتا ہے ایک اصل کے مطابق اور دوسرا خلاف اصل۔ کسی استعمال کو اصل کے مطابق قرار دینے کے لیے دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ اصل محتاج دلیل نہیں اور خلاف اصل قرار دینا محتاجِ دلیل ہوتا ہے اس لیے عدول عن الاصل بغیر دلیل کے جائز نہیں۔

مخاطب میں اصل یہ ہے کہ وہ حاضر ہو، علم صرف پڑھنے والے مبتدی بھی جانتے ہیں کہ اصل ابحاث صرف میں خطاب و غیبت کے صیغوں کو حاضر و غائب سے تعبیر کیا جاتا ہے البتہ بعض اوقات غیر مخاطب کو بمنزل مخاطب اور غائب کو بمنزل حاضر نازل کر کے حاضر و مخاطب کے صیغے استعمال کیے جاتے ہیں مگر یہ استعمال بداہۃً خلاف اصل اور محتاج دلیل ہے۔

اس لیے انور شاہ صاحب کا فرض تھا کہ وہ "السلام علیک ایھا النبی" میں الفاظ خطاب کے استعمال کو خلاف اصل ثابت کرنے کے لیے کوئی دلیل قائم کرتے

اتباع سے عاجز رہیں گے۔

تو اچھی طرح واضح ہو گیا کہ سلام تشہد میں الفاظ خطاب کا استعمال اصل کے مطابق ہے اور حضور نبی کریم ﷺ جو سلام تشہد میں ہمارے مخاطب ہیں، فی الواقع حاضر و موجود اور حرم حبیب میں جلوہ گر ہیں جب وہ تشریف فرما ہیں تو ناممکن ہے کہ ہمارے خطاب وندا سے بے خبر رہیں

پھر یہ بھی ہے کہ جس طرح خطاب میں اصل حضور ہے بالکل اسی طرح ندا میں منادیٰ کو بلانا اور اپنی پکار سنا کر اسے اپنی طرف متوجہ کرنا اصل ہے یہی وجہ ہے جب ایسی چیزوں کو ندا کی جاتی ہے جن میں منادیٰ ہونے کی صلاحیت نہیں ہوتی تو پہلے انہیں صلاحیت ندا رکھنے والی چیزوں کے منزل میں نازل کیا جاتا ہے اس کے بعد حرف ندا اس پر داخل کرتے ہیں جیسے ''یا جبال، یا ارض، یا ظبیات القاع'' کہ انہیں پکارنے والے کی طرف متوجہ ہونے کی صلاحیت رکھنے والے کی منزل میں نازل کرنے کے بعد ندا کی گئی ہے جیسے کہ شرح ملا جامی میں بالتفصیل مرقوم ہے۔

کیا رسول اللہ ﷺ مٹی و پتھر کی طرح ہیں

ثابت ہوا کہ منادیٰ میں پکارنے والے کی پکار کو سننے اور متوجہ ہونے کی صلاحیت نہ رکھنا خلاف اصل ہے اور خلاف اصل ہمیشہ محتاج دلیل ہوتا ہے اس لیے ''یا جبال، یا ارض، یا ظبیات القاع وغیرہا اس قسم کی تمام مثالوں میں منادیٰ کا پکارنے والے کی ندا سے بے خبر رہنا اور اس کی طرف متوجہ نہ ہونا خلاف اصل ہے جس پر ان کا ظاہر حال دلیل ہے کہ بالبداہت ان میں جاننے، سننے اور متوجہ ہونے کی صلاحیت موجود نہیں۔

ناظرین کرام غور فرمائیں کیا مٹی و پتھر کی طرح معاذ اللہ، حضور ﷺ کی ذات مقدسہ سے بھی علم و ادراک اور متوجہ ہونے کی صلاحیت کی نفی ہو سکتی ہے؟ کیا کسی ذی ہوش کے نزدیک معاذ اللہ، حضور ﷺ کا ظاہر حال بھی مٹی، پتھر اور جنگل کے ہرنوں جیسا ہو سکتا ہے اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' کا قیاس یا جبال،

یا ارض اور یا ظبیات القاع پر کیسے صحیح ہوا؟

اور سلام تشہد میں الفاظ خطاب کے خلافِ اصل استعمال پر کون سی دلیل قائم ہوئی؟ جب کوئی بھی دلیل خلافِ اصل استعمال پر قائم نہ ہو سکی تو ثابت ہو گیا کہ یہاں الفاظِ خطاب وندا کا استعمال عین اصل کے مطابق ہے اور ان الفاظ کی تعلیم میں یہی حکمت ہے کہ حضور ﷺ حرم حبیب میں حاضر ہیں اور سلام عرض کرنے والے کی طرف ضرور متوجہ ہوتے ہیں، وللہ الحمد!

ندبہ ہے نداء نہیں

رہا یہ امر کہ انور شاہ صاحب نے عرف شذی میں ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' کی مثال میں واجبلاہ، واویلاہ اور یا زیداہ کو پیش کیا ہے تو اس کے جواب میں صرف اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ شاہ صاحب کو یہ شروفغاں اور واویلا کی ضرورت صرف اس لیے پیش آئی کہ اسی مقام پر علماء عارفین ''فَاِذَا الْحَبِيْبُ فِيْ حَرَمِ الْحَبِيْبِ حَاضِرٌ'' فرما چکے ہیں جو شاہ صاحب کے لیے ایک مصیبت عظمیٰ ہے اور مصیبت کے وقت ہر شخص گریہ زاری کے ساتھ واویلا پکارتا ہے اس لیے شاہ صاحب کی زبان پر بھی بے ساختہ واویلا جاری ہو گیا اور شدت آہ بکا میں انہیں اتنی بات بھی یاد نہ رہی کہ ان تینوں مثالوں میں ندبہ ہے ندا نہیں۔ وہ یہ بھی بھول گئے کہ ندا کے معنیٰ ہیں پکارنا اور ندبہ کے معنیٰ ہیں رونا، چلانا اور وہ شدت الم میں یہ بھی نہ سمجھ سکے کہ یا زیداہ میں حرف ''یا'' بمعنے واؤ ہے اور 'وُ' رونے چلانے کے وقت صرف آواز بلند کرنے کے لیے بولا جاتا ہے اس سے ندا مقصود نہیں ہوتی حقیقت یہ ہے کہ جس طرح محبت محبوب کے عیب کی طرف سے اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے اس طرح بغض بھی مبغوض کے حسن و جمال کی طرف سے اندھا اور بہرہ بنا دیتی ہے۔

کیا کسی اہل ایمان کے تصور ﷺ میں بھی یہ بات آ سکتی ہے کہ ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' میں جس طرح خطاب اور ندا کے الفاظ مستعمل ہیں معاذ اللہ، اسی طرح واجبلاہ اور واویلا اور یا زیداہ میں بھی ندبہ کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ ع

(بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است)(۱)

اس کے بعد اگر کوئی سید الانبیاء علیہ السلام کو پہاڑوں اور مٹی کی طرح ہی سمجھتا و مانتا ہے بلکہ ان کے پکارنے کی یا ہامان اور یا فرعون کی نقل گردانتا ہے تو اس کی سمجھ و شعور پر ماتم ہی کیا جا سکتا ہے۔

شیخ سرفراز گکھڑوی نے ظلم کی انتہا کرتے ہوئے لکھ دیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا۔

﴿وَ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ۝﴾ (۲)

اور بے شک میں تجھے خیال کرتا ہوں تو تباہ کر دیا جائے گا

اس آیت میں یا فرعون کے جملہ کو ذہن میں محفوظ رکھیے تا کہ کام آئے ۔۔۔۔۔ بکار آمد (۳)

اگر حرف ''یا'' سے حاضر و ناظر ہی مراد ہو تو براہ کرم ذیل آیت کا مطلب ہمیں سمجھا دیں۔

۱۔ ﴿یٰهَامٰنُ ابْنِ لِیْ صَرْحًا﴾ (۴)

اے ہامان میرے لیے ایک بلند عمارت تعمیر کر

۲۔ ﴿یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ﴾ (۵)

اے یہود و نصاریٰ دین میں تجاوز نہ کرو

۳۔ ﴿وَ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ۝﴾ (۶)

اے فرعون میرے خیال میں تو ہلاک کر دیا جائے گا

۴۔ اسی طرح قرآن کریم میں متعدد مقامات پر ''یَا اَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ'' (اے

(۱) تسکین الخواطر، ۵۲ تا ۵۷

(۲) بنی اسرائیل: ۱۰۲

(۳) تبرید النواظر: ۱۶۲

(۴) المؤمن: ۳۶

(۵) النساء: ۱۷۱

کافرو) کے الفاظ موجود ہیں (۱)

کھلے الفاظ میں وہ کہتا ہے کہ یا رسول اللہ لفظ بھی اس طرح ہے جیسے

یٰفِرْعَوْنُ، یٰهَامٰنُ، ''یَا اَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ''

حالانکہ کہاں حبیب خدا ﷺ اور کہاں یہ ناپاک؟

علماء اُمت اور علماء نجد و دیوبند کی سوچ میں فرق

امام العصر علامہ محمد اشرف سیالوی زید مجدہ نے اس عنوان کے تحت اس حقیقت کو ان الفاظ میں آشکار کیا ہے۔

مقام حیرت ہے کہ علماء اسلام انبیاء علیہم اسلام کو بالعموم اور سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ السلام کو بالخصوص ملائکہ پر قیاس کرتے ہیں اور علماء دیوبند آپ کو ہواؤں، پہاڑوں اور احیاء کی منازل اور ٹھکانوں پر قیاس کرتے ہیں۔

علماء سابقین ان کو کمالات ملکیہ سے متصف مانتے ہیں بلکہ کمالات الٰہیہ کا مظہر جانتے ہیں اور ان کے لیے دور دراز سے دیکھنے سننے کی قوتیں تسلیم کرتے ہیں اور علماء دیوبند ان کو پہاڑوں اور مکانوں وغیرہ کی طرح بے علم اور بے خبر جانتے ہیں علماء اعلام اور اکابرین ملت امتیوں کو نبی اکرم ﷺ کے قریب اور شعور اور علم و آگاہی پر نظر رکھنے اور غافل و زائل نہ ہونے کی تلقین کرتے ہیں جبکہ علماء دیوبند اس نظریہ و عقیدہ پر شرک کے فتوے صادر کرتے ہیں۔

(ببین تفاوت از کجاست تا بکجا)

قبل ازیں علامہ حسین احمد کی زبانی پانچ صورتوں میں ندائے یا رسول اللہ کا مواد ذکر کیا جا چکا ہے جن میں پانچویں وجہ یہ تھی کہ پکارنے والے کے لیے بعد مسافت اور کثافت جسمانی باقی نہ رہے اور وہ جہاں کہیں بھی ہو براہ راست اپنے معروضات بارگاہ رسالت میں پیش کر سکتا ہو تو اس لیے بھی یا رسول اللہ پکارنا جائز ہے۔

اے کاش علماء دیوبند سید الانبیاء ﷺ میں اتنی صلاحیت اور استعداد بھی تسلیم کر لیتے جتنی کہ آپ ﷺ کے اُمتیوں میں تسلیم کر سکتے ہیں! ہمیں معلوم نہیں ہو سکا کہ آخر

افضل الخلائق علی الاطلاق اور خلیفۃ الاعظم فی السبع الطباق کے ساتھ اس قدر عداوت اور دشمنی کیوں ہے اور ان کے حق میں ایسے کمالات تسلیم کرنا ان کے لیے ناگوار کیوں ہے؟ جو آپ ﷺ کے امتیوں میں تسلیم کرتے ہیں، علاوہ ازیں ابلیس جیسے لعنتی میں بھی تسلیم کرتے ہیں۔(۱)

مزید تفصیل کے لیے بندہ کا مقالہ ''کیا اولیاء اللہ اور بت ایک ہوتے ہیں'' کا مطالعہ مفید رہے گا۔

(۱) گلشن توحید ورسالت: ۲۔ ۴۶۹ تا ۴۷۰

فصل:

قبل از اعلانِ نبوت بھی
حضرات انبیاء علیہم السلام ساری مخلوق سے ممتاز ہوتے ہیں

نبوت و رسالت کے لئے استعداد و صلاحیت ذاتی کا پایا جانا ضروری ہے یا نہیں؟ اس بارے میں دو آراء ہیں۔

۱۔ استعداد ذاتی شرط نہیں نبوت و رسالت عطیہ الٰہی ہے اللہ جسے چاہے عطا فرمائے

۲۔ استعداد ذاتی شرط ہے اس کے بغیر نبوت نہیں مل سکتی، یہ فلاسفہ کا قول ہے۔

ان دونوں کے درمیان اعتدال و موافقت یوں کی گئی کہ استعداد ذاتی وجہ ترجیح ہے نہ کہ موجب نبوت، یعنی اللہ تعالیٰ اسے نبوت دینے کا پابند نہیں ہاں اس کا طریقہ و سنت یہی ہے کہ وہ دیگر سے اعلیٰ استعداد والے کو ہی اپنی نبوت و رسالت کے لئے منتخب کرتا ہے اور ایسی استعداد دینے والا بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

حکماء اور محققین اسلام کا یہی موقف ہے۔

اول موقف والوں نے دلیل دی ہے کہ ارشاد الٰہی ہے۔

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ

(اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کہاں رکھے)

جو واضح کر رہا ہے کہ نبوت و رسالت اللہ تعالیٰ جسے چاہے عطا فرمائے۔

لیکن سید شریف جرجانی (ت، ۸۱۲) نے لکھا۔

وَفِيْ دَلَالَةِ هٰذَا الْاٰيَةِ عَلَى الْمَطْلُوْبِ نَوْعُ خِفَاءٍ كَمَا لَا يَخْفٰى (۱)

(۱) شرح المواقف: ۸۔ ۲۱۷

(اس آیت کی مطلوب پر دلالت میں خفا ہے جو واضح ہے)

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی (ت، ۱۰۶۷) نے 'نَوْعُ خِفَاءٍ كَمَا لَا يَخْفٰى' کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا۔

لِاَنَّ الْمَطْلُوبَ اَنَّ الْمُخَصِّصَ مُجَرَّدُ الْمَشِيْئَةِ وَالْاٰيَةُ اِنَّمَا تَدُلُّ عَلٰى اَنَّهٗ تَعَالٰى يَعْلَمُ الْمَكَانَ الَّذِىْ يَجْعَلُ فِيْهِ رِسَالَتَهٗ وَهٰذَا اَمْرٌ اٰخَرُ بَلْ دَلَالَةُ الْاٰيَةِ الْكَرِيْمَةِ عَلٰى اِشْتِرَاطِ الْاِسْتِعْدَادِ اَظْهَرُ ۔۔۔۔ فَنَزَلَتِ الْاٰيَةُ لِلرَّدِّ عَلَيْهِمْ بِاَنَّ النُّبُوَّةَ لَيْسَتْ بِالنَّسَبِ وَالْمَالِ وَ اِنَّمَا هِىَ بِفَضَائِلِ نَفْسَانِيَةٍ يَخْتَصُّ بِهَا اَشْيَاءُ عَنْ عِبَادِهٖ فَيَجْتَبِىْ لِرِسَالَتِهٖ مِنْ عِلْمٍ اَنَّهٗ يَصْلُحُ بِهَا كَذَا فِىْ تَفْسِيْرِ الْقَاضِىْ (۱)

(کیونکہ مطلوب یہ ہے کہ وہ تخصیص محض مشیت الٰہی ہے اور آیت اس پر دال ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ محل جانتا ہے جس میں رسالت رکھنی ہے اور یہ اور بات ہے بلکہ آیت مبارکہ کی دلالت شرط استعداد پر خوب ظاہر ہے اس آیت میں ان لوگوں کا رد ہے کہ نبوت نسب و مال نہیں ملا کرتی یہ تو ذوات کے فضائل کی بنا پر ملتی ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے مخصوص فرما دے تو وہ اپنی رسالت کے لئے انہیں منتخب فرماتا ہے جس میں اس کی صلاحیت و استعداد ہو)

اس کے بعد اپنے اور فلاسفہ کے موقف میں فرق کرتے ہوئے لکھا۔

ثُمَّ هٰذَا لَا يَسْتَلْزِمُ الْاِيْجَابَ الَّذِىْ يَقُوْلُهُ الْفَلَاسِفَةُ لِاَنَّهٗ تَعَالٰى اِنْ شَاءَ اَعْطَى النُّبُوَّةَ وَ اِنْ شَاءَ اَمْسَكَهٗ وَ اِنْ اِسْتَعَدَّ الْمَحَلُّ

(یہ موقف اس ایجاب و لزوم کو مستلزم نہیں جو فلاسفہ کہتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ

(۱) حاشیہ شرح المواقف: ۸۔ ۲۱۸

چاہے تو نبوت عطا کرے اور اگر چاہے نہ دے اگرچہ محل میں استعداد ہو)

صحابی سے تائید

اس موقف کی تائید حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول سے بھی ہو رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں کو دیکھا سب سے افضل سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل پایا تو انہیں اپنا رسول بنا دیا، اس کے بعد دوبارہ دلوں کو دیکھا تو صحابہ کرام کے دلوں کا درجہ لوگوں سے بہتر پایا تو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ و وزیر بنا دیا۔ روایت کے الفاظ ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ نَظَرَ فِىْ قُلُوْبِ الْعِبَادِ فَوَجَدَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرَ قُلُوْبِ الْعِبَادِ فَاصْطَفَاهُ لِنَفْسِهٖ وَابْعَثَهٗ بِرِسَالَاتِهٖ ثُمَّ نَظَرَ فِىْ قُلُوْبِ الْعِبَادِ بَعْدَ قَلْبِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ قُلُوْبَ اَصْحَابِهٖ خَيْرَ قُلُوْبِ الْعِبَادِ فَجَعَلَهُمْ وُزَرَاءَ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ دِيْنِهٖ فَمَا رَاٰهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ وَ مَا رَاٰهُ الْمُسْلِمُوْنَ سَيِّئًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ سَيِّئٌ (۱)

(اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں کو دیکھا تو سب سے بہتر دل سیدنا محمد ﷺ کا پایا تو اسے اپنے لئے منتخب کیا اور رسول بنا کر مبعوث فرمایا پھر بندوں کے دلوں کو دیکھا تو رسول اللہ ﷺ کے بعد صحابہ کے دل تمام سے بہتر پائے تو انہیں اپنے نبی کے وزیر بنایا انہوں نے دین کی خاطر جہاد کیا تو جسے مسلمان پسند کر لیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پسند ہے اور جسے مسلمان ناپسند کر لیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی ناپسند ہے)

امام نور الدین ھیثمی (ت۔ ۸۰۷) نے مجمع الزوائد کی جلد اول باب الاجماع اور جلد آٹھ میں 'باب عظیم قدرہ' کے تحت نقل کیا اور لکھا۔

(۱) مسند احمد، ۳۶۰۰

رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ الْبَزَّارُ وَ الطَّبَرَانِیُّ فِی الْکَبِیْرِ وَالْاَوْسَطِ وَرِجَالُهٗ مُوَثَّقُوْنَ (۱)

(اسے امام احمد، بزار، طبرانی نے المعجم الکبیر اور اوسط میں نقل کیا اور اس کے راوی ثقہ ہیں)

واضح رہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول غیر اجتہادی ہے یعنی انہوں نے بلاشبہ رسول اللہ ﷺ سے ہی سنا از خود وہ ایسی بات نہیں کہہ سکتے لہٰذا یہ حکم مرفوع (فرمان نبوی) میں ہے۔

حکماء اسلام کے دلائل

اس موقف کو حکماء اسلام نے قبول کیا اور اس پر دلائل فراہم کرتے ہوئے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ذوات کو مساوی و برابر نہیں بنایا بلکہ ان میں مختلف درجات رکھے ہیں جس طرح پانی اور آگ کی ذات برابر نہیں، تاریکی اور روشنی برابر نہیں، کستوری اور پلیدی برابر نہیں، اس طرح سرزمین کعبہ اور باقی زمین برابر نہیں، حجر اسود کی ذات باقی پتھروں کے برابر نہیں اس طرح حضرات انبیاء علیہم السلام کی ذوات دیگر ذوات کے ہرگز برابر نہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں دوسروں سے اعلیٰ صلاحیت دی ہے جو نبوت و رسالت پر وحی ترجیح ہے امام رازی، امام غزالی، شیخ ابن قیم، علامہ سید محمود آلوسی رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس پر بڑی تفصیلی گفتگو کی اور واضح کیا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی ذوات دوسروں سے کئی اعتبار سے ممتاز ہیں انہیں ہرگز دوسرے کے برابر و مساوی قرار دینا نہیں چاہیے ورنہ ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی، آیئے امام رازی کی گفتگو کا مطالعہ کرتے ہیں۔

وَاَمَّا قَوْلُهٗ: (اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ) فَالْمَعْنٰى اَنَّ لِلرِّسَالَةِ مَوْضِعًا مَخْصُوْصًا لَا يَصْلُحُ وَضْعُهَا اِلَّا فِيْهِ فَمَنْ كَانَ مَخْصُوْصًا مَوْصُوْفًا بِتِلْكَ الصِّفَاتِ الَّتِیْ لِاَجْلِهَا يَصْلُحُ وَضْعُ الرِّسَالَةِ فِيْهِ كَانَ رَسُوْلًا وَ اِلَّا فَلَا وَ الْعَالِمُ بِتِلْكَ الصِّفَاتِ

(۱) مجمع الزوائد، ۸۳۲، ۱۳۹۱۶

لَيْسَ اِلَّا اللّٰهُ تَعَالٰى

وَاعْلَمْ اَنَّ النَّاسَ اِخْتَلَفُوْا فِیْ هٰذِهِ الْمَسْاَلَةِ: فَقَالَ بَعْضُهُمْ: اَلنُّفُوْسُ وَ الْاَرْوَاحُ مُتَسَاوِيَةٌ فِیْ تَمَامِ الْمَاهِيَّةِ فَحُصُوْلُ النُّبُوَّةِ وَ الرِّسَالَةِ لِبَعْضِهَا دُوْنَ الْبَعْضِ تَشْرِيْفٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ اِحْسَانٌ وَ تَفَضُّلٌ وَ قَالَ آخَرُوْنَ: بَلِ النُّفُوْسُ الْبَشَرِيَّةُ مُخْتَلِفَةٌ بِحَوَاهِرِهَا وَ مَاهِيَّتِهَا، فَبَعْضُهَا خَيِّرَةٌ طَاهِرَةٌ مِنْ عَلَائِقِ الْجِسْمَانِيَّاتِ مُشْرِقَةٌ بِاَلْاَنْوَارِ الْاِلٰهِيَّةِ مُسْتَعْلِيَةٌ مُنَوَّرَةٌ وَ بَعْضُهَا خَسِيْسَةٌ كُدِرَةٌ مُحِبَّةٌ لِلْجَسْمَانِيَّاتِ فَالنَّفْسُ مَا لَمْ تَكُنْ مِنَ الْقِسْمِ الْاَوَّلِ لَمْ تَصْلُحْ لِقَبُوْلِ الْوَحْیِ وَ الرِّسَالَةِ ثُمَّ اِنَّ الْقِسْمَ الْاَوَّلَ يَقَعُ الْاِخْتِلَافُ فِيْهِ بِالزِّيَادَةِ وَ النُّقْصَانِ وَ الْقُوَّةِ وَ الضُّعْفِ اِلٰى مَرَاتِبَ لَا نِهَايَةَ لَهَا فَلَا جَرَمَ كَانَتْ مَرَاتِبُ الرُّسُلِ مُخْتَلِفَةً فَمِنْهُمْ مَنْ حَصَلَتْ لَهٗ تَبَعٌ عَظِيْمٌ وَ مِنْهُمْ مَنْ كَانَ الرِّفْقُ غَالِبًا عَلَيْهِ وَ مِنْهُمْ مَنْ كَانَ التَّشْدِيْدُ غَالِبًا عَلَيْهِ (۱)

(ارشاد الٰہی (اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کہاں رکھے) اس کا معنی یہ ہے کہ رسالت کے لئے مخصوص مقام کا ہونا ضروری ہے اس کے رکھنے کی اس میں صلاحیت ہے تو جو ان صفات سے موصوف و مخصوص ہوگا جن کی وجہ سے وہ محل رسالت بننے کی صلاحیت رکھتا ہو تو وہ رسول ہوگا ورنہ نہیں اور ان صفات کا عالم اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔

یاد رہے لوگوں کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں نفوس اور ارواح تمام ماہیت میں برابر مساوی ہیں تو ان میں بعض کو نبوت و

(۱) مفاتیح الغیب، جز ۱۳، ۱۳۶

رسالت کا ملنا اور بعض کو نہ ملنا یہ اللہ تعالیٰ کا ہی احسان، فضل وکرم ہے لیکن دوسرے لوگ کہتے ہیں نفوس بشریہ اپنے جواہر اور ماہیات میں (برابر نہیں) اختلاف رکھتے ہیں ان میں سے بعض بہتر، علائق جسمانیات سے پاک، انوار الٰہی سے روشن، شفاف اور منور ہوتے ہیں۔ اور بعض ان میں خسیس، گھٹیا اور جسمانیات کی محبت میں گرے ہوتے ہیں تو جب تک نفس، قسم اول سے نہ ہو وہ قبول وحی ورسالت کی صلاحیت نہیں رکھتا پھر قسم اول میں بھی کمی بیشی اور قوت وضعف کے اعتبار سے غیر محدود مراتب ہیں لہٰذا مراتب رسل بھی یقیناً مختلف ہونگے ان میں سے کچھ کے متبعین بہت زیادہ ہونگے کسی پر نرمی وشفقت کا غلبہ اور کسی پر جلال غالب ہوگا)

امام فخر الدین رازی (ت۔۶۰۶) نے (اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ) کے تحت امام حلیمی (ت، ۴۰۳) کے حوالہ سے اس مسئلہ پر یہ تفصیلی گفتگو کی ہے۔

فَنَقُوْلُ: فِي الْاٰيَةِ قَوْلَانِ اَلْاَوَّلُ: اَلْمَعْنٰى اَنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى دِيْنَ اٰدَمَ وَ دِيْنَ نُوْحٍ فَيَكُوْنُ الْاِصْطِفَاءُ رَاجِعًا اِلٰى دِيْنِهِمْ وَ شَرْعِهِمْ وَ مِلَّتِهِمْ، وَيَكُوْنُ هٰذَا الْمَعْنٰى عَلٰى تَقْدِيْرِ حَذْفِ الْمُضَافِ وَالثَّانِيْ: اَنْ يَّكُوْنَ الْمَعْنٰى: اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَاهُمْ، اَيْ صَفَاهُمْ مِنَ الصِّفَاتِ الذَّمِيْمَةِ، وَزَيَّنَهُمْ بِالْخِصَالِ الْحَمِيْدَةِ، وَ هٰذَا الْقَوْلُ اَوْلٰى لِوَجْهَيْنِ اَحَدُهُمَا: اَنَّا لَا نَحْتَاجُ فِيْهِ اِلَى الْاِضْمَارِ

وَالثَّانِيْ: اِنَّهُ مُوَافِقٌ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى: اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ) وَ ذَكَرَ الْحَلِيْمِيُّ فِيْ كِتَابِ ''الْمِنْهَاجِ'' اَنَّ الْاَنْبِيَاءَ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَابُدَّ وَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مُخَالِفِيْنَ لِغَيْرِهِمْ فِي الْقُوَى الْجِسْمَانِيَّةِ وَ الْقُوَى الرُّوْحَانِيَّةِ، وَ اَمَّا الْقُوَى

الْجِسْمَانِيَّةُ، فَهِيَ اِمَّا مُدْرِكَةٌ اَوْ مُحَرِّكَةٌ اَمَّا الْمُدْرِكَةُ: فَهِيَ اَمَّا الْحَوَاسُ الظَّاهِرَةُ، وَاَمَّا الْحَوَاسُ الْبَاطِنَةُ، اَمَّا الْحَوَاسُ الظَّاهِرَةُ فَهِيَ خَمْسَةٌ اَحَدُهَا: اَلْقُوَّةُ الْبَاصِرَةُ، وَلَقَدْ كَانَ الرَّسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَخْصُوْصًا بِكَمَالِ هٰذِهِ الصِّفَةِ وَ يَدُلُّ عَلَيْهِ وَجْهَانِ اَلْاَوَّلُ: قَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ: ''زُوِيَتْ لِيَ الْاَرْضُ فَرَاَيْتُ مَشَارِقَهَا وَ مَغَارِبَهَا'' وَالثَّانِيْ: قَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ ''اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ وَ تَرَاصُّوْا فَاِنِّيْ اَرَاكُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِيْ'' وَ نَظِيْرُ هٰذِهِ الْقُوَّةِ مَاحَصَلَ لِاِبْرَاهِيْمَ وَ هُوَقَوْلُهُ تَعَالٰى: (وَ كَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) (الانعام:۷۵) ذَكَرُوْا فِيْ تَفْسِيْرِهٖ اَنَّهُ تَعَالٰى قَوّٰى بَصَرَهُ حَتّٰى شَاهَدَ جَمِيْعَ الْمَلَكُوْتِ مِنَ الْاَعْلٰى وَالْاَسْفَلِ قَالَ الْحَلِيْمِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: وَ هٰذَا غَيْرُ مُسْتَبْعَدٍ لِاَنَّ الْبَصْرَاءَ يَتَفَاوَتُوْنَ فَرُوِيَ اَنَّ زَرْقَاءَ الْيَمَامَةَ كَانَتْ تَبْصُرُ الشَّيْءَ مِنْ مَّسِيْرَةِ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ فَلَا يُبْعَدُ اَنْ يَّكُوْنَ بَصَرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَقْوٰى مِنْ بَصَرِهَا وَ ثَانِيْهَا: اَلْقُوَّةُ السَّامِعَةُ، وَكَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَقْوَى النَّاسِ فِيْ هٰذِهِ الْقُوَّةِ، وَ يَدُلُّ عَلَيْهِ وَجْهَانِ اَحَدُهُمَا: قَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ ''اَطَّتِ السَّمَاءُ وَ حَقَّ لَهَا اَنْ تَئِطَّ مَا فِيْهَا مَوْضِعُ قَدَمٍ اِلَّا وَ فِيْهِ مَلَكٌ سَاجِدٌ لِلّٰهِ تَعَالٰى'' فَسَمِعَ اَطِيْطَ السَّمَاءِ وَ الثَّانِيْ: اَنَّهُ سَمِعَ

تَبْلُغْ قَعْرَهَا اِلَى الْاٰنَ، قَالَ الْحَلِيْمِيُّ: وَ لَا سَبِيْلَ لِلْفَلَاسَفَةِ اِلٰى اِسْتِبْعَادِ هٰذَا، فَاِنَّهُمْ زَعَمُوْا اَنَّ فِيْثَا غَوْرِثَ رَاضٍ نَفْسَهٗ حَتّٰى سَمِعَ خَفِيْفَ الْفَلَكِ، وَ نَظِيْرُ هٰذِهِ الْقُوَّةِ لِسُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ قِصَّةِ النَّمْلِ ﴿قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ﴾ (النمل: ۱۸) فَاللّٰهُ تَعَالٰى اَسْمَعَ سُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَلَامَ النَّمْلِ وَاَوْقَفَهٗ عَلٰى مَعْنَاهُ وَ هٰذَا دَخَلَ اَيْضًا فِيْ بَابِ تَقْوِيَةِ الْفَهْمِ، وَ كَانَ ذٰلِكَ حَاصِلًا لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تَكَلَّمَ مَعَ الذِّئْبِ وَ مَعَ الْبَعِيْرِ ثَالِثُهَا: تَقْوِيَةُ قُوَّةِ الشَّمِّ، كَمَا فِيْ حَقِّ يَعْقُوْبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَاِنَّ يُوْسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا اَمَرَ بِحَمْلِ قَمِيْصِهٖ اِلَيْهِ وَ اِلْقَائِهٖ عَلٰى وَجْهِهٖ، فَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ يَعْقُوْبُ ﴿اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ﴾ (یوسف: ۹۴) فَاَحَسَّ بِهَا مِنْ مَّسِيْرَةِ اَيَّامٍ وَرَابِعُهَا: تَقْوِيَةُ قُوَّةِ الذَّوْقِ، كَمَا فِيْ حَقِّ رَسُوْلِنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَالَ: ''اِنَّ هٰذَا الذِّرَاعَ يُخْبِرُنِيْ اَنَّهٗ مَسْمُوْمٌ'' خَامِسُهَا: تَقْوِيَةُ الْقُوَّةِ اللَّامِسَةِ كَمَا فِيْ حَقِّ الْخَلِيْلِ حَيْثُ جَعَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى النَّارَ بَرْدًا وَّ سَلَامًا عَلَيْهِ، فَكَيْفَ يُسْتَبْعَدُ هٰذَا يُشَاهِدُ مِثْلُهٗ فِي السَّمَنْدَلِ وَالنِّعَامَةِ، وَاَمَّا الْحَوَاسُّ الْبَاطِنَةُ فَمِنْهَا قُوَّةُ الْحِفْظِ، قَالَ تَعَالٰى: ﴿سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى﴾ (۱)

وَ مِنْهَا قُوَّةُ الذَّكَاءِ قَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ ''عَلَّمَنِيْ

(۱) الاعلیٰ: ۶

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَلْفَ بَابٍ مِنَ الْعِلْمِ وَاسْتَنْبَطْتُ مِنْ كُلِّ بَابٍ اَلْفَ بَابٍ'' فَاِذَا كَانَ حَالُ الْوَلِيِّ هٰكَذَا فَكَيْفَ حَالُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ: وَاَمَّا الْقُوَى الْمُحَرِّكَةُ: فَمِثْلُ عُرُوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ سَلَّمَ اِلَى الْمِعْرَاجِ وَ عُرُوْجِ عِيْسٰى حَيًّا اِلَى السَّمَاءِ وَ رُفِعَ اِدْرِيْسُ وَ اِلْيَاسُ عَلٰى مَا وَرَدَتْ بِهِ الْاَخْبَارُ، وَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ﴾ (النمل: ۴۰) وَاَمَّا الْقُوَى الرُّوْحَانِيَّةُ الْعَقْلِيَّةُ: فَلَا بُدَّ اَنْ تَكُوْنَ فِيْ غَايَةِ الْكَمَالِ وَ نِهَايَةِ الصَّفَاءِ، وَاعْلَمْ اَنَّ تَمَامَ الْكَلَامِ فِيْ هٰذَا الْبَابِ اَنَّ النَّفْسَ الْقُدْسِيَّةَ النَّبُوَّةَ مُخَالِفَةٌ بِمَاهِيَّتِهَا لِسَائِرِ النُّفُوْسِ وَ مِنْ لَوَازِمِ تِلْكَ النَّفْسِ الْكَمَالُ فِي الذَّكَاءِ وَالْفِطْنَةِ، وَالْحُرِّيَّةِ، وَ الْاِسْتِعْلَاءِ وَالتَّرَفُّعِ عَنِ الْجُسْمَانِيَّاتِ وَالشَّهَوَاتِ فَاِذَا كَانَتِ الرُّوْحُ فِيْ غَايَةِ الصَّفَاءِ وَالشَّرَفِ وَ كَانَ الْبَدَنُ فِيْ غَايَةِ النَّقَاءِ وَالطَّهَارَةِ كَانَتْ هٰذِهِ الْقُوَى الْمُحَرِّكَةُ وَالْمُدْرِكَةُ فِيْ غَايَةِ الْكَمَالِ لِاَنَّهَا جَارِيَةٌ مَجْرَى اَنْوَارٍ فَائِضَةٍ مِّنْ جَوْهَرِ الرُّوْحِ وَاصِلَةٌ اِلَى الْبَدَنِ وَ مَتٰى كَانَ الْفَاعِلُ وَ الْقَابِلُ فِيْ غَايَةِ الْكَمَالِ كَانَتِ الْاٰثَارُ فِيْ غَايَةِ قُوَّةِ الشَّرَفِ وَالصَّفَاءِ (۱)

(اس آیت کے بارے دو اقوال ہیں پہلا کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین

(۱) التفسیر الکبیر: ۳-۱۶۹، ۲۰۰

ابراہیم اور دین نوح علیہم السلام کو چن لیا تو اب چننے کی نسبت ان کے دین، شریعت اور ملت کی طرف ہوگی اور یہ معنی حذف مضاف ماننے کی صورت میں ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ذوات کو چنا یعنی انہیں صفات بد سے محفوظ کر کے اعلیٰ فضائل و عادات سے مزین فرما دیا یہ قول ان دونوں دلائل کی وجہ سے اولیٰ و بہتر ہے، ایک یہ ہے کہ اس صورت میں عبارت پوشیدہ ماننے کی ضرورت نہیں پڑتی دوسری یہ ہے کہ اس میں ارشاد الٰہی ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾ کے موافق ہے امام حلیمی نے اپنی کتاب المنہاج میں لکھا حضرات انبیاء علیہم السلام کا جسمانی قوتوں اور روحانی قوتوں میں دوسروں سے جدا و مخالف ہونا ضروری ہے، جسمانی قوتیں دو طرح کی ہیں قوت مدرکہ ہے یا قوت محرکہ، قوت مدرکہ حواس ظاہری ہیں یا حواس باطنی، حواس ظاہری پانچ ہیں ایک قوت باصرہ، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قوت میں کمال درجہ پر فائز ہیں اس میں دو دلائل ملاحظہ کیجئے اول رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے میرے لئے زمین کو سمیٹ دیا گیا ہے میں اس کے مشارق و مغارب کو دیکھتا ہوں دوسرا آپ ﷺ کا فرمان ہے اپنی صفیں درست کیا کرو کیونکہ میں پشت کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں، اس قوت کی نظیر حضرت ابراہیم علیہ السلام میں دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے (اور اس طرح ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی سلطنتیں دکھائیں) اس کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نگاہ کو اس قدر قوت عطا کی کہ انہوں نے تمام ملکوت کو دیکھ لیا۔ خواہ وہ بلند تھی یا پست تھیں۔ شیخ حلیمی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ کوئی بعید بات نہیں کیونکہ دیکھنے والوں میں تفاوت مسلّم و موجود ہے۔ منقول ہے زرقاء یمامہ تین دن کی مسافت سے شی کو دیکھ لیتی تھی تو اس میں کیا بُعد ہے کہ نبی کی نگاہ اس سے زیادہ قوی ہے۔

دوسری قوت سامعہ، ہے رسالت مآب ﷺ اس قوت میں تمام لوگوں سے

آسمان چڑ چڑاتا رہتا ہے اور اس کا چڑ چڑانا حق ہے کیونکہ اس میں ایک قدم جگہ ایسی نہیں کہ یہاں فرشتہ بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز نہ ہو تو آپ ﷺ آسمان کی آواز سن لیتے ہیں۔ دوسری یہ کہ آپ ﷺ نے ایک آواز سنی اور بتایا کہ یہ دوزخ میں ایک پتھر پھینکا گیا ہے اور اس کی تہہ میں ابھی پہنچا ہے۔ شیخ حلیمی فرماتے ہیں کہ فلاسفہ بھی اس کا انکار نہیں کر سکتے کیونکہ وہ خود کہتے ہیں کہ فیثا غورث نے اتنی ریاضت کی تھی کہ فلک کی آواز سن لیتا تھا۔ اور اس قوت کا اظہار حضرت سلیمان علیہ السلام سے واقعہ چیونٹی میں ہوا ہے (چیونٹی نے کہا اے چیونٹیوں اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ) تو اللہ تعالیٰ نے اس کی آواز و گفتگو حضرت سلیمان علیہ السلام کو سنا دی اور اس کے معانی سے بھی آگاہ کر دیا۔ اس سے ان کے فہم کا قوی ہونا ہی سامنے آتا ہے اور یہ قوت سیدنا محمد ﷺ کو حاصل تھی کیونکہ آپ نے بھیڑ سے اور اونٹ کے ساتھ گفتگو کی۔ تیسری قوت شامہ ہے جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا میری قمیص لے جاؤ اور میرے والد کی آنکھوں پر رکھو، جب قافلہ وہاں سے چلا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا (میں یوسف کی خوشبو پا رہا ہوں) تو انہوں نے کئی دنوں کی مسافت سے اسے محسوس کر لیا۔ چوتھی قوت ذائقہ ہے جیسے ہمارے رسول ﷺ کے بارے میں ہے کہ گوشت کی دستی نے مجھے اطلاع دی کہ وہ زہر آلود ہے۔ پانچویں قوت لامسہ، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہوگئی اور اس میں کون سا بعد ہے جبکہ اس کی مثل سمندل اور نعامۃ ہیں اس کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ رہے حواس باطنہ تو ان میں قوت حفظ ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ہم آپ کو پڑھائیں گے کہ تم بھولو گے نہیں ان میں قوت ذکاوت ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے مجھے رسول اللہ ﷺ نے علم کا ہزار باب سکھایا اور میں نے ہر باب سے ہزار باب کا استنباط کیا۔ جب ایک ولی کا مقام یہ ہے تو نبی کریم ﷺ کا مقام و شان کیا

ہوگا؟ باقی قوت محرکہ کی مثال حضور ﷺ کا واقعہ معراج، حضرت عیسیٰ، حضرت ادریس اور حضرت الیاس علیہم السلام کا آسمانوں پر زندہ اٹھایا جانا جیسے احادیث میں موجود ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اس نے کہا جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ وہ تخت لاتا ہوں تمہاری آنکھ جھپکنے سے پہلے۔ رہے عقلی و روحانی قویٰ تو ان کا بھی انتہائی کمال وصفا پر ہونا ضروری ہے۔

واضح رہے کہ خلاصہ کلام اس بات میں یہ ہے کہ نفس قدسی نبوی اپنی ماہیت میں باقی تمام نفوس کے مخالف ہوتا ہے تو اس نفس کے لوازمات میں سے ہے کہ یہ ذکاوت، فطانت، حریت، غلبہ اور جسمانیات وشہوات سے بلندی میں کامل ہو۔ جب روح انتہائی اعلیٰ اور صاف ہے اور بدن طہارت ونفاست میں انتہا پر ہے تو اب قوی محرکہ و مدرکہ بھی انتہائی کامل ہونگی کیونکہ ان کا اجراء فیض جو ہر روح سے بدن کو پہنچ رہا ہے۔ جب عمل والا اور قبول کرنے والا دونوں ہی کمال کے آخری درجہ پر ہیں تو اب آثار بھی شرف وصفا کی قوت میں انتہائی کامل ہونگے)

جب کفار نے انبیاء کو اپنی مثل قرار دیا تو حضرات انبیاء علیہم السلام نے کفار کے جواب میں فرمایا

﴿اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ﴾ (۱)

(ہم تمہاری طرح انسان ہیں مگر اللہ اپنے بندوں میں سے جن پر چاہے احسان کرے)

امام رازی اس کے تحت لکھتے ہیں۔

وَاعْلَمْ اَنَّ هٰذَا الْمَقَامَ فِيْهِ بَحْثٌ شَرِيْفٌ دَقِيْقٌ وَهُوَ اَنَّ جَمَاعَةً مِّنْ حُكَمَاءِ الْاِسْلَامِ قَالُوْا: اِنَّ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَكُنْ فِيْ نَفْسِهٖ وَ بَدَنِهٖ مَخْصُوْصًا بِخَوَاصَّ شَرِيْفَةٍ عَلَوِيَّةٍ قُدْسِيَّةٍ فَاِنَّهٗ يَمْتَنِعُ عَقْلًا

(۱) پ ۱۳، ابراہیم ۱۱

حُصُوْلُ صِفَةِ النُّبُوَّةِ لَهٗ وَاَمَّا الظَّاهِرِيُّوْنَ مِنْ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ فَقَدْ زَعَمُوْا اَنَّ حُصُوْلَ النُّبُوَّةِ عَطِيَّةٌ مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰى يُصِيْبُهَا لِكُلِّ مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَلَا يَتَوَقَّفُ حُصُوْلُهَا عَلٰى اِمْتِيَازِ ذٰلِكَ الْاِنْسَانِ عَنْ سَائِرِ النَّاسِ بِمَزِيْدِ اِشْرَاقِ نَفْسَانِيٍّ وَقُوَّةٍ قُدْسِيَّةٍ وَهٰؤُلَاءِ تَمَسَّكُوْا بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ، فَاِنَّهٗ تَعَالٰى بَيَّنَ اَنَّ حُصُوْلَ النُّبُوَّةِ لَيْسَ اِلَّا بِمَحْضِ الْمِنَّةِ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْعَطِيَّةِ مِنْهُ وَالْكَلَامُ فِيْ هٰذَا الْبَابِ غَامِضٌ غَائِصٌ دَقِيْقٌ وَ الْاَوَّلُوْنَ اَجَابُوْا عَنْهُ بِاَنَّهُمْ لَمْ يَذْكُرُوْا فَضَائِلَهُمُ النَّفْسَانِيَّةَ وَالْجَسَدَانِيَّةَ تَوَاضُعًا مِّنْهُمْ وَاقْتَصَرُوْا عَلٰى قَوْلِهِمْ: ﴿وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ﴾ (ابراہیم:۱۱) بِالنُّبُوَّةِ لِاَنَّهٗ قَدْ عُلِمَ اَنَّهٗ تَعَالٰى لَا يَخُصُّهُمْ بِتِلْكَ الْكَرَامَاتِ اِلَّا وَ هُمْ مَوْصُوْفُوْنَ بِالْفَضَائِلِ الَّتِيْ لِاَجْلِهَا اِسْتَوْجَبُوْا ذٰلِكَ التَّخْصِيْصَ كَمَا قَالَ تَعَالٰى ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ﴾ (الانعام۔۱۲۴)(۱)

(واضح رہے اس مقام پر نہایت ہی خوبصورت اور دقیق بحث ہے کہ حکماء اسلام کی جماعت کہتی ہے کہ انسان جب تک اپنے نفس و بدن میں اعلیٰ، بلند اور قدسی صفات نہ رکھتا ہو تو عقلاً اس کے لئے صفت نبوت کا حصول محال ہے البتہ اہل سنت و جماعت کے اہل ظاہر کا خیال ہے کہ حصول نبوت اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے اور بندوں میں سے جسے چاہے عطا فرمادے تو حصول نبوت اس پر موقوف نہیں کہ وہ انسان دیگر سے اضافی اشراق نفس

اور قوت قدسیہ سے مزین ہو۔ ان کا استدلال اسی آیت سے ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ حصول نبوت محض اللہ تعالیٰ کا احسان وعطیہ ہے اس بارے میں گفتگو نہایت ہی گہری اور دقیق ہے پہلے لوگوں نے اس کا جواب یہ دیا کہ حضرت انبیاء علیہم السلام نے یہاں اپنے ذاتی وجسمانی فضائل کا تذکرہ بطور تواضع نہیں کیا اور (لیکن اللہ احسان فرماتا ہے بندوں میں سے جسے چاہے) نبوت دیدے پر ہی اکتفا کیا کیونکہ یہ از خود معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کرامات واعزازات کے ساتھ انہی کو مخصوص کرتا ہے جو ایسے فضائل سے متصف ہوں جو انہیں اس تخصیص کے مستحق بنائیں جیسے ارشاد الٰہی ہے اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کہاں رکھے)

آگے چل کر اختتام آیت کے تحت رقم طراز ہیں۔

وَرَأَيْتُ فِيْ كَلَامِ الشَّيْخِ اَبِيْ حَامِدِ الْغَزَالِيْ رَحِمَهُ اللهُ فَصْلًا حَسَنًا وَحَاصِلُهُ: اِنَّ الْاِنْسَانَ اِمَّا اَنْ يَّكُوْنَ نَاقِصًا اَوْ كَامِلًا اَوْ خَالِيًا عَنِ الْوَصْفَيْنِ اَمَّا النَّاقِصُ فَاِمَّا اَنْ يَّكُوْنَ نَاقِصًا فِيْ ذَاتِهٖ وَلٰكِنَّهٗ لَا يَسْعٰى فِيْ تَنْقِيْصِ حَالِ غَيْرِهٖ وَ اَمَّا اَنْ يَّكُوْنَ نَاقِصًا وَ يَكُوْنَ مَعَ ذٰلِكَ سَاعِيًا فِيْ تَنْقِيْصِ حَالِ لِغَيْرِهٖ، فَالْاَوَّلُ: هُوَ الضَّالُّ وَ الثَّانِيْ: هُوَ الضَّالُّ الْمُضِلُّ وَاَمَّا الْكَامِلُ فَاِمَّا اَنْ يَّكُوْنَ كَامِلًا وَلَا يَقْدِرُ عَلٰى تَكْمِيْلِ الْغَيْرِ وَ هُمُ الْاَوْلِيَاءُ وَ اَمَّا اَنْ يَّكُوْنَ كَامِلًا وَ يَقْدِرُ عَلٰى تَكْمِيْلِ النَّاقِصِيْنَ وَ هُمُ الْاَنْبِيَاءُ وَلِذٰلِكَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

(عُلَمَاءُ اُمَّتِيْ كَاَنْبِيَآءِ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ)(۱)

وَلَمَّا كَانَتْ مَرَاتِبُ النُّقْصَانِ وَالْكَمَالِ وَ مَرَاتِبُ الْاِكْمَالِ وَالْاِضْلَالِ غَيْرَ مُتَنَاهِيَةٍ بِحَسَبِ الْكَمِّيَّةِ

وَالْكَيْفِيَّةِ لَاجَرَمَ كَانَتْ مَرَاتِبُ الْوِلَايَةِ وَالْحَيَاةِ غَيْرَ مُتَنَاهِيَةٍ بِحَسَبِ الْكَمَالِ وَالنُّقْصَانِ فَالْوَلِيُّ هُوَ الْاِنْسَانُ الْكَامِلُ الَّذِيْ لَا يَقْوٰى عَلَى التَّكْمِيْلِ وَ النَّبِيُّ هُوَ الْاِنْسَانُ الْكَامِلُ الْمُكَمِّلُ ثُمَّ قَدْ تَكُوْنُ قُوَّتُهُ الرُّوْحَانِيَّةُ النَّفْسَانِيَّةُ وَافِيَةً بِتَكْمِيْلِ اِنْسَانَيْنِ نَاقِصَيْنِ وَ قَدْ تَكُوْنُ اَقْوٰى مِنْ ذٰلِكَ فَيَكْفِيْ بِتَكْمِيْلِ عَشَرَةٍ وَ مِائَةٍ وَ قَدْتَكُوْنُ تِلْكَ الْقُوَّةُ قَاهِرَةً قَوِيَّةً تُؤَثِّرُ تَأْثِيْرَ الشَّمْسِ فِي الْعَالَمِ فَيُقَلِّبُ اَرْوَاحَ اَكْثَرَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ مَّقَامِ الْجَهْلِ اِلٰى مَقَامِ الْمَعْرِفَةِ وَ مِنْ طَلَبِ الدُّنْيَا اِلٰى طَلَبِ الْاٰخِرَةِ وَ ذٰلِكَ مِثْلُ رُوْحِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ وَقْتَ ظُهُوْرِهٖ كَانَ الْعَالَمُ مَمْلُوْءً مِنَ الْيَهُوْدِ اَكْثَرُهُمْ حُلُوْلِيَّةٌ وَ مِنَ الْمَجُوْسِ قُبْحُ مَذَاهِبِهِمْ ظَاهِرٌ وَ مِنْ عَبَدَةِ الْاَوْثَانِ وَ سَخْفِ دِيْنِهِمْ اَظْهَرُ مِنْ اَنْ يُّحْتَاجَ اِلٰى بَيَانٍ فَلَمَّا ظَهَرَتْ دَعْوَةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَسَرَتْ قُوَّةُ رُوْحِهٖ فِي الْاَرْوَاحِ فَقَلَّبَ اَكْثَرَ اَهْلِ الْعَالَمِ مِنَ الشِّرْكِ اِلَى التَّوْحِيْدِ وَ مِنَ التَّجْسِيْمِ اِلَى التَّنْزِيْهِ وَ مِنَ الْاِسْتِغْرَاقِ فِيْ طَلَبِ الدُّنْيَا اِلٰى عَالَمِ الْاٰخِرَةِ فَمِنْ هٰذَا الْمَقَامِ يَنْكَشِفُ لِلْاِنْسَانِ

مَقَامُ النُّبُوَّةِ وَالرِّسَالَةِ، اِذَا عَرَفْتَ هٰذَا فَنَقُوْلُ: قَوْلُهٗ: ﴿وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللهِ﴾ (ابراهیم:۱۲) اِشَارَةٌ

قَوْلُهُمْ فِيْ آخِرِ الْاَمْرِ ﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ﴾ (ابراہیم:۱۲) اِشَارَةٌ اِلٰى تَاْثِيْرِ اَرْوَاحِهِمِ الْكَامِلَةِ فِيْ تَكْمِيْلِ الْاَرْوَاحِ النَّاقِصَةِ فَهٰذِهِ اَسْرَارٌ عَالِيَةٌ مَخْزُوْنَةٌ فِيْ اَلْفَاظِ الْقُرْآنِ، فَمَنْ نَظَرَ فِيْ عِلْمِ الْقُرْآنِ وَكَانَ غَافِلًا عَنْهَا كَانَ مَحْرُوْمًا مِنْ اَسْرَارِ عُلُوْمِ الْقُرْآنِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ (۱)

(میں نے اس بارے میں شیخ ابو حامد غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحریر کردہ خوبصورت فصل دیکھی جس کا حاصل یہ ہے کہ انسان ناقص ہوگا یا کامل یا دونوں اوصاف سے خالی ہوگا۔ ناقص یا تو اپنی ذات میں ناقص ہوگا اور وہ کسی دوسرے کو ناقص بنانے کی کاوش نہیں کرے گا یا وہ ایسا ناقص ہوگا کہ دوسرے کے نقص کی کاوش کرے گا پہلا ناقص گمراہ، دوسرا خود بھی گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے اگر وہ کامل ہے تو اگر ایسا کامل ہے کہ وہ دوسروں کی تکمیل پر قادر نہیں تو وہ اولیاء ہیں یا وہ کامل ہونے کے ساتھ دوسرے ناقصوں کی تکمیل پر قدرت رکھتے ہوں گے حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں، جب نقصان وکمال کے مراتب اور کامل و گمراہ کرنے کے درجات جب کیمیت و کیفیت کے اعتبار سے غیر محدود ہیں تو اب یقیناً باعتبار کمال و نقص مراتب ولایت و حیات بھی غیر محدود ہونگے۔ تو ولی وہ انسان کامل ہے جو دوسروں کی تکمیل پر قدرت نہیں رکھتا اور نبی ایسا انسان کامل ہوتا ہے کہ وہ دوسروں کی بھی تکمیل کرتا ہے پھر بعض اوقات یہ روحانی قوت دو ناقص انسانوں کی تکمیل کے لیے کافی ہوتا ہے اور کبھی اس سے زائد وقوی ہوتی ہے کہ وہ دس اور صد کے لئے کافی بن جاتی ہے اور کبھی وہ قوت اس قدر غالب وقوی ہوتی ہے کہ وہ سورج کی طرح تمام

کائنات میں اثر کرتی ہے اور اکثر اہل علم کی ارواح کو مقام جہل سے مقام معرفت کی طرف اور طلب دنیا سے طلب آخرت کی طرف منتقل کر دیتی ہیں اس کی مثال روح محمد ﷺ ہے کیونکہ ان کے ظہور کے وقت یہ جہان یہود سے بھرا پڑا تھا اکثر نصاریٰ اللہ تعالیٰ کا جسم مانتے، حلولیہ اور مجوسی تھے ان مذاہب کا باطل ہونا ظاہر ہے بت پرست تھے اور ان کے دین کی کمزوری محتاج بیان نہیں جب سیدنا محمد ﷺ کی دعوت و پیغام کا ظہور ہوا تو آپ کی روحانی قوت ارواح کی طرف متوجہ ہوئی تو اکثر اہل جہان شرک سے توحید، تجسیم سے تنزیہ اور طلب دنیا میں مستغرق، عالم آخرت کی طرف متوجہ ہو گئے تو اس مقام سے انسان پر مقام نبوت و رسالت آشکار ہو جاتا ہے۔)

جب تمہیں یہ معلوم ہو گیا تو اب سنیے

ارشاد الٰہی (ہمیں کیا ہے ہم اللہ پر توکل نہ کریں) میں اشارہ ہے ان کمالات کی طرف جو ان کے نفوس کو حاصل ہے اور آخر میں فرمایا (اللہ پر ہی توکل کرتے ہیں توکل کرنے والے) اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان کی ارواح کاملہ، ارواح ناقصہ کی تکمیل کرتی ہیں۔ یہ عظیم اسرار جو قرآنی الفاظ میں محفوظ ومخفی ہیں جو علوم قرآن کا مطالعہ کرے اور ان اسرار سے غافل رہے وہ علوم قرآن کے اسرار سے محروم رہے گا)

شیخ شمس الدین محمد بن قیم (ت۔۷۵۱) نے اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کی ہے آیئے ان کی من وعن عبارت سے استفادہ کرتے ہیں۔ متعدد اشیاء مثلاً خانہ کعبہ کے امتیازات بیان کر کے کہتے ہیں۔

وَلَمْ يُوَفِّقْ لِفَهْمِ هٰذَا الْمَعْنٰى مَنْ سَوّٰى مِنَ الْاَعْيَانِ وَالْاَفْعَالِ وَالْاَزْمَانِ وَالْاَمَاكِنِ وَرَءَ عَمَ اَنَّهٗ لَا مَزِيَّةَ شَيْءٍ مِنْهَا عَلٰى شَيْءٍ وَاِنَّمَا هُوَ مُجَرَّدُ

اَرْبَعِيْنَ وَجْهًا قَدْ ذَكَرْتُ فِيْ غَيْرِ هٰذَا الْمَوْضِعِ فَاِنَّ مَذْهَبًا يَقْتَضِيْ اَنْ تَكُوْنَ ذَوَاتُ الرُّسُلِ كَذَوَاتِ اَعْدَائِهِمْ فِي الْحَقِيْقَةِ، وَاِنَّمَا التَّفْضِيْلُ بِاَمْرٍ لَا يَرْجِعُ اِلٰى اِخْتِصَاصِ الذَّوَاتِ بِصِفَاتٍ وَ مَزَايَا لَا تَكُوْنُ لِغَيْرِهَا، وَ كَذٰلِكَ نَفْسُ الْبُقَاعِ وَاحِدَةٌ بِالذَّاتِ لَيْسَ لِبُقْعَةٍ عَلٰى بُقْعَةٍ مَزِيَّةٌ اَلْبَتَّةَ، هُوَلَمَّا يَقَعُ فِيْهَا مِنَ الْاَعْمَالِ الصَّالِحَةِ، فَلَامَزِيَّةَ لِبُقْعَةِ الْبَيْتِ، وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَ مِنٰى وَ عَرَفَةَ وَالْمَشَاعِرِ عَلٰى اَيِّ بُقْعَةٍ سَمَّيْتَهَا مِنَ الْاَرْضِ وَ اِنَّمَا التَّفْضِيْلُ بِاِعْتِبَارِ اَمْرٍ خَارِجٍ عَنِ الْبُقْعَةِ لَا يُعْرَفُ اِلَيْهَا وَلَا اِلٰى وَصْفٍ قَائِمٍ بِهَا وَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰى قَدْ رَدَّ هٰذَا الْقَوْلَ الْبَاطِلَ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى: ﴿وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ﴾ (الانعام:٦) قَالَ اللّٰهِ تَعَالٰى: اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾ (الانعام- ١٢٤) اى لَيْسَ كُلُّ اَحَدٍ اَهْلًا وَ لَا صَالِحًا لِتَحَمُّلِ رِسَالَتِهٖ بَلْ لَهَا مَحَلٌّ مَخْصُوْصَةٌ لَاتَلِيْقُ اِلَّا بِهَا وَاِلَّا تَصْلُحُ اِلَّالَهَا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِهٰذِهِ الْمَحَالِ مِنْكُمْ

وَلَوْ كَانَتِ الذَّوَاتُ مُتَسَاوِيَةً كَمَا قَالَ بِهٰؤُلَاءِ لَمْ يَكُنْ فِيْ ذٰلِكَ رَدٌّ عَلَيْهِمْ وَ كَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى:

﴿وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ۭ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ﴾ (١)

اَىْ: هُوَ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ لِمَنْ يَّشْكُرُهٗ عَلٰى نِعْمَتِهٖ فَيَخْتَصُّهٗ بِفَضْلِهٖ وَيَمُنُّ عَلَيْهِ مِمَّنْ لَّا يَشْكُرُهٗ فَلَيْسَ كُلُّ مَحَلٍّ يَصْلُحُ لِشُكْرِهٖ وَاِحْتِمَالِ مِنَّتِهٖ وَالتَّخْصِيْصِ بِكَرَامَتِهٖ فَذَوَاتُ مَا اخْتَارَهٗ وَ اصْطَفَاهُ مِنَ الْاَعْيَانِ وَالْاَمَاكِنِ وَالْاَشْخَاصِ وَ غَيْرِهَا مُشْتَمِلَةٌ عَلٰى صِفَاتٍ وَ اُمُوْرٍ قَائِمَةٍ بِهَا لَيْسَتْ بِغَيْرِهَا، وَ لِاَجْلِهَا اِصْطَفَاهَا اللّٰهُ، وَهُوَ سُبْحَانَهُ الَّذِيْ فَضَّلَهَا بِتِلْكَ الصِّفَاتِ، وَ خَصَّصَهَا بِالْاِخْتِيَارِ فَهٰذَا خَلْقُهٗ وَ هٰذَا اِخْتِيَارُهٗ ﴿وَ رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَ يَخْتَارُ﴾ (القصص:٦٨)

وَمَا اَبْيَنَ بُطْلَانِ رَاْيٍ يَقْتَضِيْ بِاَنَّ مَكَانَ الْبَيْتِ الْحَرَامِ مُسَاوٍ لِسَائِرِ الْاَمْكِنَةِ، وَ ذَاتَ الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ مُسَاوِيَةٌ لِسَائِرِ حِجَارَةِ الْاَرْضِ وَ ذَاتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مُسَاوِيَةٌ لِذَاتِ غَيْرِهٖ وَ اِنَّمَا التَّفْضِيْلُ فِيْ ذٰلِكَ بِاُمُوْرٍ خَارِجَةٍ عَنِ الذَّاتِ وَ الصِّفَاتِ الْقَائِمَةِ بِهَا وَ هٰذِهِ الْاَقَاوِيْلُ وَ اَمْثَالُهَا مِنَ الْجِنَايَاتِ الَّتِيْ جَنَاهَا الْمُتَكَلِّمُوْنَ عَلَى الشَّرِيْعَةِ وَ نَسَبُوْهَا اِلَيْهَا وَ هِيَ بَرِيْئَةٌ مِّنْهَاوَلَيْسَ مَعَهُمْ اَكْثَرُ مِنْ اِشْتِرَاكِ الذَّوَاتِ فِيْ اَمْرٍ عَامٍ وَ ذٰلِكَ لَا يُوْجِبُ تَسَاوِيَهَا فِي الْحَقِيْقَةِ لِاَنَّ الْمُخْتَلِفَاتِ قَدْ تَشْتَرِكُ فِيْ اَمْرٍ عَامٍ مَعَ اِخْتِلَافِهَا فِيْ صِفَاتِهَا النَّفْسِيَةِ مَاسَوّٰى اللّٰهِ تَعَالٰى بَيْنَ الذَّاتِ الْمِسْكِ وَ ذَاتِ بَوْلٍ اَبَدًا وَلَابَيْنَ ذَاتِ الْمَاءِ وَ ذَاتِ النَّارِ اَبَدًا وَالتَّفَاوُتُ الْبَيِّنُ بَيْنَ الْاَمْكِنَةِ

وَ ذَوَاتِ الْفَاضِلَةِ وَ اَضْدَادِهَا اَعْظَمُ مِمَّا بَيْنَ الْمِسْكِ وَالرَّجِيْعِ وَ كَذَالِكَ التَّفَاوُتُ بَيْنَ نَفْسِ الْكَعْبَةِ وَ بَيْنَ بَيْتِ السُّلْطَانِ اَعْظَمُ مِنْ هٰذَا التَّفَاوُتِ اَيْضًا بِكَثِيْرٍ فَكَيْفَ تُجْعَلُ الْبُقْعَتَا سَوَاءً فِي الْحَقِيْقَةِ وَالتَّفْضِيْلُ بِاِعْتِبَارِ مَايَقَعُ هُنَاكَ مِنَ الْعِبَادَاتِ وَالْاَذْكَارِ وَالدَّعَوَاتِ!

وَلَمْ نَقْصُدْ اِسْتِيْفَاءَ الرَّدِّ عَلٰى هٰذَا الْمَذْهَبِ الْمَرْدُوْدِ الْمَرْزُوْلِ، وَ اِنَّمَا قَصَدْنَا تَصْوِيْرَهٗ وَاِلَى اللَّبِيْبِ الْعَادِلِ الْعَاقِلِ التَّحَاكُمِ، وَلَايَعْبَاءُ اللّٰهُ وَ عِبَادُهٗ بِغَيْرِ شَيْءٍ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ لَا يُخَصِّصُ شَيْئًا وَلَا يُفَضِّلُهٗ وَ يَرْجِعُهٗ اِلَّا لِمَعْنًى يَقْتَضِيْ تَخْصِيْصَهٗ وَ تَفْضِيْلَهٗ، نَعَمْ هُوَ مُعْطِيْ ذٰلِكَ الْمُرَجِّحِ وَ وَاهِبُهٗ فَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَهٗ ثُمَّ اخْتَارَهٗ بَعْدَ خَلْقِهٖ وَ رَبُّكَ يَخْلُقُ مَايَشَاءُ وَ يَخْتَارُ (۱)

(اس حقیقت کی سمجھ انہیں حاصل نہیں ہوئی جنہوں نے ذوات، افعال، اوقات اور مقامات کو یہ کہتے ہوئے برابر قرار دیا ہے کہ کسی شے کو کسی شے پر کوئی فضیلت نہیں یہاں ہر ایک میں ترجیح بلا مرجح ہے حالانکہ یہ قول چالیس دلائل کی بناء پر باطل ہے جن کا ذکر ہم نے دوسرے مقام پر کیا ہے کیونکہ اس مذہب کا تقاضا یہ ہے کہ حضرات رسلان کرام کی ذاتیں، ان کے دشمنوں کی ذاتیں حقیقۃً برابر ہوں اور ان میں فضیلت کسی ایسے امر کی وجہ سے نہیں جو ان کی ذوات کو صفات وفضائل کے ساتھ مخصوص کر دے جو ان کے غیر میں نہیں اس طرح مقامات ذاتاً ایک اور برابر ہی ہیں کسی ایک کو دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں اس میں اعمال صالحہ کی وجہ فضیلت

ہے اسی طرح خانہ کعبہ، مسجد حرام، منیٰ، عرفہ اور مشاعر کو زمین کے کسی بھی حصہ کوئی فضیلت نہیں ان میں فضیلت ان سے امر خارجی کی وجہ سے ہے اس میں نہ ان کی ذات کا دخل ہے اور ان کے اوصاف کا حالانکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس باطل قول کا اس ارشاد میں رد فرمایا ہے جب ان کے پاس نشانی آئی تو انہوں نے کہا ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ ہمیں اس کی مثل حاصل ہو جو اللہ کے رسولوں کو ملی ہے تو فرمایا اللہ بہتر جانتا ہے کہ رسالت کس کو عطا کرنی ہے یعنی ہر کوئی رسالت کے اہل وقابل نہیں بلکہ ان کے لیے مخصوص محل اور ذوات ہیں رسالت ان کے ہی لائق ہے اور وہی اس کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان محلات کو تم سے بہتر جانتا ہے اگر ذاتیں آپس میں برابر ہوتیں جیسے یہ قول والے کہتے ہیں تو اس زمانہ میں ان کفار کا رد نہ ہوتا اور اس طرح ارشاد الٰہی ہے۔

یعنی اللہ سبحانہ بہتر جانتا ہے ان کو جو اس کی نعمتوں پر شک کرنے والے ہیں لہٰذا انہیں وہ اپنے فضل کے لئے مخصوص کرتا ہے اور انہی کو وہ ممتاز فرما دیتا ہے ان پر جو شکر نہیں کرتے تو ہر محل اس کے شکر کا صلاح، اس کے احسان کا مقام اور اس کی عطا فرمودہ عزت کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتا تو وہ ذوات جنہیں اس نے منتخب کیا اور چنا خواہ ذوات ہیں یا مقامات، اشخاص ہیں یا کوئی اور وہ ایسی صفات پر مشتمل اور ایسے اُمور ان میں ہیں کہ جو دوسروں میں نہیں ان کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے انہیں چن لیا اور اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے ان صفات کی وجہ سے انہیں فضیلت دی اور انہیں انتخاب کے لیے چن لیا، تو یہ اس کی خلق اور یہ اس کا اختیار ہے۔ ارشاد ہے اور تمہارا رب پیدا کرتا ہے جو چاہے چن لیتا ہے۔

اس قول کے بطلان پر بہت ہی واضح دلیل یہ ہے کہ اس کا تقاضا یہ بنتا ہے کہ بیت اللہ کی جگہ دیگر جگہوں کے برابر، حجر اسود کی ذات دیگر زمینی پتھروں کے برابر اور ذات رسول اللہ ﷺ دیگر ذاتوں کے برابر ہو اور

صفات سے خارج ہو یہ اور ان کے ہم مثل اقوال ایسے ہیں جن کی نسبت متکلمین نے شریعت کی طرف کردی حالانکہ شریعت ان سے بری ہے اور ان کے پاس اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ یہ ذوات امر عام میں مشترک ہیں حالانکہ یہ چیز حقیقت میں مساوی و برابر ہونے کا موجب و سبب نہیں کیونکہ اختلاف رکھنے والی اشیاء بعض اوقات امر عام میں مشترک ہوتی ہیں مگر ان کی صفات ذاتی میں اختلاف ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے ذات کستوری اور ذات بول کو ہرگز برابر نہیں بنایا۔ ذات پانی اور ذات آگ ہرگز برابر نہیں، اعلیٰ مقامات اور ان کی اضداد، ذوات فاضلہ اور ان کی اضداد میں کستوری اور پلیدی میں فرق سے بھی زیادہ اور بڑا فرق ہے اسی طرح ذات کعبہ اور بیت سلطان میں اس تفاوت سے کہیں زیادہ تفاوت ہے تو ان دونوں مقامات کو حقیقت میں برابر کیسے قرار دے کر کہا جائے کہ ان میں یہی فضیلت عبادت و اذکار اور دعوات کی وجہ سے ہے یہاں ہمارا ارادہ اس مردود و مسترد مذہب کا کامل رد نہیں ہمارا مقصد فقط اس کی تصویر لانا ہے اور فیصلہ عاقل منصف کے ہاتھ میں ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے کسی شی کو اس کے بغیر اہمیت نہیں دیا کرتے تو اللہ تعالیٰ کسی شی کو مخصوص، فضیلت اور ترجیح نہیں دیتا مگر یہ کہ اس میں کوئی وصف ہوتا ہے جس کا تقاضا تخصیص و فضیلت بنتا ہے ہاں یہ مرجح اور سبب ترجیح عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے اسے پیدا کیا اور تخلیق کے بعد اسے فضیلت بخشی اور تمہارا رب ہی جیسے چاہے پیدا کرے اور اسے فضیلت عطا کرے)

امام سید محمود آلوسی (ت۔ ۱۲۷۰) نے ارشاد الٰہی ﴿إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى آدَمَ وَ

حًا﴾ کی تفسیر میں لکھا۔

وَ مِنْ هُنَا اِسْتَدَلَّ بَعْضُهُمْ بِالْآيَةِ عَلٰى اَفْضَلِيَّةِ الْاَنْبِيَاءِ عَلَى الْمَلَائِكَةِ وَ وَجْهُ الْاِصْطِفَاءِ فِي جَمِيْعِ الرُّسُلِ اَنَّهُ

الْمَلَكَاتِ الرُّوْحَانِيَّةِ وَ الْكَمَالَاتِ الْجِسْمَانِيَّةِ حَتّٰى اَنَّهُمْ اِمْتَازُوْا كَمَا قِيْلَ عَلٰى سَائِرِ الْخَلْقِ خَلْقًا وَ خُلُقًا وَ جَعَلُوْا خَزَائِنَ اَسْرَارِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ مَظْهَرَ اَسْمَائِهٖ وَ صِفَاتِهٖ وَ مَحَلَّ تَجَلِّيَةِ الْخَاصِ مِنْ عِبَادِهٖ وَ مَهْبَطَ وَحْيِهٖ وَ مَبْلَغَ اَمْرِهٖ وَ نَهْيِهٖ (۱)

(اس آیت مبارکہ سے بعض اہل علم نے حضرات انبیاء علیہم السلام کے ملائکہ پر افضل ہونے پر استدلال کیا ہے اور تمام رسل میں انتخاب کی وجہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں نفوس قدسیہ، ان کے مناسب روحانی ملکات اور جسمانی کمالات عطا فرمائے حتیٰ کہ وہ باقی مخلوق سے خلقت اور خُلق میں ممتاز قرار پائے اور اللہ تعالیٰ کے اسرار کے خزائن بن گئے۔ اس کے اسماء وصفات کا مظہر، اس کی خاص تجلیات کا محل، اس کی وحی کا مھبط اور اس کے اوامر ونواہی کے مبلغ بن گئے)

امام سید محمود آلوسی (ت۔ ۱۲۷۰) نے فلاسفہ اور علماء اسلام کے درمیان موافقت بیان کرتے ہوئے لکھا۔

وَ جُمْلَةٌ (اَللّٰهُ اَعْلَمُ الخ اِسْتِئْنَافٌ بَيَانِيٌّ وَالْمَعْنٰى اَنَّ مَنْصَبَ الرِّسَالَةِ لَيْسَ مِمَّا يَنَالُ بِمَا يَزْعَمُوْنَهٗ مِنْ كَثْرَةِ الْمَالِ وَالْوَلَدِ وَ تَعَاضُدِ الْاَسْبَابِ وَالْعَدَدِ وَ اِنَّمَا يَنَالُ بِفَضَائِلِ نَفْسَانِيَّةٍ وَ نَفْسٍ قُدْسِيَّةٍ اَفَاضَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى بِمَحْضِ الْكَرَمِ وَ الْجُوْدِ عَلٰى مَنْ اَكْمَلَ اِسْتِعْدَادَهٗ، وَ نَصَّ بَعْضُهُمْ عَلٰى اَنَّهٗ تَابِعٌ لِلْاِسْتِعْدَادِ الذَّاتِيِّ وَ هُوَ لَا يَسْتَلْزِمُ الْاِيْجَابَ الَّذِيْ يَقُوْلُهُ الْفَلَاسِفَةُ لِاَنَّهٗ سُبْحَانَهٗ اِنْ شَاءَ اَعْطٰى ذٰلِكَ وَ اِنْ شَاءَ اَمْسَكَ وَ اِنِ اسْتَعَدَّ الْمَحَلُّ، وَ مَا فِي

(اَلْمَوَاقِف) مِنْ اَنَّهٗ لَا يَشْتَرِطُ فِي الْاِرْسَالِ الْاِسْتِعْدَادُ الذَّاتِيُّ بَلِ اللهُ تَعَالٰى يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ شَاءَ مَحْمُوْلٌ عَلَى الْاِسْتِعْدَادِ الذَّاتِيِّ الْمُوْجِبِ، فَقَدْ جَرَتْ عَادَةُ اللهِ تَعَالٰى اَنْ يَّبْعَثَ مِنْ كُلِّ قَوْمٍ اَشْرَفَهُمْ وَ اَطْهَرَهُمْ جِبِلَّةً (۱)

جملہ (اَللهُ اَعْلَمُ) نیا جملہ ہے اور معنی یہ ہے کہ منصب رسالت ایسی چیز نہیں جو ان کے خیال کے مطابق کثرت مال، اولاد، اسباب کی بنا پر حاصل ہو جائے یہ تو فضائل نفس والے اور نفوس قدسیہ کو ملتی ہے، اللہ تعالیٰ محض اپنے کرم وجود کی وجہ سے اسے عطا کرتا ہے جن کی استعداد کامل ہو بعض نے یہ تصریح کی ہے کہ یہ مرتبہ استعداد ذاتی کے تابع ہے اور یہ چیز اس ایجاب و لزوم کو مستلزم نہیں جو فلاسفہ کہتے ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ چاہے اسے عطا کرے اور اگر چاہے تو نہ دے اگرچہ محل میں استعداد ہو جو کچھ مواقف میں ہے (کہ رسول بنانے کے لئے استعداد ذاتی شرط نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے رحمت کے ساتھ جسے چاہے مخصوص کر دے) سے مراد بھی ایسی استعداد ذاتی ہے جو موجب ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی جاری سنت یہی ہے کہ وہ ہر قوم سے انہی کو رسول بناتا ہے جو جبلّی طور پر سب سے افضل و پاکیزہ ہوں)

علامہ شیخ محمد طاہر بن عاشور، ارشاد الٰہی ﴿اَللهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾ (الانعام۔ ۱۲۴) کے تحت لکھتے ہیں۔

وَقَدْ اَفَادَتِ الْاٰيَةُ: اِنَّ الرِّسَالَةَ لَيْسَتْ مِمَّا يَنَالُ بِالْاَمَانِيِّ وَلَا بِالتَّشَهِّي وَلٰكِنَّ اللهَ عَلِمَ مَنْ يَّصْلُحُ لَهَا وَ مَنْ لَا يَصْلُحُ، وَ لَوْ عَلِمَ مَنْ يَّصْلُحُ لَهَا وَ اَرَادَ الرِّسَالَةَ لَاَرْسَلَهٗ فَاِنَّ النُّفُوْسَ مُتَفَاوِتَةٌ فِي قُبُوْلِ الْفَيْضِ الْاِلٰهِيِّ وَ لَا اِسْتِعْدَادَ لَهٗ وَ الطَّاقَةَ عَلَى الْاِضْطِلَاعِ بِحَمْلِهٖ فَلَا تَصْلُحُ لِلرِّسَالَةِ اِلَّا نَفْسٌ

خُلِقَتْ قَرِيْبَةً مِنَ النُّفُوْسِ الْمَلَكِيَّةِ بَعِيْدَةً عَنْ رَذَائِلِ الْحَيَوَانِيَّةِ، سَلِيْمَةً مِنَ الْاَدْوَاءِ الْقَلْبِيَّةِ فَالْاٰيَةُ دَالَّةٌ عَلٰى اَنَّ الرَّسُوْلَ يُخْلَقُ خِلْقَةً مُنَاسِبَةً لِمُرَادِ اللهِ مَنْ اَرْسَلَهٗ وَاللهُ حِيْنَ خَلَقَهٗ عَالِمٌ بِاَنَّهٗ سَيُرْسِلُهٗ وَ قَدْ يَخْلُقُ اللهُ نُفُوْسًا صَالِحَةً لِلرِّسَالَةِ وَلَا تَكُوْنُ حِكْمَةً فِيْ اِرْسَالِ اَرْبَابِهٖ فَالْاِسْتِعْدَادُ دَمْهِيٌّ لِاِصْطِفَاءِ اللهِ تَعَالٰى وَلَيْسَ مُوْجِبًا لَهٗ وَ ذٰلِكَ مَعْنٰى قَوْلِ بَعْضِ الْمُتَكَلِّمِيْنَ، اِنَّ الْاِسْتِعْدَادَ الذَّاتِيَّ لَيْسَ بِمُوْجِبٍ لِلرِّسَالَةِ خِلَافًا لِلْفَلَاسِفَةِ وَ لَعَلَّ مُرَادَ الْفَلَاسِفَةِ لَا يَبْعُدُ عَنْ مُرَادِ الْمُتَكَلِّمِيْنَ، وَ قَدْ اَشَارَ اِبْنُ سِيْنَا فِي الْاِشَارَاتِ اِلٰى شَيْءٍ مِّنْ هٰذَا فِي النَّمَطِ التَّاسِعِ (۱)

(یہ آیت مبارکہ آگاہ کر رہی ہے کہ رسالت ایسی چیز نہیں جو محض آرزو اور خواہش سے مل جائے ہاں اللہ تعالیٰ جانتا ہے کون اس کی صلاحیت رکھتا ہے اور کون نہیں رکھتا اگر وہ جانتا ہے کہ اس میں صلاحیت ہے اور وہ اسے رسول بنانا چاہے تو بنا سکتا ہے کیونکہ نفوس فیض الٰہی کی قبولیت، اس کے لئے صلاحیت اور اسے برداشت کی قوت میں مختلف ہیں تو رسالت کے لئے وہی نفوس صلاحیت رکھتے ہیں جو نفوس ملکیہ کے قریب، رذائل حیوانیہ سے دور اور قلبی بیماریوں سے محفوظ ہوں۔

تو آیت مبارکہ واضح کر رہی ہے کہ رسول کی خلقت ہی اللہ تعالیٰ کے مقصد ارسال کے مناسب ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی خلقت کے وقت ہی جانتا ہے کہ وہ انہیں رسول بنائے گا کبھی اللہ تعالیٰ ایسے نفوس پیدا کرتا ہے جو رسالت کے صالح ہوتے ہیں لیکن ان اصحاب کے رسول

بنانے میں حکمت نہیں ہوتی تو استعداد اللہ تعالیٰ کے انتخاب کی تیاری تو ہو سکتی مگر موجوب و لازمی سبب نہیں بعض متکلمین کے اس قول کا معنی یہی ہے کہ استعداد ذاتی رسالت کا موجب نہیں بخلاف فلاسفہ تو ممکن ہے فلاسفہ کی مراد متکلمین کے مراد کے مخالف نہ ہو۔ ابن سینا نے اشارات کے نمط تاسع میں اسی طرف اشارہ کیا ہے)

علامہ عبدالعزیز پرہاروی (ت۔) اس اختلاف اور اس میں تطبیق دیتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

زَعَمَ الْحُكَمَاءُ اَنَّ كَمَالَاتِ النُّبُوَّةِ تَابِعَةٌ لِاِسْتِعْدَادِ مَادَّةِ الْبَدَنِ وَ اِعْتِدَالِهٖ وَ رَدَّهُمُ الْمُتَكَلِّمُوْنَ بِاَنَّ الْحَقَّ سُبْحَانَهٗ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاءُ وَ فِيْ كَلَامِ صَاحِبِ الْفُتُوْحَاتِ مَا يُوَافِقُ الْحُكَمَاءَ وَ عِنْدِيْ اَنَّهُمْ لَوْ جَعَلُوْا اِعْتِدَالَ الْبَدَنِ مِنَ الشُّرُوْطِ الْعَادِيَةِ لَمْ يَبْعُدْ (۱)

(حکماء کہتے ہیں کمالاتِ نبوت مادہ بدن اور اس کے اعتدال کے تابع ہے اس کا متکلمین نے رد کرتے ہوئے کہا کہ حق تعالیٰ اپنی رحمت کے لئے جسے چاہے چن لے، صاحب فتوحات کا کلام حکماء کے موافق ہے میرے نزدیک اگر اعتدالِ بدن کو وہ شروط عادیہ میں سے قرار دیں تو کوئی حرج نہیں)

غور کیجئے ائمہ امت عطاء نبوت و رسالت سے پہلے ہی حضرات انبیاء علیہم السلام ات کے دوسرے کے برابر و مساوی ماننے کو تیار نہیں بلکہ ایسا کہنے کو بے وقوفی اور ین قرار دے رہے ہیں۔

ایک ہمارے معاشرے کے نادان لوگ ہیں جو عطاء نبوت کے بعد بھی فرق کے لئے تیار نہیں کوئی بڑا بھائی، کوئی انہیں چوکیدار، چرواہا، ڈاکیا اور کوئی انہیں ی کا درجہ دیتا ہے یہاں ہم امام غزالی کی اہم نصیحت کا تذکرہ کر دیتے ہیں تا کہ ضح ہو جائے۔

امام غزالی کی اہم نصیحت:

حضرت حجۃ الاسلام امام محمد غزالی (ت ۵۰۵) نے اسلامی عقائد واضح کرنے کے لیے ایک کتاب تحریر فرمائی جس کا نام 'الاقتصاد فی الاعتقاد' (معتدل عقائد) ہے۔ ان کی تفصیل میں جانے سے پہلے انہوں نے اُمت مسلمہ کو ایک اہم نصیحت کی ہے جو درج ذیل ہے۔

اَلْاَقْطَابُ الْمَقْصُوْدَةُ وَجُمْلَتُهَا مَقْصُوْرَةٌ عَلَى النَّظَرِ فِي اللّٰهِ تَعَالٰى فَاِنَّا اِذَا نَظَرْنَا فِي الْعَالَمِ لَمْ نَنْظُرْ فِيْهِ مِنْ حَيْثُ اَنَّهٗ عَالَمٌ وَ جِسْمٌ وَ سَمَاءٌ وَاَرْضٌ بَلْ مِنْ حَيْثُ اَنَّهٗ صَنَعَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَ اِنْ نَظَرْنَا فِي النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَمْ نَنْظُرْ فِيْهِ مِنْ حَيْثُ اَنَّهٗ اِنْسَانٌ وَ شَرِيْفٌ وَ عَالِمٌ وَ فَاضِلٌ بَلْ مِنْ حَيْثُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ اِنْ نَظَرْنَا فِيْ اَقْوَالِهٖ لَمْ نَنْظُرْ مِنْ حَيْثُ اَنَّهَا اَقْوَالٌ وَ مُخَاطَبَاتٌ وَ تَفْهِيْمَاتٌ بَلْ مِنْ حَيْثُ اَنَّهَا تَعْرِيْفَاتٌ بِوَاسِطَتِهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى (۱)

(بنیادی مقصد تمام کا تمام اللہ تعالیٰ کے بارے میں جاننے میں محدود ہے تو اس جہاں کو ہم صرف یہی نہ دیکھیں کہ یہ جہاں ہے اس میں اجسام اور آسماں اور زمین ہے بلکہ اسے اس اعتبار سے دیکھیں کہ یہ ہمارے اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا شاہکار ہے۔ اس طرح جب نبی ﷺ کی طرف دیکھیں تو یہ نہ دیکھیں کہ آپ انسان، بزرگ اور عالم و فاضل ہیں بلکہ اس جہت سے دیکھیں کہ یہ اللہ کے رسول ہیں۔ جب ہم آپ ﷺ کے اقوال دیکھیں تو انہیں صرف اقوال، خطابات اور تفہیمات ہی نہ جانیں بلکہ یہ جانیں کہ یہ آپ ﷺ کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایات و تعلیمات ہیں)

اس کے بعد اگر کوئی سید الانبیاء علیہ السلام کو پہاڑوں اور مٹی کی طرح ہی سمجھتا و مانتا ہے بلکہ ان کے پکارنے کو یا ہامان اور یا فرعون کی مثل گردانتا ہے تو اس کی سمجھ و شعور پر ماتم ہی کیا جا سکتا ہے۔

ماخذ ومراجع

۱۔ قرآن		
۲۔ سنن ترمذی	امام ابوعیسیٰ ترمذی	۲۷۹ھ
۳۔ مسند احمد	امام احمد بن حنبل	۲۴۱ھ
۴۔ المستدرک	امام حاکم نیشاپوری	۴۰۵ھ
۵۔ تلخیص المستدرک	امام شمس الدین ذھبی	۷۴۸ھ
۶۔ سنن ابن ماجہ	امام ابوعبداللہ محمد بن یزید	۲۷۳ھ
۷۔ صحیح ابن خزیمہ	امام ابوبکر محمد بن اسحق بن خزیمہ	۳۱۱ھ
۸۔ تاریخ ابن ابی خیثمہ	امام احمد بن ابی خیثمہ	۳۱۱ھ
۹۔ دلائل النبوۃ	امام ابوبکر حسین بیہقی	۴۵۸ھ
۱۰۔ المعجم الکبیر	امام سلیمان بن احمد ایوب طبرانی	۳۶۰ھ
۱۱۔ المعجم الصغیر	امام احمد طبرانی	۳۶۰ھ
۱۲۔ تحفۃ الاحوذی	شیخ محمد عبدالرحمن مبارکپوری	۱۳۵۳ھ
۱۳۔ الترغیب والترھیب	امام حافظ زکی الدین عبدالعظیم منذری	۶۵۶ھ
۱۴۔ القول البدیع	امام محمد عبدالرحمن سخاویؒ	۹۰۲ھ
۱۵۔ الاذکار	امام ابوزکریا یحی بن شرف نووی	۶۷۶ھ
۱۶۔ الحصن الحصین	امام محمد بن جزری	۸۳۳ھ
۱۷۔ مجموعۃ الفتاوی	شیخ احمد بن تیمیہ	۷۲۸ھ
۱۸۔ مقالات کوثری	شیخ محمد زاھد الکوثری	۱۳۷۱ھ
۱۹۔ جواہر القرآن	شیخ غلام اللہ خان راولپنڈی	
۲۰۔ تہذیب التہذیب	حافظ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ
۲۱۔ نسیم الریاض	امام احمد خفاجی	۱۰۶۹ھ
۲۲۔ تسکین الصدور	شیخ سرفراز خان صفدر	
۲۳۔ مجموعہ رسائل توسل	محمد اقبال قریشی	
۲۴۔ مصباح الزجاجہ	امام عبداللہ الصدیق غماری	۱۴۱۳ھ
۲۵۔ البصائر	علامہ حمد اللہ داجوی	

۲۸۔ شرح صحیح مسلم	امام نوویؒ	۶۷۶ھ
۲۹۔ مجمع الزوائد	امام نورالدین علی ہیثمی	۸۰۷ھ
۳۰۔ الرد المحکم المتین علی کتاب القول المبین	امام عبداللہ صدیق غماری	۱۴۱۳ھ
۳۱۔ الوسیلہ	شیخ اشرف علی تھانوی	۱۳۶۱ھ
۳۲۔ ارغام المبتدع الغبی بجواز توسل النبی ﷺ	امام عبداللہ صدیق غماری	۱۴۱۳ھ
۳۳۔ نشر الطیب	شیخ اشرف علی تھانوی	۱۳۶۱ھ
۳۴۔ مرقاۃ المفاتیح	ملا علی قاریؒ	۱۰۱۴ھ
۳۵۔ مناجات مقبول	شیخ اشرف علی تھانوی	۱۳۶۱ھ
۳۶۔ حاشیہ بخاری	علامہ کرمانی	۷۷۶ھ
۳۷۔ مسلم	امام مسلم بن حجاج	۲۶ھ
۳۸۔ مجابی الدعوۃ	امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی الدنیا	۲۸۱ھ
۳۹۔ المحلی	علامہ ابومحمد علی بن احمد بن حزم	۴۵۶ھ
۴۰۔ الفصل فی الملل	شیخ ابومحمد علی بن حزم ظاہری	۴۵۶ھ
۴۱۔ کتاب الترغیب	شیخ تیمی	
۴۲۔ طرح التثریب	امام ابوالفضل عبدالرحیم	۸۲۶ھ
۴۳۔ مصنف ابن ابی شیبہ	امام ابن ابی شیبہ	۲۳۵ھ
۴۴۔ فتح الباری	حافظ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ
۴۵۔ البخاری	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری	۲۵۶ھ
۴۶۔ الاستیعاب	امام ابن عبدالبر مالکی	۴۶۳ھ
۴۷۔ تفسیر کبیر	امام فخرالدین رازی	۶۰۶ھ
۴۸۔ روح المعانی	امام سید محمود آلوسی حنفی	۱۲۷۰ھ
۴۹۔ تفسیر ماجدی	شیخ عبدالماجد دریا آبادی	
۵۰۔ تفہیم القرآن	سید ابوالاعلی مودودی	۱۳۹۹ھ
۵۱۔ انوار التنزیل	امام قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی	۶۸۵ھ
۵۲۔ حاشیہ الخفاجی	امام احمد خفاجی	۱۰۶۹ھ
۵۳۔ سیرت حلبیہ	علامہ امام علی بن برھان حلبیؒ	۱۰۴۳ھ
۵۴۔ مشکوۃ المصابیح	امام خطیب ولی الدین تبریزی	۷۴۲ھ
۵۵۔ جامع البیان	امام ابن جریر طبری	۳۱۰ھ
۵۶۔ ندائے یا محمد ﷺ	ڈاکٹر مشفق غلام سرور قادری	
۵۷۔ شعب الایمان	امام ابوبکر حسین بیہقی	۴۵۸ھ

۶۰	عمدۃ القاری	امام بدرالدین محمود عینی	۸۵۵ھ
۶۱	الکاشف عن حقائق السنن	امام شرف الدین طیبی	۷۴۳ھ
۶۲	الدرالمنثور	امام جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ
۶۳	احیاء علوم الدین	امام محمد غزالی	۵۰۵ھ
۶۴	الدرالمختار	امام علاؤالدین الحصکفی	۱۰۸۸ھ
۶۵	کتاب المیزان	امام عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳ھ
۶۶	اشعۃ اللمعات	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۰۵۲ھ
۶۷	السعایہ	علامہ عبدالحی لکھنوی	۱۳۰۴ھ
۶۸	الطحطاوی	شیخ احمد الطحطاوی	۱۳۰۲ھ
۶۹	الحرز الثمین	حضرت ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
۷۰	تاج العروس	امام ابوالعباس احمد بن عطاء اللہ سکندری	۷۰۹ھ
۷۱	اخلاق جلالی	علامہ محقق دوانی	
۷۲	مسک الختام شرح بلوغ المرام	علامہ صدیق حسن خان بھوپالی	۱۳۰۷ھ
۷۳	اوجز المسالک	مولانا زکریا سہانپوری	۱۴۰۲ھ
۷۴	الخصائص الکبریٰ	امام جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ
۷۵	المواہب اللدنیہ	امام احمد قسطلانی	۹۲۳ھ
۷۶	سبل الہدیٰ والرشاد	امام محمد بن یوسف صالحی شامی	۹۴۲ھ
۷۷	عون المعبود	شیخ محمد شمس الحق	۱۳۲۹ھ
۷۸	غایۃ السؤل فی خصائص الرسول	امام ابوحفص عمر علی المعروف ابن الملقن	۷۸۰ھ
۷۹	اللفظ المکرم لخصائص النبی المعظم	امام قطب الدین خیضری	۸۹۴ھ
۸۰	شرح الشفاء	ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
۸۱	المظہری	قاضی ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵ھ
۸۲	تبرید النواظر	شیخ سرفراز خان صفدر	
۸۳	مدارج النبوت	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۰۵۲ھ
۸۴	مسالک الحنفاء	امام احمد قسطلانی	۹۱۱ھ
۸۵	تحصیل البرکات	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۰۵۲ھ
۸۶	الشہاب الثاقب	شیخ حسین احمد مدنی	
۸۷	گلشن توحید ورسالت	علامہ محمد اشرف سیالوی	
۸۸	عالمگیری	مولانا الشیخ نظام الدین	۱۱۶۱ھ
۸۹	حیات النبی ﷺ	علامہ احمد سعید کاظمی	۱۴۰۶ھ
۹۰	شواہد الحق	امام یوسف نبہانی	۱۳۵۰ھ

۹۲	تفسیر ابن کثیر	حافظ ابن کثیر	۷۷۴ھ
۹۳	تفسیر بے نظیر	شیخ حسین علی	
۹۴	اقتضاء الصراط المستقیم	حافظ ابن تیمیہ	۷۲۸ھ
۹۵	تکملۃ فتح الملہم	مفتی تقی عثمانی	
۹۶	التوسل واحکامہ	امام محمد عابد سندھی	۱۲۵۷ھ
۹۷	مقام حیات	ڈاکٹر خالد محمود	
۹۸	انباء الاذکیاء	امام جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ
۹۹	انوار احمدی	مولانا محمد انوار اللہ فاروقی	۱۳۳۵ھ
۱۰۰	بذل المجہود	شیخ خلیل احمد سہارنپوری	۱۳۴۶ھ
۱۰۱	المواہب اللطیفۃ	امام محمد عابد سندھی	۱۲۵۷ھ
۱۰۲	فتح القدیر	شیخ محمد علی شوکانی	۱۲۵۰ھ
۱۰۳	الفتوحات الربانیہ	ابن علان صدیقی	۱۰۵۷ھ
۱۰۴	براہین قاطعہ	شیخ خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی	۱۳۴۶ھ
۱۰۵	السنن الکبریٰ	امام احمد بن حسین بن علی بیہقی	۴۵۸ھ
۱۰۶	المؤطاء	امام مالک	۱۷۹ھ
۱۰۷	معرفۃ السنن والاثار	امام ابوبکر حسین بیہقی	۴۵۸ھ
۱۰۸	مصنف	امام عبدالرزاق	۲۱۱ھ
۱۰۹	شرح مشکل الآثار	امام ابوجعفر طحاوی حنفی	۳۲۱ھ
۱۱۰	صحیح صفۃ صلاۃ النبی	شیخ حسن علی سقاف	۱۳۳۵ھ
۱۱۱	الصلات والبشر	امام مجدالدین فیروز آبادی	۸۱۷ھ
۱۱۲	فتاویٰ رشیدیہ	شیخ رشید احمد گنگوہی	۱۳۲۳ھ
۱۱۳	کتاب الرؤیا	امام عبداللہ صدیق غماری	۱۴۱۳ھ
۱۱۴	تفریح الخاطر	مولانا صوفی اللہ دتہ	
۱۱۵	تبرید النواظر	شیخ سرفراز خان صفدر	
۱۱۶	مقام نبوت	مرزا زاہد میرپوری	
۱۱۷	امداد الفتاویٰ	مولانا اشرف علی تھانوی	۱۳۶۱ھ
۱۱۸	سیرت دحلانیہ	شیخ احمد زینی دحلان	
۱۱۹	مسند بزار	امام ابوبکر احمد بزار	۲۹۲ھ
۱۲۰	عمل الیوم واللیلہ	حافظ ابن السنی ابوبکر احمد بن محمد	۳۶۴ھ
۱۲۱	ظفر جلیل شرح حصن حصین	نواب قطب الدین خان دہلوی	
۱۲۲	تحفۃ الذاکرین	شیخ محمد علی شوکانی	۱۲۵۰ھ

۱۲۔	نزل الابرار	نواب صدیق حسن بھوپالی	
۱۲۔	امداد المشتاق	مولانا اشرف علی تھانوی	۱۳۶۱ھ
۱۲۔	کرامات امدادیہ	مولوی ذوالفقار علی دیوبندی	
۱۲۔	کشف الاستار	شیخ محمد نظام الدین کیرانوی	۱۳۳۱ھ
۱۲۔	السلسلۃ الضبغۃ	شیخ ناصر الدین البانی	۱۴۲۰ھ
۱۲۔	احادیث وسیلہ پر اعتراضات کا علمی محاکمہ	شیخ محمود سعید ممدوحؒ	
۱۳۔	موضوعات الکبریٰ	ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
۱۳۔	گلدستہ توحید	شیخ سرفراز خان صفدر	
۱۳۔	فتاویٰ حدیثیہ	علامہ ابن حجر ہیتمی	۹۷۴ھ
۱۳۔	المواہب اللدنیہ	امام احمد قسطلانی	۹۲۳ھ
۱۳۔	الصارم المنکی	شیخ ابن عبد الھادی	۷۴۴ھ
۱۳۔	الجوھر المنظم	حافظ ابن حجر مکی	۹۷۴ھ
۱۳۔	شفاء السقام	امام تقی الدین سبکی	۷۵۶ھ
۱۳۔	جلاء الافہام	شیخ شمس الدین محمد بن ابی بکر بن قیم	۷۵۱ھ
۱۳۔	سلاۃ الکئیب بوفاۃ الحبیب	امام محمد بن عبد اللہ ناصر الدین دمشقی	۸۴۲ھ
۱۳۔	حجۃ اللہ علی العالمین	امام یوسف بن اسماعیل نبھانی	۱۳۵۰ھ
۱۴۔	حقیقۃ التوسل	شیخ موسیٰ	
۱۴۔	بوادر النوادر	شیخ اشرف علی تھانوی	۱۳۶۱ھ
۱۴۔	تدریب الراوی	امام جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ
۱۴۔	میزان الاعتدال	علامہ شمس الدین ذہبی	۷۴۸ھ
۱۴۔	فیض الباری	مولانا انور شاہ کشمیری	۱۳۵۲ھ
۱۴۔	انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء	امام جلال الدین سیوطیؒ	۹۱۱ھ
۱۴۔	تحقیق النصرۃ	امام زین الدین ابوبکر المراغی	۸۱۶ھ
۱۴۔	معارف الحدیث	شیخ منظور احمد نعمانی دیوبندی	
۱۴۔	تسکین الصدور	شیخ سرفراز خان صفدر	
۱۴۔	فضل الصلاۃ	قاضی اسماعیل اسحاق	۲۸۲ھ
۱۵۔	الحرز الصمین	مولانا فخر الدین دہلوی مرحوم	
۱۵۔	جذب القلوب	شیخ عبد الحق محدث دہلوی	۱۰۵۲ھ
۱۵۔	جواھر البحار	امام یوسف نبھانی	۱۳۵۰ھ
۱۵۔	مطالع المسرات	امام محمد مہدی الفاسی	۱۱۰۹ھ
۱۵۔	کفایت المفتی	مفتی کفایت اللہ دیوبندی دہلوی	۱۳۷۲ھ

۱۵۶۔	فضائل درود	شیخ محمد زکریا سہارنپوری	۱۴۰۲ھ
۱۵۷۔	المنح المکیہ	حافظ ابن حجر مکی	۹۷۳ھ
۱۵۸۔	انباء الحی	امام احمد رضا قادری	۱۳۴۰ھ
۱۵۹۔	رسالہ حیات الانبیاء	امام بیہقی	۴۵۸ھ
۱۶۰۔	المدخل	امام ابن الحاج	۷۳۷ھ
۱۶۱۔	التیسیر شرح جامع الصغیر	امام عبد الرؤف مناویؒ	۱۰۳۱ھ
۱۶۲۔	مصباح الظلام	امام ابوعبد اللہ محمد بن موسیٰ بن نعمان	۶۷۲ھ
۱۶۳۔	العبر	امام محمد عثمان ذھبیؒ	۷۴۸ھ
۱۶۴۔	تنویر الحلک فی امکان رؤیۃ النبی والملک	امام جلال الدین سیوطیؒ	۹۱۱ھ
۱۶۵۔	مرآۃ الجنان	امام عبد اللہ بن سعد یافعی	۷۶۸ھ
۱۶۶۔	وفاء الوفاء	امام نور الدین علی بن احمد سمھودی	۹۱۱ھ
۱۶۷۔	مقدمۃ	ابن خلدون	۸۰۸ھ
۱۶۸۔	اخفاء الذکر	شیخ سرفراز صفدر	
۱۶۹۔	الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ	ابوالفضل قاضی عیاض مالکیؒ	۵۴۴ھ
۱۷۰۔	زہر الریاض	امام خیضریؒ	
۱۷۱۔	ہدیۃ المہدی للتنقیح	نواب وحید الزمان حیدر آبادی	۱۳۳۸ھ
۱۷۲۔	ا لصحیح	شیخ ابن عبد الھادی	
۱۷۳۔	المسائل	حافظ امام بیہقی	۴۵۷ھ
۱۷۴۔	الاصابہ	امام ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ
۱۷۵۔	اثبات الالہام والبیعۃ	شیخ عبد الجبار غزنوی	
۱۷۶۔	فتاوی الکبریٰ	امام ابن حجر مکی	۹۷۴ھ
۱۷۷۔	المصنف	امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابن شیبہ	۲۳۵ھ
۱۷۸۔	فیض القدیر	امام عبد الرؤف مناوی	۱۰۰۳ھ
۱۷۹۔	آنکھوں کی ٹھنڈک	شیخ سرفراز خان صفدر	
۱۸۰۔	حاشیہ المصنف	علامہ محمد عوامہ مدنی	
۱۸۱۔	شرح معانی الآثار	امام ابوجعفر احمد طحاوی حنفی	۳۲۱ھ
۱۸۲۔	سبل السلام	علامہ محمد بن اسماعیل	۱۱۸۲ھ
۱۸۳۔	تلخیص الحبیر	حافظ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُنْظُرْ حَالَنَا

یا رسول اللہ! ہمارے حال پر نظر کرم فرمائیں

يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ اِسْمَعْ قَالَنَا

یا حبیب اللہ! ہماری فریاد خود سماعت فرمائیں

يَا نَبِيَّ اللّٰهِ نَوِّرْ صُدُوْرَنَا

یا نبی اللہ! ہمارے سینوں کو نور عطا فرمائیں

يَا نُوْرَ اللّٰهِ نَوِّرْ عُيُوْنَنَا

یا نور اللہ! ہماری آنکھوں کو نور بخشیں

يَا رَؤُوْفُ يَا رَحِيْمُ نَوِّرْ قُلُوْبَنَا

اے مہربان و کریم! ہمارے دلوں کو نور بخشیں

اِنَّنَا فِيْ بَحْرِ هَمٍّ مُّغْرَقٌ

ہم غموں کے سمندر میں غرق ہیں

خُذْ يَدِيْ سَهِّلْ لَنَا اَشْكَالَنَا

میرا ہاتھ تھام لیں، اور ہماری مشکلات کو آسان فرمائیں

اَغِثْنَا اَغِثْنَا اَغِثْنَا يَاسَيِّدِيْ

فریاد سنیں، فریاد سنیں، فریاد سنیں۔ اے میرے آقا!

اَمْدِدْنَا اَمْدِدْنَا اَمْدِدْنَا يَا مَوْلَايَ

مدد، مدد، مدد فرمائیں، اے میرے مالک!

امیر کاروان اسلام

مفتی محمد خان قادری

کا دینی، علمی اور تحقیقی لٹریچر

- شرح اج سک متراں دی
- حضور ﷺ کے آباء کی شانیں
- والدین مصطفےٰ ﷺ کا زندہ ہو کر ایمان لانا
- علماء نجد کے نام اہم پیغام
- جسم نبوی ﷺ کی خوشبو
- کیا سگ مدینہ کہلوانا جائز ہے؟
- ہر مکاں کا اُجالا ہمارا نبی ﷺ
- سب رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ
- صحابہ اور بوسہ جسم نبوی ﷺ
- محبت اور اطاعت نبوی ﷺ
- نعل پاک حضور ﷺ
- صحابہ اور علم نبوی ﷺ
- امام احمد رضا اور مسئلہ ختم نبوت ﷺ
- قصیدہ بردہ پر اعتراضات کا جواب
- خواب کی شرعی حیثیت
- علم نبوی ﷺ اور امور دنیا
- معراج حبیب ﷺ خدا
- محافل میلاد اور شاہِ اربل
- حضور ﷺ کی رضاعی مائیں
- ترک روزہ پر شرعی وعیدیں
- عورت کی امامت کا مسئلہ
- عورت کی کتابت کا مسئلہ

- معارف الاحکام
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ششم
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد دہم
- فتاویٰ رضویہ جلد چہاردہم
- ترجمہ فتاویٰ جلد پانزدہم
- ترجمہ اشعۃ اللمعات جلد ششم
- ترجمہ اشعۃ اللمعات جلد ہفتم
- صحابہ اور محافلِ نعت
- صحابہ کے معمولات
- علم نبوی ﷺ اور منافقین
- حضور ﷺ رمضان کیسے گزارتے ہیں؟
- سدرہ تیری راہ گزر
- منہاج اصول الفقہ
- ذخائرِ محمدیہ ﷺ
- مسلک صدیق اکبرؓ عشق رسول ﷺ
- شرح سلام رضا
- نور خدا سیدہ حلیمہ کے گھر
- اسلام اور تحدید ازواج
- اسلام میں چھٹی کا تصور
- فضائل نعلین حضور ﷺ

- شبِ قدر اور اسکی فضیلت
- اسلام اور تصور رسول پاک ﷺ
- اسلام اور احترام والدین
- والدین مصطفےٰ ﷺ جنتی ہیں
- نسب نبوی ﷺ کا مقام
- وسعت علم نبوی ﷺ
- اسلام اور احترام نبوت
- اسلام اور خدمت خلق
- نظام حکومت نبوی ﷺ
- فضیلت درود وسلام
- شان نبوت ﷺ
- تفسیر سورۃ الضحیٰ والم نشرح
- شاہکار ربوبیت ﷻ
- ایمان والدین مصطفےٰ ﷺ
- حضور ﷺ کا سفر حج
- امتیازات مصطفےٰ ﷺ
- در رسول ﷺ کی حاضری
- صحابہ کی وصیتیں
- رفعت ذکر نبوی ﷺ
- مزاح نبوی ﷺ
- تبسم نبوی ﷺ
- منہاج النحو

- امام احمد رضا بحیثیت قاطع بدعات
- برکات محافل سے محرومی کیوں؟
- زوال امت کا ازالہ کیسے؟
- آیئے قرب مصطفیٰ ﷺ پائیں
- اساس ایمان محبت الٰہی
- جماعت نماز تسبیح
- نخنے ننگے کرنے کا حکم
- قرآنی الفاظ کے صحیح مفاہیم
- سرمہ اور روزہ
- کیا اولیاء اللہ اور بت ایک ہیں
- یارسول اللہ ﷺ کہنا ایمان یا شرک
- اسلام اور ایصال ثواب
- منہاج المنطق
- مقصد اعتکاف
- تفسیر سورۃ الکوثر
- تفسیر سورۃ القدر
- امامت اور عمامہ
- عصمت انبیاء
- روح ایمان، محبت نبوی ﷺ
- علم نبوی ﷺ اور متشابہات

Why Did The BELOVED PROPHET (SAW) Perform Many Nikkahs?

- کیا رسول اللہ ﷺ نے اجرت پر بکریاں چرائیں؟
- آنکھوں میں بس گیا سراپا حضور ﷺ کا
- رسول اللہ ﷺ کی عمل کو ترک فرمانے کی حکمتیں **مسئلہ ترک**
- حضور ﷺ کے والدین کے بارے میں اسلاف کا مذہب
- بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضور کا فیصلہ خطا نہیں
- علمی مقالات جلد اول، دوم، سوم

- حضور ﷺ نے متعدد نکاح کیوں فرمائے؟
- نماز میں خشوع وخضوع کیسے حاصل کیا جائے؟
- حدیث شریک پر اعتراضات کی حقیقت
- احوال وآثار۔ مولانا عبدالحئی لکھنوی
- والدین مصطفےٰ ﷺ کے بارے میں صحیح عقیدہ
- تحریک تحفظ ناموس رسالت کی تاریخی کامیابی

- محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ
- اللہ اللہ حضور کی باتیں ایک ہزار احادیث کا مجموعہ
- میلاد النبی اور شیخ ابوالخطاب ابن دحیہ
- مشتاقان جمال نبوی ﷺ کی کیفیات جذب ومستی
- تفسیر کبیر (آخری بائیس سورتوں کا مجموعہ)
- حضور ﷺ کے ظاہر اور باطن پر فیصلے

اش خدا ملکیت مصطفےٰ